

اعلیٰ خرست امام احمد رضا خان قادری بریوی

کی صوفیانہ نیرت اور شریعت و طریقت میں  
آپ کے مرتبہ و مقام مشتمل و تحقیقی مقام

بنما

# امام احمد رضا اور الصروف



مولانا محمد مصباحی عظیمی

اسٹاڈیجامعہ اخیر فی میصلح عالم

دُرْكَنِ الْمُجْمَعِ الْإِسْلَامِيِّ مَبَارِكَوْلَا (اندیشہ)

مقالات نگاران

مولانا رضا احمد سعید قارئی

مرفیق

پروفیسر سعید عازم احمدی

برہانی کالج ممبئی

کرمائیں الکھنڈی شاہ

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ مُغْفِرَةً لِذَنبِي  
وَإِنِّي أَسْأَلُكَ عَلَيْكَ بَرَاتِي



کراں الیکٹریک

## کراں الیکٹریک

دوکان نمبر ۲ - دربار مارکیٹ لاہور

Voice 042-7249515



بذریں مال وہی کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ ہوا اور نہ اسکی زکوٰۃ نکالی جائے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بَلَغَ الْعُلَیٰ بِكَمَالٍ كَشْفَ الدُّجَى بِجَمَالٍ

اُن کے جمال سے اندھیرا دشمن ہو گیا

پہنچ بلند یوں پروہ محمد ﷺ اپنے کمال سے

اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ لِرَحْمَتِكَ إِنِّي أَسْأَلُكَ لِرَحْمَتِكَ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ



کراں الہ کشاپ

## کراں الہ کشاپ

دوکان نمبر ۲ - دربار مارکیٹ لاہور

**Voice 042-7249515**

بدترین مال وہ ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہ ہو اور نہ اسکی زکوٰۃ نکالی جائے

حُسْنَتٌ جَمِيعُ خَصَالِهِ صَلَوٰءٌ عَلَيْهِ وَآلِهِ

تمام اچھی خصلتیں آپ ﷺ میں جمع ہو گئیں آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل پر خدا کی رحمت ہو

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الصَّلَاةُ وَسَلَامٌ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِنَا يَارَسُولَ اللَّهِ  
وَعَلَى آكِرَدِ وَأَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِنَا يَاحَبْبَيْنَ اللَّهِ

علیحضرت امام احمد رضا خان قادری برلوی  
کی شوفیانہ نیزت اور شریعت و طریقت میں  
آپ سعی کے مرتبہ و مقام پر عمل و تحقیق مقام  
بن جائیں

الا حضرات اور الصنف

مولانا محمد مصباحی عظیمی

افتاد جامو ایش فیصلخاں علوم  
وزیر الحجع الاسلامی شہار کپور آندھیا

پروفیسر سید عمار احمدی  
برہانی کالج ممبئی

محی الرضا ایڈیشنز قلمروی

دوکان نمبر ۲۔ دربار مارکیٹ لاہور

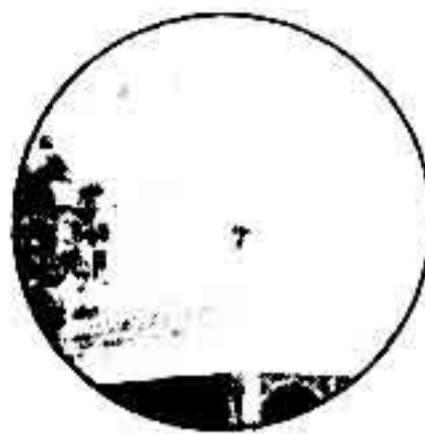
Voice: 042-7249515

کرماؤالہ بکشاہ پ

بِفَيْضَانِ كَرَم

حضرت سید محمد امیل شاہ بخاری رض علیہ

لَعْنَهُ حَضْرَتُ كَرَمَاوَالَّهُ أَسْتَانَهُ عَالِيَّهُ حَضْرَتُ كَرَمَاوَالَّهُ شَرِيفٌ - اَوْكَارَهُ



حضرت سید

حضرت سید

محمد علی شاہ بخاری رض علی شاہ بخاری رض

حضرت سید

حضرت سید

صَمْصَامَ عَلِيٍّ

الثَّبِيرِ عَلِيٍّ

محمد غضنفر علی شاہ بخاری

خطاب العالی

پیر سید میر طلبی علی شاہ بخاری



تجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

ذکریاری

جمد عقوس محفوظ امین

قیمت 90 روپے

زیراہم تکام

سمیع اللہ برکت

شائع

حاجی انعام اللہ بیگ نوشتندی برکاتی

25 مارچ 2007

# فہرست

صفحہ نمبر	مضمون
8	حرف آغاز
10	سبب تالیف
11	حیاتِ امام احمد رضا مامہ و سال کے آئینے میں
15	امام احمد رضا عسکری اور تصوُّف
15	تصوُّف کا اجمالي تعارف
18	امام احمد رضا عسکری کے تصوُّف پر اجمالي نظر
21	امام احمد رضا عسکری کے تصوُّف پر فصیلی نظر
22	اقسام عقائد
25	<b>باب اول۔ تصوُّف اعتقادی</b>
25	وحدة الوجود
28	صفات باری تعالیٰ
29	کلام الہی
30	مقامِ مصطفیٰ
33	علمِ مصطفیٰ
35	اختیاراتِ مصطفیٰ
38	تعظیم رسول
43	<b>باب دوم۔ تصوُّف عملی</b>
43	عشق رسول

### باب سوم۔ تصوف علمی اور تعلیمات تصوف

فنِ تصوف میں تصانیف

وحدت وجود و شہود و معبدود

تزرییع مع تشبیه بلا تشبیه

علم رسالت

افعال نماز کے اسرار و حکم

ادائے نماز کی باطنی کیقیت اور وفع و سوisse

بغیر پیر کے فلاح نہیں؟

فلاح کی قسمیں

نجات بعد عذاب

نجات بے عذاب

امید نجات

غیرتِ عشق

تعظیم سادات

مجاہدہ

ایمان و یقین

تقویٰ

تقویٰ کا اجمالي منظر

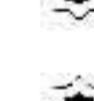
تواضع اور محاسبہ نفس

اخلاص اور حسن نیت

تجددید و اصلاح

بارگاہ قادرست

کرامات



119	فلاح طاہر و فلاح تقویٰ	●
119	فلاح باطن و فلاح احسان	●
120	مرشدِ عام	●
120	مرشدِ خاص	●
120	شیخِ اتصال	●
122	شیخِ ایصال	●
122	بیعتِ برکت	●
123	بیعتِ ارادت	●
124	حکمِ مسلکہ	●
131	اکابر کی شہادت	●
134	کتابیات	●
138	امام احمد رضا عہدۃ اللہ اور تعلیماتِ تصویف	



## حروف آغاز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمِيدًا وَ مُصَلِّيًّا

پیش نظر مقالہ کئی سال پہلے مولانا سید صغیر اشرف بستوی اور حافظ قمر الدین رضوی آف بھیونڈی کی تحریک پر فل اسکیپ سائز کے قریباً تیس صفحات پر لکھا گیا اور بھیونڈی میں ”امام احمد رضا سمپوزیم“ (9 جنوری 1984ء) میں پیش ہوا پھر میں اس کی اشاعت سے بے فکر ہو گیا مگر جب سمپوزیم کے دوسرے مقالات کی طرح یہ بھی (بھیونڈی کے فسادات اور کچھ مجبوڑیوں کے باعث) تنه اشاعت رہا تو مجھ سے متعدد احباب و اعزہ نے اس کی اشاعت کا تقاضا کیا۔ ان میں سید ریاست علی قادری صاحب آف کراچی، مولانا عبدالسمیں نعمانی، مولانا نصر اللہ رضوی بھیروی زیدت مکار مہم اور برادر عزیز مولانا احمد القادری عزیزی، مولوی جمال اشرف ولید پوری، مولوی اختر کمال قادری گھوسی، عزیزی مولوی مبارک حسین راپوری سلمہم اللہ تعالیٰ خاص طور سے قابل ذکر ہیں مگر اپنی عدمی فرصتی کے باعث عرصہ دراز تک ان احباب و اعزہ کی فرمائش کی تکمیل سے قاصر رہا۔ محرم 1408ھ میں اس طرف توجہ کا موقع ملا تو میں نے پورے مقالے پر نظر ثانی کی اور ترمیم و اضافہ بھی کیا جس سے وہ فل اسکیپ سائز کے قریباً ستر صفحات تک پہنچ گیا۔

خدا کا شکر ہے کہ آج کی ظاہریں دنیا اور مادہ پرست ماحدی میں بھی کچھ بندگان خدا ایسے ہیں جو اخلاص عمل، احتیاط و تقویٰ اور احسان و تصوّف سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ امام احمد رضا بریلوی عہدیہ کے اہل سلسلہ اور ان کے عقیدت مندوں میں بھی ایسے بہت سے مضطرب قلوب ہیں جو امام موصوف کے احسان و تصوّف کا تفصیلی مطالعہ کرنے کے خواہشمند ہیں اور اس کی روشنی میں اپنی عملی دنیا اور آخری لمحات سنوارنے کے آرزومند

بھی۔ مجھے امید ہے کہ ایسے تمام حکمات اس کتاب میں انشا اللہ تعالیٰ اپنے قلب ہوں  
کی تسلیم ہوں گا، بت سامان نہیں پائیں گے۔

وَاللَّهُ الْهَادِيُ وَالْمُهَدِّدُ

محمد احمد منصبی حنفی غفران

استاذ جامعہ اسلام فیض مسیحی حنفی

جیساں دلیل پورا افسوس نہیں

پی 17 صفر 1408ھ 12 نومبر 1987ء



## سبب تالیف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اس مقالہ کی تحریر کا خاص محرک یہ ہوا کہ ضیائے حرم لا ہور کے اعلیٰ حضرت بریلوی نبیر میں سید اعجاز احمد مدñی صاحب کا مضمون ”امام احمد رضا مسیہ اور تعلیمات تصوُّف“ میری نظر سے گزرا جس میں انہوں نے امام احمد رضا مسیہ جیسے عظیم صوفی کے تصوُّف پر علماء کے مفتا میں اور نگارشات نہ ہونے کا شکوہ کیا تھا لیکن نہ لکھنے کا سبب دوسرے موضوعات اور دوسری خدمات میں علماء کی مصروفیت کو فرار دینے کی بجائے موصوف نے یہ سمجھا کہ امام احمد رضا کے تلامذہ اور تلامذہ کے تلامذہ چونکہ صرف درسگاہی اور ظاہری عالم تھے، اس لیے تصوُّف پر کچھ نہ لکھ سکے۔ خانقاہی بزرگ کی اس تحریر سے رقم کو صدمہ ہوا۔ دراصل وہ شریعت و طریقت اور معقول و منقول میں ہمارے اکابر کی جامعیت سے بے خبری میں جو سمجھ میں آیا، کہہ گئے۔ مزید کرم یہ کہ خود بھی موضوع کا حق ادا نہ کیا اور صرف چند شوابہ پر قصہ تمام کر دیا۔ اسی دوران مجھے بھیونڈی سے ”امام احمد رضا سمپوزیم“ میں شرکت کا دعوت نامہ ملا تو میں اسی موضوع پر مقالہ لکھ کر گیا۔ حسن اتفاق کہ سید صاحب موصوف (پروفیسر برہانی کا نجیبی) بھی اس تقریب میں مدعو تھے۔ انہوں نے میرے سنانے سے پہلے ہی میرا مقالہ بہت حیرت کے ساتھ پڑھا اور مسرو بھی ہونئے کیوں کہ صاف دل اور نیک طبع بزرگ ہیں۔ مجھ سے فرمایا کہ آپ نے زبردست مطالعہ کیا ہے۔ دوسری باتیں بھی رہیں۔ اب یہ اضافہ کے ساتھ نذر قارئین ہے۔ رب کریم شرف قبولیت سے نوازے۔ آمین۔

محمد احمد مصباحی غفرلنہ

بھیرہ، ولید پور، عظم گڑھ

پیر 17 صفر 1408ھ / 12 اکتوبر 1987ء

۱۔ یہ مجموعہ کتاب کے آخر میں ملا جائز فرمائیں۔

# حیاتِ امام احمد رضا ماہ و سال کے آئینے میں

- ولادتِ باسعادت (محلہ جسولی بریلی، بھارت) ۱۰ اشوال ۱۲۷۲ھ / ۱۳ جون ۱۸۵۶ء
- ختم قرآنِ کریم ۱۲۷۲ھ / ۱۸۶۰ء (ب عمر ۴۳ سال)
- پہلی تقریر (میلاد رسول مقبول) ربيع الاول ۱۲۷۸ھ / ۱۸۶۱ء (ب عمر ۲۶ سال)
- پہلی عربی تصنیف (شرح بدایۃ النحو) ۱۲۸۰ھ / ۱۸۶۳ء (ب عمر ۸ سال)
- دستارِ فضیلت شعبان ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء (ب عمر ۱۳ سال)
- آغاز فتویٰ نویسی ۱۲۸۸ھ / ۱۸۶۹ء (ب عمر ۱۳ سال)
- آغاز درس و تدریس ۱۲۸۶ھ / ۱۸۶۹ء
- ازدواجی زندگی ۱۲۹۱ھ / ۱۸۷۳ء (ب عمر ۱۸ سال)
- فرزندِ اکبر مولانا محمد حامد رضا خاں کی ولادت ربيع الاول ۱۲۹۲ھ / ۱۸۷۵ء
- فتویٰ نویسی کی مطلق اجازت ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۶ء
- بیعت و خلافت ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء (ب عمر ۲۱ سال)
- پہلی اردو تصنیف ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء
- پہلانج اور زیارتِ حریمین شریفین ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- شیخ احمد بن زین بن دحلان مکنی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکنی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- امام اعیّب شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکنی سے اجازتِ حدیث ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- آپ کی پیشائی میں شیخ موصوف کا مشاہدہ انوار الہبی ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء
- مسجد حنیف (ملکہ معظمہ) میں بشارتِ مغفرت ۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء

- زمانہ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے ۱۸۸۱ء / ۱۲۹۸ھ نکاح کے عدم جواز کا فتویٰ
- تحریک ترک گاؤ کشی کا سدہ باب ۱۸۸۱ء / ۱۲۹۸ھ پہلی فارسی تصنیف
- اردو شاعری کا سنگھار (قصیدہ معراجیہ کی تصنیف) قبل ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء فرزند اصغر مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خال کی ولادت ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء
- ندوۃ العلماء کے جلسہ تاسیس (کانپور) میں شرکت ۱۳۱۱ھ / ۱۸۹۳ء تحریک ندوہ سے علیحدگی
- مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں فاضلانہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۸ء تحقیق (جمل النور فی نہی النساء عن زیارة القبور)
- قصیدہ عربیہ امال الابرار والآلام الاشرار ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء ندوۃ العلماء کے خلاف ہفت روزہ اجلاس پنٹہ ربیع میں شرکت
- علمائے ہند کی طرف سے خطاب "مُجَدِّدِ مِائَةِ حَاضِرَةٍ" ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
- تاسیس دارالعلوم منظر اسلام بریلی ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۳ء
- دو برائج اور زیارتِ حر میں شریفین ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۵ء
- امام کعبہ شیخ عبد اللہ میرداد اور ان کے استاد حامد ۱۳۲۲ھ / ۱۹۰۶ء احمد محمد جد ادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور امام احمد رضا کا فاضلانہ جواب
- علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سندات ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء اجازت نامہ و خلافت
- کراچی آمد اور مولانا محمد عبدالکریم درس سندھی ۱۳۲۳ھ / ۱۹۰۶ء سے ملاقات

عربی فتویٰ کو محافظت کتب الحرم سید اسماعیل خلیل ۱۹۰۷ھ/۱۳۲۵ء

مکنی کا زبردست خراج عقیدت

شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السنده مہاجر ۱۴ ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء

مدلنی کا اعتراف مجددیت

قرآن کریم کا اردو ترجمہ (کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن) ۱۹۱۲ھ/۱۳۳۰ء

شیخ موسیٰ علی الشامی الا زہری کی طرف سے مکیم ربیع الاول ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء خطاب ”امام الائمه الحجۃ والہندۃ“

حافظ کتب الحرم سید اسماعیل خلیل مکنی کی طرف ۱۹۱۲ھ/۱۳۳۰ء سے خطاب ”خاتم الفقهاء والمحاذین“

علم المربعات میں ڈاکٹر سرفیاء الدین کے قبل ۱۹۱۳ھ/۱۳۳۱ء مطبوعہ سوال کا فاضلانہ جواب

ملت اسلامیہ کیلئے اصلاحی و انقلابی پروگرام کا اعلان ۱۹۱۳ھ/۱۳۳۱ء

بہاؤ پورہ سائلورٹ کے جسٹس محمد دین کے استفتاء، ۱۴ ربیع المبارک ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء اور احمد رضا کا فاضلانہ جواب

مسجد کا پور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے ۱۹۳۱ھ/۱۳۳۱ء معاہدہ کرنے والوں کے خلاف تاقدانہ رسالہ

ڈاکٹر سرفیاء الدین (ڈائیکریشنل مسلم یونیورسٹی میں ۱۹۱۳ھ/۱۳۳۲ء، اور ۱۹۱۶ء میں ۱۹۳۲ھ/۱۳۳۲ء) کی آمد اور استفادہ علمی

انگلیزی مددالت میں جانے سے انکار اور حاضری ۱۹۱۶ھ/۱۳۳۲ء سے استثناء

سعد رشد و رحوب بجت دکن کے نام ارشاد نامہ ۱۹۱۶ھ/۱۳۳۲ء

تاپیس جماعت رسانے مصطفیٰ بریلی ۱۹۱۶ھ/۱۳۳۶ء تقدیر ۱۹۱۶ھ/۱۳۳۶ء

تجدد و تغذیہ میں حکمت پر فاضلانہ تحقیق ۱۹۱۶ھ/۱۳۳۶ء (از بدقائق اثریہ فی تحریم تجوہ انجیی)

امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو ۱۹۱۹/ھ۱۳۳۸ء

شکست فاش

آئزک نیوٹن اور آئن شائن کے نظریات کے ۱۹۲۰/ھ۱۳۳۸ء

خلاف فاضلانہ تحقیق

رڈ حركت زمین پر ۵۰۰ ادلائل اور فاضلانہ تحقیق ۱۹۲۰/ھ۱۳۳۸ء

فلسفہ قدیمہ کار و بلیغ ۱۹۲۰/ھ۱۳۳۸ء

دولومی نظریہ پر حرف آخر ۱۹۲۱/ھ۱۳۳۹ء

تحریک خلافت کا افشاء راز ۱۹۲۱/ھ۱۳۳۹ء

تحریک ترک موالات کا افشاء راز ۱۹۲۱/ھ۱۳۳۹ء

انگریزوں کی معاونت اور حمایت کے الزام کے ۱۹۲۱/ھ۱۳۳۹ء

خلاف تاریخی بیان

وصال ۱ صفر ۲۵/ھ۱۳۳۰ء ۱۹۲۱ اکتوبر

مدیر پیسہ اخبار کا تعزیتی نوٹ

سنده کے ادب شہیر سار عقلی توی کا تعزیتی مقالہ ۱۹۲۲/ھ۱۳۳۱ء

بسمیلی ہائیکورٹ کے جسٹس ڈی۔ ایف ملٹا کا ۱۹۳۰/ھ۱۳۳۹ء

خارج عقیدت

شاعر مشرق علامہ ذاکر محمد اقبال کا خراج عقیدت ۱۹۳۲/ھ۱۳۵۱ء

پروفیسر ڈاکٹر مسعود احمد

پرنسپل ٹھٹھھے کانج سنده

(معارف رضا شمارہ ہفتہ ۱۹۸۷/ھ۱۳۰۸ء صفحہ ۹۳۹)



۱۔ وصال کے وقت عمر مطابق سن بیسوی ۶۵ سال اور مطابق سن بھری ۶۸ سال تھی۔

## امام احمد رضا اور تصوّف

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِوَلِيِّهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى نَبِيِّهِ وَعَلَى أَهْلِهِ وَصَحْبِهِ وَجُنُودِهِ

امام احمد رضا علیہ السلام کے تصوّف پر گفتگو سے پہلے میں چاہتا ہوں کہ تصوّف کا اجمالی تعارف کراؤں تاکہ اصل موضوع پر کماٹھہ روشنی پڑ سکے۔ یہ تعارف بھی قصداً امام احمد رضا علیہ السلام کی تصنیف "مقال عرفاء با عزاز شرع و علماء" (1327ھ) سے اخذ کیا گیا ہے تاکہ اصل موضوع کی مزید تقویت کا سامان ہو سکے۔

## تصوّف کا اجمالی تعارف

عارف بالله سید بن عبد الوہاب شعرانی علیہ السلام فرماتے ہیں:

التصوّف إِنَّمَا هُوَ زِبْدَةُ عَمَلِ الْعَبْدِ بِأَحْكَامِ الشَّرِيعَةِ

"تصوّف کیا ہے؟ بس احکام شریعت پر بندہ کے عمل کا خلاصہ ہے۔"

(المطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۴، مقال عرفاء با عزاز شرع و علماء صفحہ ۳۰)

سید بن ابو عبد اللہ محمد بن خفیف فرماتے ہیں:

التصوّف تَصْفِيهُ الْقُلُوبِ وَاتِّبَاعُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي

الشَّرِيعَةِ

"تصوّف اس کا نام ہے کہ دل صاف کیا جائے اور شریعت میں نبی ﷺ کی پیروی ہو۔" (المطبقات الکبریٰ جلد ۱ صفحہ ۱۲۱، مقال عرفاء با عزاز شرع و علماء صفحہ ۲۱)

تصوّف طریقت ہی کا دوسرا نام ہے اور طریقت اس راہ کا نام ہے جو خدا تک پہنچانے والی ہو۔ اب خدا تک پہنچانے والی راہ کون تھی ہے؟ اسے سیدنا غوث انظمه شیخ عبدال

ال قادر جیلانی نقی نعمت کی زبان فیض ترجمان سے سننے:

أَقْرَبُ الْطُّرُقِ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى لِزُومُ قَانُونِ الْعُبُودِيَّةِ وَالْإِسْتِمَاسُ بِعِرْوَةِ  
الشَّرِيعَةِ

”اللَّهُ وَحْدَهُ کی طرف سب سے زیادہ قریب راستہ قانون بندگی کو لازم پکڑنا اور  
شریعت کی لگرہ کو تھامے رہنا ہے۔“

(بہجۃ الاسرار صفحہ 50، مقال عرفاء باعزم از شرع و علماء صفحہ 16)

ہر صوفی کامل درجہ ولایت پر فائز ہوتا ہے اور ہر ولی صوفی کامل ضرور ہوتا ہے۔ ولی  
کون ہے؟ اس کی تعریف میں بھی بہت سے اقوال ہیں لیکن قرآن کریم ارشاد فرماتا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ۔ (یونس: 63)

”(اویاء اللہ وہ ہیں) جو ایمان اور تقویٰ کے کمال سے صرفراز ہوں،“

دوسری بات یہ ہے کہ ولایت کیلئے کرامت لازم ہے مگر کرامت دو طرح کی ہے:  
جس میں کسی دھوکہ کا دخل نہیں ہو سکتا۔

ii- جس میں استدران اور شعبدہ کا شہہ ہو سکتا ہے۔

تو اصل کرامت وہی ہے جو شہہ سے پاک ہو۔ اسی لئے سیدنا غوث عظیم بن القاسم بن القاسم فرماتے ہیں:  
كَرَامَةُ الْوَلِيِّ اسْتِقَامَةٌ فِيْ عَلَيِّ قَانُونِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ۔

”ولی کی کرامت یہ ہے کہ اس کا فعل نبی ﷺ کے قول کے قانون پر تھیک  
اُترے۔“ (بہجۃ الاسرار صفحہ 39، مقال عرفاء باعزم از شرع و علماء صفحہ 15)

حضرت شیخ اکبر محی الدین محمد بن العربی عسکری فرماتے ہیں:

”ایک کرامت توہی ہوتی ہے جسے عوام بھی جانتے ہیں جیسے ہوا میں اڑنا، پانی  
پر چلنا، گذشتہ و آئندہ حالات کی خبر دینا، سینکڑوں منزل بیک قدم طکر لینا۔“

دوسری کرامت معنوی ہوتی ہے جسے صرف خواص پہچانتے ہیں جیسے اپنے نفس  
پر آداب شرعیہ کی حفاظت رکھے، عمدہ خصلتیں حاصل کرنے اور بُری عادتوں

سے بچنے کی توفیق پائے۔ تمام واجبات تھیں وقت سے ادا کرنے کا التزام رکھے۔ ان کرامتوں میں مکرو استدرج کو دخل نہیں اور وہ کرامتیں جنہیں عوام پہچانتے ہیں ان سب میں مکر نہایا کی مداخلت ہو سکتی ہے۔

(نحوات مکتبہ جلد 2 صفحہ 369، مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء صفحہ 27)

علمائے باطن کے ان ارشادات کی روشنی میں تصوّف، صاحبِ تصوّف، کرامت، صاحبِ کرامت اور ولی کا اجمانی نقشہ ذہن میں آ جاتا ہے کہ اصل تصوّف تصفیہ قلب اور اتباع شریعت ہے۔ حقیقی اور اعلیٰ کرامت شریعت پر استقامت ہے۔ سچا ولی وہی ہو گا جو سید الکونین صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی اطاعت و پیروی میں سچا ہو۔

حضرت ابوالقاسم قشیری رضی اللہ عنہ رسالہ مبارکہ قشیری میں سیدی ابوالعباس احمد بن محمد الادمی معاصر سیدنا جنید بغدادی قُدِّس سِرہُمَا کافرمان نقل کرتے ہیں:

مَنْ الْزَّمَرَ نَفْسَهُ أَدَابَ الشَّرِيعَةِ نَورًا لِلَّهِ قَلْبَهُ بِنُورِ الْمُعْرِفَةِ وَلَا مَقَامَ أَشْرَفُ مِنْ مَقَامِ مُتَابَعَةِ الْحَبِيبِ فِي أَوْأَمْرِهِ وَأَفْعَالِهِ وَأَخْلَاقِهِ  
”جو اپنے اوپر آداب شریعت لازم کرے اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے روشن کر دے گا اور کوئی مقام اس سے بڑھ کر معظم نہیں کہ نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے احکام، افعال، عادات سب میں حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی پیروی کی جائے۔“

(رسالہ قشیری صفحہ 18، مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء صفحہ 20)

حضرت بایزید بسطامی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَوْ نَظَرْتُمُ إِلَيْيَ رَجُلٍ أُعْطِيَ مِنَ الْكَرَامَاتِ حَتَّى يُرْتَقِي فِي الْهُوَاءِ فَلَا  
تَغْتَرُوا بِهِ حَتَّى تَنْظُرُوا كَيْفَ تَجِدُونَهُ عِنْدَ الْأَمْرِ وَالنَّهِيِّ وَ حِفْظِ  
الْعُدُودِ وَأَدَابِ الشَّرِيعَةِ

”اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ جسے ایسی کرامت دی گئی کہ ہوا پر چار زانو بینہ سے تو اس سے فریب نہ کھانا جب تک یہ نہ دیکھو کہ فرض و واجب، مکروہ و حرام اور مخالفت حدود و آداب شریعت میں اس کا حال کیسا ہے؟“

(رسالہ قشیری صفحہ 15، مقال عرفاء باعزاز شرع و علماء صفحہ 18)

یہاں تک تصوُّف و ولایت اور صوفی و ولی کا مختصر تعارف تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ ان اقوال کی روشنی میں امام احمد رضا علیہ السلام کا صاحبِ تصوُّف، حامل طریقت، صاحبِ کرامت اور ولیٰ کامل ہونا اجمالاً ثابت کر لیا جائے پھر کچھ تفصیلات پیش ہوں۔

## امام احمد رضا علیہ السلام کے تصوُّف پر اجمالی نظر

اعلیٰ حضرت امام رضا علیہ السلام کی زندگی پر ایک طارانہ نظر ڈالنے ہی سے یہ حقیقت روشن کی طرح عیاں ہو کر سامنے آتی ہے کہ انہوں نے پوری زندگی شریعت پر سختی سے عمل کیا۔ ہر فرض و واجب کی محافظت اور اتباع سنت و شریعت میں کوئی دقیقہ فروگز اشتہر ہونے دیا جس کے نتیجے میں ان کا قلب مبارک ایسا پاکیزہ اور مژگی و مصطفیٰ ہو چکا تھا کہ نورِ معرفت کی تابندگی اورائل زندگی ہی میں نظر آنے لگی۔

امام احمد رضا علیہ السلام 1294ھ میں جب محبت رسول مولانا عبد القادر بدایوی علیہ السلام کے ایماء پر اپنے والد گرامی عمدۃ الْحَقْقَیْن مولانا نقی علی خاں علیہ السلام کی معیت میں مارہرہ شریف سیدنا شاہ آل رسول مارہروی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہو کر بیعت سے شرف یا بھوئے تو اسی وقت والد گرامی کے ساتھ اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کئے گئے۔

حضرت مولانا سید شاہ آل رسول مارہروی علیہ السلام اُن ارباب سلوک اور اہل ایصال مرشدین کرام میں سے تھے جو اپنے مُسْتَرِ شدین و مریدین کو ریاضت و مجاهدہ کی سخت منزاوں سے گزارتے، ان کے قلوب کا بھر پور تزکیہ و تصفیہ کرتے پھر جب انہیں سجادہ مشینت اور مندِ ارشاد پر جلوہ آرائی کے قابل دیکھتے تو خلافت و اجازت سے سرفراز کرتے مگر امام احمد رضا علیہ السلام کے والد گرامی علیہ السلام کو بلا ریاضت و مجاهدہ، بیعت کے ساتھ ہی خلافت بھی دے دی گئی۔ یہ اس بارگاہ کا ایک عجیب و غریب واقعہ تھا۔

حضرت ”خاتم الاكابر“ (1296ھ) سیدنا شاہ آل رسول کے ولی عہد، پوتے اور خلیفہ با کمال سیدنا ابو الحسین احمد نوری علیہ السلام نے عرض کیا: حضور! آپ کے یہاں تو بڑی ریاضت و مجاهدہ کے بعد خلافت دی جاتی ہے، ان کو ابھی کیسے دے دی گئی؟ فرمایا:

”اور لوگ میسا کچیلا زنگ آلو دل لے کر آتے ہیں، اس کے تزکیہ کیلئے ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مُصْفَیٰ و مُزَكَّی قلب لے کر آنے، نہیں ریاضت و مجاہدہ کی کیا ضرورت تھی؟ صرف اتصالِ نسبت کی حاجت تھی جو بیعت کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا“۔

مزید فرمایا:

”مجھے بڑی فکر تھی کہ بروزِ حشر اگر حکم الٰہ کمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول! تو میرے لئے کیا لایا ہے؟ تو میں کیا پیش کروں گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دو رہ گئی۔ اس وقت میں ”احمر رضا“ کو پیش کروں گا“۔

حضرت ولی عبد موصوف (معروف بے میاں صاحب) سے یہ بھی فرمایا:  
”دیکھو! اب ہماری اور ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا عبد القادر بدایونی جمیلۃ اللہیۃ اور مولانا احمد رضا خان جمیلۃ اللہیۃ) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسے اصلاح کریں، قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔“

1294ھ میں امام احمد رضا جمیلۃ اللہیۃ کی عمر صرف بائیس (22) سال تھی ایکن ان کا قلب مبارک ایسا روشن و مزگی ہو چکا تھا کہ اس بارگاہ عالی میں ایسی قدر دانی و عزت افزائی ہوئی۔ ایک تو فوراً خلافت عطا کی گئی۔ دوسرے یہ عظیم امتیاز ملا کہ روزِ قیامت حکم الٰہ کمین حجللہ کی بارگاہ میں اپنی کمائی پیش کرنے کا موقع آیا تو فرمایا: ”احمر رضا کو پیش کروں گا“۔ تیسرے یہ کہ توجہِ شنبی سے نوازے گئے۔ امام احمد رضا جمیلۃ اللہیۃ اپنے مرشدِ گرامی کے ساتھ خانقاہ کے داروازہ سنگینی سے برآمد ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت سیدنا آل رسول مارہروی جمیلۃ اللہیۃ عنفوانِ شباب میں رونق افرود ہیں۔ داڑھی کی پییدمی اور سیاہی سے سیدنا آل رسول اور مولانا احمد رضا میں امتیاز کیا جا سکا۔ (ترجمانِ اہلسنت پبلی بھیت شمارہ چھم تادھم اور دوسری کتب و روایات)  
جب ابتداء کا یہ حال و کمال ہے تو انتہاء کا عروج و ارتقاء کیا ہو گا؟ اصل تو مرشد کی عنایت ہے جس کے بغیر راہِ سلوک طنہیں ہوتی اور مرشد نے اسی دن بلکہ اسی وقت توجہِ شنبی اور دوسری عنایات سے یہ عیاں کر دیا کہ ہم نے احمد رضا کو سب معارف و حقائق

پرد کر دیے، اُسے اپنا نائب و خلیفہ ہی نہیں بلکہ اپنا مظہر اتم اور پرتو کامل بنادیا۔ اب وہ اس کا اہل ہے کہ میرے بیان کردہ اور تحریر فرمودہ حقائق و معارف پر نظر ثانی کر سکے اور اس کی نظر کے بغیر کوئی کتاب شائع نہ کی جائے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل شریعت ہوں یا اہل طریقت، اصحاب مدارس ہوں یا ارباب خانقاہ، بھی امام احمد رضا عسکری کی بارگاہ میں استفادہ و استصواب کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اگر ایک طرف وہ صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی اور محدث اعظم مولانا سید محمد کچھو چھوی کے استاذ جلیل حافظ صحیح بخاری مولانا وصی احمد محدث سورتی رضیہ کے بلند پایہ درس گاہی سوالات کا حل لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف مولانا سید شاہ احمد اشرف عسکری کے اہم خانقاہی سوالات کے جوابات دے رہے ہیں۔ عظیم مفتی و محقق مولانا ارشاد حسین رامپوری (متوفی ۱۳۱۱ھ) کے فتویٰ کی تنقید و تصحیح کرتے ہوئے دیکھے جا رہے ہیں تو سید نور الدین حسین ریس اعظم بڑودہ کے دقيق سوالات

- استاذ محترم حافظ ملت مولانا شاہ عبد العزیز صاحب عسکری شیخ الحدیث دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور (۱۳۹۶ھ-۱۴۱۲ھ) فرماتے تھے کہ محدث سورتی عسکری کو صحیح بخاری شریف اس طرح حفظ تھی کہ اگر شیخہ میں قرآن کی طرح اسے پڑھنا روا ہوتا تو وہ پوری پڑھ کر ساکتے تھے۔ ۱۲۔ محمد احمد
- فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۷۶ تا ۱۸۰ تعلیق الجلی شرح مدیۃ المصلى از محدث سورتی مختلف مقامات۔ ۱۲۔ محمد احمد
- یہ جوابات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی عسکری کی کتاب ”نقاء السلافوی احکام العبیعة والخلاف“ (۱۳۱۹ھ) میں ملاحظہ ہوں۔ ۱۲۔ محمد احمد

- غالباً یہی فتویٰ ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد سوم کے صفحہ ۱۶۸ اور ۱۶۹ پر ہے جونکہ اعلیٰ حضرت عسکری اکابر ملائے اہلسنت کا بڑا احترام کرتے تھے، اس لئے مولانا رامپوری عسکری کا مکمل فتویٰ نقل نہ کیا بلکہ نہایت اختصار کے ساتھ سوال اور فتویٰ میں ذکر شدہ دلیل قلمبند فرمائی اور اپنا جواب علیٰ حالہ رکھا ہے۔ یہ استفتاء مولانا ارشاد حسین عسکری کے بھائی مولانا امداد حسین کامران سلہ ۱۲۹۴ھ کا لکھا ہے جب اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی عسکری کی عمر بیشین کے ساتھ لکھا ہے کہ یہ واقعہ (فتاویٰ لکھنا پھر رامپور تشریف لے جانا) شادی کے بعد کا ہے مگر عمر کی تعیین حتمی طور پر نہیں فرمائی ہے۔ اس لئے کوئی بعد نہیں کہ یہ واقعہ مذکورہ فتویٰ ۱۲۹۴ھ سے ہی متعلق ہو۔ واللہ اعلم۔ ۱۲۔ محمد احمد

تصوّف کی برجستہ شرح فرماتے ہوئے بھی نظر آرہے ہیں لہتی کہ اعلیٰ حضرت عَلیہ السلام کے مرنی طریقت حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری عَلیہ السلام کے اہم علمی و خانقاہی سوالات کے جوابات بھی لکھ رہے ہیں۔ تحقیقی رضویہ کی جلدیں اور مختلف رسائل کے صفحات پر اس سے زیادہ مثالیں دیکھی جاسکتی ہیں جو یہ ثبوت فراہم کرنے کیلئے کافی سے زائد ہیں کہ یہ عقربی زمانہ شریعت و طریقت دونوں کا عالم اور علماء و صوفیہ دونوں کا امام ہے۔

## امام احمد رضا عَلیہ السلام کے تصوّف پر تفصیلی نظر

اب میں امام احمد رضا عَلیہ السلام کے تصوّف پر مفصل گفتگو کرنے کیلئے چاہتا ہوں کہ اس مقالہ کو تین ابواب میں تقسیم کروں اور ہر ایک کے شواہد الگ الگ پیش کروں۔

### 1- تصوّفِ اعتقادی:

جس میں یہ بیان ہو گا کہ امام احمد رضا عَلیہ السلام اعتقادیات میں عرفائے کاملین اور صوفیہ و اصلیین ہی کے مسلک پر کاربند رہے۔ یاد رہے کہ اعتقاد صرف خیال و ادراک کا نام نہیں بلکہ اعتقاد ایک عمل بھی ہے لیکن خاص عمل قلب ہے یعنی دل کا کسی نظریہ کو راجح و مضبوط طور پر قبول کر لینا اور اس کے اذعان و یقین سے سرشار ہو جانا۔ قارئین امام احمد رضا عَلیہ السلام کے اعتقادات میں وہی سرشاری اور وہی یقین و اذعان پائیں گے جو خاص عرفاء اور اہل دل کا حصہ ہے۔

### 2- تصوّفِ عملی:

اس سے مراد صوفیہ کے قلبی اعمال اور ان کا درع و تقویٰ ہے جسے رب اعلمین نے اپنے اولیاء کا علامتی نشان بتایا ہے۔ **الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ** (یونس: 63)

۱- کشف حقائق و اسرار و دقائق 1308ھ

۲- فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ صفحہ ۹۳

### 3- تصوُّف علمی:

امام احمد رضا رض نے فتن تصوُّف میں جو گرال قدر حقائق و معارف بیان کئے ہیں اور ابل سلوک کی جو عظیم رہنمائی فرمائی ہے وہ سب ”تصوُّف علمی“ یا ”تعلیمات تصوُّف“ سے عبارت ہیں۔

### اقسام عقائد

باب العقائد پر نظر ڈالنے سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ تمام عقائد ایسے قطعی اور یقینی نہیں ہوتے جن کو اگر کوئی تسلیم نہ کرے تو اسلام سے خارج ہو جائے گا بلکہ اس حیثیت کے حامل صرف وہی عقائد ہوتے ہیں جو قطعی یقینی دلیلوں سے ثابت ہوں اور ان پر اجماع مسلمین قائم ہو۔ جس طرح بہت سے اعمال و عبادات دین و شریعت میں داخل ہیں لیکن ان سب کی حیثیت یکساں نہیں اور سب کی بجا آوری لازم و ضروری نہیں بلکہ ان اعمال کے درجات و مراتب ہیں اور وہ فرض، واجب، سنت، مستحب، حرام، مکروہ تحریکی، اساعت وغیرہ قسموں میں منقسم ہیں۔ ان کے دلائل اور احکام دونوں میں تفاوت ہے جن کی بجا آوری یا ترک کا وجوب قطعی دلیلوں سے ثابت ہوا۔ وہ علی الترتیب فرض یا حرام قطعی قرار دیے گئے اور جو کم درجہ کی دلیلوں سے ثابت ہوئے ان کا حکم کم درجہ کا ہوا۔

اسی طرح عقائد کا بھی معاملہ ہے۔ بعض ایسی قطعی یقینی اجتماعی دلیلوں سے ثابت ہیں جن میں سے کسی ایک کا بھی منکر اسلام سے خارج ہو جاتا ہے مثلاً اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، اس کا کذب اور عیب سے پاک ہونا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، ان کا آخری نبی ہونا، تو یہ رسول کا منافی ایمان ہونا، ہر نبی کا بعطائے الہی غیب پر مطلع ہونا وغیرہ وغیرہ۔

بعض عقائد احادیث مشہورہ یا قابل تاویل آیات قرآنیہ سے ثابت ہوئے، ان کیلئے ویسی قطعی یقینی دلیلیں فراہم نہ ہو سکیں تو ان کا منکر مبتدع، بد دین، گمراہ قرار پاتا ہے اور بعض ان سے بھی کم درجہ کی دلیلوں سے ثابت ہوئے، ان کا منکر گمراہ بھی نہیں کہا جاتا بلکہ فاسق فی الدین اور پاتا ہے اور کچھوں سے بھی کم درجہ کے ہو سکتے ہیں جن کے منکر پر فتنہ فی الدین

الاعقاد کا بھی حکم نافذ نہ ہو۔

ان اقسام عقائد کی مثالیں اور ان کی تفصیلات یہاں بیان کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔

ان کا اصل میدان علم کام اور تب عقائد ہیں۔

صوفیٰ کرام ان تمام عقائد کے معتقد ہوتے ہیں جو قطعیٰ یقینی دلیلوں سے ثابت ہیں۔ کسی بھی مسئلہ میں اور کسی بھی جگہ وہ ان سے سرمو انحراف نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جوابِ سنت کے مسئلہ عقائد ہیں، انہیں بھی وہ مانتے ہیں لیکن عقائد کی بعض فروع میں، کشف و شہود کے نتیجے میں ان پر بہت سی ایسی باتیں عیاں ہوتی ہیں جن تک عام عقولوں کی رسائی نہیں ہوتی اور وہ متفق عقائد کے خلاف بھی نہیں ہوتی بلکہ ان میں پختگی اور تقویت کا سامان ہوتی ہیں۔ ان باتوں کو وہ مانتے ہیں اور انہیں اپنا عقیدہ قرار دیتے ہیں لیکن اہل ظاہر اور اس مقام سے قاصر ہوں پر وہ ان عقائد کو مسلط نہیں کرتے بلکہ وہ ان کا اپنا اور اک اور اپنا اعتماد ہوتا ہے جو اس منزل بلند پر فائز ہونے اور مظاہر ذات و صفات میں فکر و تدبیر کے نتیجے میں رونما ہوتا ہے، اس پر وہ قرآن و حدیث سے دلائل بھی رکھتے ہیں کیونکہ ان کا یہ مسلمہ اصول ہے کہ جو کشف بھی نصوص قرآن و حدیث کے خلاف ہو، رد کر دیا جائے گا۔ پہلے وہ اپنے ہر انکشاف کو ان نصوص و اصول پر پیش کر کے پر کھ لیتے ہیں۔ جب اسے کلام باری اور حدیث نبوی کے مطابق پاتے ہیں تو قبول کرتے ہیں ورنہ رد کر دیتے ہیں۔

قرآن و حدیث کے لطائف و معانی کی انتہاء نہیں۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيهِ۔ (یونس ۱۲) اور ہر علم والے سے اوپر ایک علم والا ہے۔ اس لئے یہ کوئی مقام حیرت نہیں کہ بہت سے معانی تک عام عقولوں کی رسائی نہ ہو سکے اور اربابِ کشف و مشاہدہ کو صفاتے قلوب اور فضلِ ربانی کے نتیجے میں ان معانی کا بدیہیات و محسوسات کی طرح اور اک ہو جائے اور ارباب ظاہر کسی دیدہ و درکی تفہیم و تلقین کے بغیر انہیں سمجھنے سے بھی قادر ہوں۔ یہ عام عقولوں کا قصور ہے، ان اچھے اولیاء اور ان کے پاکیزہ و بلند عقائد و افکار کا نہیں۔

عائیٰ یا تو ان کے علم و تقویٰ اور کشف و مشاہدہ پر اعتماد کرتے ہوئے قبول کرے یا خاموش رہے کیونکہ وہ ایسے لازمی عقائد نہیں جن کا قبول جزو ایمان اور لازم اسلام ہو۔

بہت سے لوگ ان مخصوص عقائدِ صوفیہ و مشاہداتِ اولیاء کی اس حیثیت کو بھول جاتے ہیں اور یہ سمجھنے لگتے ہیں کہ یہ سب وہ قطعیات ہیں جن کے بغیر صوفیہ کے نزدیک کوئی مسلمان نہیں ہو سکتا حالانکہ یہ مخفی خام خیالی اور اقسامِ عقائد سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ خود وہ عقائد جو تمام اہلسنت کی کتابوں میں مدون ہیں، ان میں کتنے ایسے ہیں جن کو آج تک کسی عالم نے عقائدِ قطعیہ ضروریہ سے شمار نہ کیا اور نہ ان کے منکر پر حکمِ کفر عائد ہوا۔ ہاں! بے شمار عقائدِ قطعی یقینی اجتماعی بھی ہیں جن میں سے کسی ایک کا بھی صریح انکار حکمِ تکفیر کیلئے کافی ہے۔

یہ سب عقائد کی مبسوط کتابوں کے مطالعہ اور ان پر اچھی طرح غور و فکر کرنے سے منکشf ہو سکتا ہے۔ اب آپ اس تمهید کو ذہن میں رکھیں اور زگاہِ عرفان و بصیرت اور دیدہ عشق و عقیدت کے ساتھ اگلے اوراق کا مطالعہ کریں۔



باب اول:تصوُّفِ اعتقادیوحدةُ الْوُجُودِ:

صوفیہ کرام اور اہل عرفان ”لَا مَوْجُودٌ إِلَّا اللَّهُ“ کے قائل ہوتے ہیں۔ ان کی نظر میں خدا تعالیٰ کے سواب معدوم ہیں، موجود وہی ذات احمد ہے۔ اہل ظاہر نے ہمیشہ یہی کہا کہ یہ معنی عقول متوسطہ کی دنیا سے ماوراء ہے اور عقل اس کا ادراک ہونا ممکن نہیں لیکن علامہ فضل حق خیر آبادی عَلیہ السلام ربانی ہیں جنہوں نے اپنے رسالہ ”الرُّوضُ الْمُجُودُ فِي تَحْقِيقِ وَحدَةِ الْوُجُودِ“ میں اس مسئلہ کی حقانیت پر دلیل عقلی قائم کی اور فرمایا کہ یہ دلائل عقول متوسطہ ہی کی دنیا میں ہیں جنہیں کوئی فلسفی رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

پورا رسالہ قابل دید ہے۔ حکیم سید محمد احمد برکاتی کے اردو ترجمہ کے ساتھ مکتبہ قادریہ لاہور سے دوسری بار شائع ہو چکا ہے۔

علامہ خیر آبادی عَلیہ السلام نے اپنے حاویہ قاضی مبارک میں بھی جا بجا اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور بہت کچھ تفصیل بھی فرمائی ہے۔

امام احمد رضا عَلیہ السلام اپنی زندگی بھر وحدۃ الوجود کی حقانیت کے معتقد رہے اور متعدد تصانیف میں بھی اس کا ذکر فرمایا۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

”مرتبہ وجود میں صرف حق ہے کہ ہستی حقیقت اُسی کی ذات پاک سے خاص ہے۔ وحدت وجود کے جس قدر معنی عقل میں آسکتے ہیں، یہی ہیں کہ وجود واحد موجود واحد۔ باقی سب مظاہر ہیں کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی بہرہ نہیں رکھتے۔

**مُكْلُ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ (قصص: 88)**

”ہر چیز فانی ہے سو اُس کی ذات کے۔“

اور حاشا یہ معنی ہرگز نہیں کہ من و تو، زید و عمر و ہر شے خدا ہے۔ یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے اور پہلی بات اہل توحید کا مذہب ہے جو اہل اسلام و ایمان حقیقی ہیں۔ (کشف حقائق و اسرار و دقات صفحہ 15)

دوسری جگہ ایک تقریبی مثال سے یہ مسئلہ اور اس میں تین فرقوں کا بیان قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ایک بادشاہ اعلیٰ جاہ آئینہ خانہ میں جلوہ فرمائے جس میں تمام مختلف اقسام و اوصاف کے آئینے نصب ہیں۔ آئینوں کا تجربہ کرنے والا جانتا ہے کہ ان میں ایک ہی شے کا عکس کس قدر مختلف طوروں پر متحلی ہوتا ہے۔ بعض میں صورت خلاف نظر آتی ہے، بعض میں دھندلی، کسی میں سیدھی، کسی میں الٹی، ایک میں بڑی، ایک میں چھوٹی، بعض میں پتلی، بعض میں چوڑی، کسی میں خوشنا، کسی میں بھونڈی۔ یہ اختلاف آئینوں کی قابلیت کا ہوتا ہے، ورنہ وہ صورت جس کا اس میں عکس ہے، خود واحد ہے ان میں جو حالتیں پیدا ہوئیں، متحلی ان سے منزہ ہے۔ ان کے الٹے، بھونڈے، دھندلے ہونے سے اس میں کوئی قصور نہیں ہوتا۔ وَلِلّهِ الْمَثُلُ الْأَعْلَى۔ اب اس آئینہ خانہ کو دیکھنے والے تین قسم کے ہوئے:

اول: ناس بھجھ بچ، انہوں نے گمان کیا کہ جس طرح بادشاہ موجود ہے یہ سب عکس بھی موجود ہیں کہ یہ بھی تو ہمیں ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے وہ۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ یہ اس کے تابع ہیں، جب وہ اٹھتا ہے یہ سب کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ چلتا ہے یہ سب چلنے لگتے ہیں، وہ بیٹھتا ہے یہ سب بیٹھ جاتے ہیں۔ تو عین یہ بھی اور وہ بھی مگر وہ حاکم ہے یہ ملکوم اور اپنی نادانی سے یہ نہ سمجھا کہ وہاں تو بادشاہ ہی بادشاہ ہے۔ یہ سب اسی کے عکس ہیں۔ اگر اس سے جواب ہو جائے تو یہ سب صفحہ، ہستی سے معدوم محض ہو جائیں گے، ہو کیا جائیں گے، اب بھی تو حقیقی وجود سے کوئی حصہ ان میں نہیں۔ حقیقتہ بادشاہ ہی موجود ہے

باقی سب پر تو کی نمود ہے۔

**دوم:** اہل نظر و عقل کامل، وہ اس حقیقت کو پہنچ اور اعتقاد بنائے کہ بے شک وجود ایک بادشاہ کیلئے ہے۔ موجود ایک ہی ہے۔ یہ سب ظل و عکس ہیں کہ اپنی صد ذات میں اصلاً وجود نہیں رکھتے اس تجلی سے قطع نظر کر کے دیکھو کہ پھر ان میں کچھ رہتا ہے؟ حاشا عدم محض کے سوا کچھ نہیں اور جب یہ اپنی ذات میں معدوم و فانی ہیں اور بادشاہ موجود۔ یہ اس نمود وجود میں اسی کے محتاج ہیں اور وہ سب سے غنی، یہ ناقص ہیں وہ تام۔ یہ ایک ذرہ کے بھی مالک نہیں اور وہ سلطنت کا مالک، یہ کوئی کمال نہیں رکھتے۔ حیات، علم، سمع، بصر، قدرت، ارادہ، کلام سب سے خالی ہیں اور وہ سب کا جامع۔ تو یہ اس کا یعنیں کیونکر ہو سکتے ہیں؟ لا جرم یہ نہیں کہ وہ سب وہی ہیں بلکہ وہی وہ ہے اور یہ صرف اس تجلی کی نمود۔ یہی حق و حقیقت ہے اور یہی وحدۃ الوجود۔

**سوم:** عقل کے اندر ہے، کبھی کے اوندر ہے اُن نا سمجھہ بچوں سے بھی گئے گزر گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ جو صورت بادشاہ کی ہے وہی ان کی۔ جو حرکت وہ کرتا ہے یہ سب بھی۔ تاج جیسا اس کے سر پر ہے بعینہ ان کے سروں پر بھی۔ انہوں نے عقل و دانش کو پہنچھ دے کر بکنا شروع کیا کہ یہ سب بادشاہ ہیں اور اپنی سفراہت سے وہ تمام عیوب و نقائص جو نقصان قوابل کے باعث ان میں تھے، خود بادشاہ و ان کا مرد کر دیا کہ جب یہ وہی ہیں تو ناقص، عاجز، محتاج، الٹے، بھونڈے، بد نہما، دھنڈ لے کا جو میں ہے، قطعاً نہیں ذمائم سے متصف ہے۔

تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ عُلُوٌّ كَبِيرٌ

انسان عکس ذات میں آئینے کا محتاج ہے اور وجود حقیقی اختیار سے پا کے۔ وہاں جسے آئینہ کہئے وہ خود بھی ایک ظل ہے پھر آئینہ میں انسان کا صرف سطح مقابل کا عکس پڑتا ہے جس میں انسان کے صفات مثل کلام، سمع، بصر، عزم و ارادہ و حیات و قدرت سے اصل انہم و بھی چیزیں ہیں تائید ہیں وجود حقیقی عنہ جواہر۔

کی تخلی نے اپنے بہت ظلال پر نفس ہستی کے سوا ان صفات کا بھی پرتو ڈالا۔ یہ وجہ اور بھی ان بچوں کی نافہمی اور ان اندھوں کی گمراہی کا باعث ہوئیں اور جن کو مددیت ہوئی وہ سمجھ لئے کہ

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں  
ہر کجا می نگری انہمیں ساختہ اند  
انہوں نے صفات اور خود وجود کی دو قسمیں کیں:

1- حقیقی ذاتی کہ متخلی کیلئے خاص ہے۔

2- ظلی عطای کہ ظلال کیلئے ہے۔

اور حاشایہ تقسیم اشتراکِ معنی نہیں بلکہ م Hispan مخالفت فی اللفظ۔

یہ ہے حقِ حقیقت و عین معرفت و لَلَّهُ الْحَمْدُ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 6 صفحہ 133، 134)

### صفاتِ باری تعالیٰ:

صفاتِ باری تعالیٰ سے متعلق بھی اعلیٰ حضرت مسیح مسکِ عرفاء کی حقانیت کے قائل ہیں۔ ظاہر ہے کہ صوفیہ کرام جب لا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ کے قائل ہیں تو صفاتِ باری کو غیر ذات یا لامعین لا غیر کیے کہہ سکتے ہیں۔ جب سارا عالم ان کی نظر میں وجود واحد کا پرتو ہے تو خود صفاتِ باری کو لامعین کیونکر کہہ سکتے ہیں؟

امام احمد رضا<sup>رض</sup> جس ماحول میں کلام فرماتے تھے، وہ عوام اہل سنت اور اہل ظاہر کا ماحول تھا۔ اس مقام پر انہوں نے متكلمین کی طرح صفاتِ باری تعالیٰ کو لامعین و لا غیر ہی ہی بتایا ہے مگر المعتقد المنتقد (1270ھ) للعلامة فضل الرسول البدائیونی<sup>رض</sup> کے حاشیہ "المعتمد المستند بناء نجاة الابد" (1320ھ) میں مسلک صوفیہ کی کامل تحقیق فرمائی ہے اور آخر میں فرماتے ہیں:

فَالَّذِي نَعْتَقِدُهُ فِي دِينِ اللَّهِ تَعَالَى أَنَّ لَهُ عَزَّ وَجَلَّ صَفَاتٌ أَزْلِيَّةً قَدِيمَةً  
وَهِيَ الْكَمَالَاتُ الْحَاصَلَةُ لِلذَّاتِ بِنَفْسِ الذَّاتِ فَلَا مَصْدَاقٌ لَهَا إِلَّا  
الذَّاتُ فَلَهَا حَقِيقَةٌ بِهَا هِيَ هِيَ وَهِيَ الْمَعْانِي الْقَانِمَةُ الْقَدِيمَةُ

المحضيات للذات وحقيقة بها هي وما هي الا عين الذات من دون زيادة اصلاً فهم وثبتت وياك ان تزل فان المقام مزلاً الاقدام وبالله التوفيق و به الاعتصام۔ (المحمد المستند بناء نجاة الابد صفحه 49 ملخصاً)

### کلام الہی:

کلام الہی جو صفت باری ہے اس کے بارے میں امام احمد رضا بریلوی علیہ السلام اپنی تحقیق المعتمد المستند میں پھر ”الکشف شافی حکم فوجرافیا“ میں تحریر فرمائی ہے۔ حاشیہ المعتقد المتفقہ میں فرماتے ہیں:

”ہمارے نزدیک حق یہ ہے کہ نفسی اور لفظی کی تقسیم متاخرین نے معتزلہ کو خاموش کرنے اور پست عقول کو سمجھانے کی خاطر کی ہے جیسے کہ متاخرین نے مشاہدات میں تاویل کی راہ اختیار فرمائی ہے اور نہ ہب وہی ہے جس پر ائمہ سلف ہیں کہ کلام باری واحد ہے جس میں اصلًا کوئی تعدد نہیں،۔

(المعتمد المستند بناء نجاة الابد صفحہ 36 مترجم)

یہاں اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں:

”وہی قرآن جو باری تعالیٰ کی صفت قدمیہ ہے جو اس کی ذاتِ پاک سے ازاً بدأ قائم و مستحیل الانفكار ہے وہی ہماری زبانوں سے متعلق ہمارے کانوں سے مسونع ہمارے اور ارق میں مکتوب ہمارے سینوں میں محفوظ ہے۔ نہ یہ کہ کوئی اور جدا شے قرآن پر دال ہے۔ نہیں نہیں یہ سب اسی کی تجلیاں ہیں، حقیقت وہی متحلی ہے بغیر اس کے کہ وہ ذاتِ الہی سے جدا ہو یا کنوتوں (لباسوں) کے حدوث سے اُس کے دامن قدم پر کوئی داغ آیا ہو یا ان کے تکٹھے سے اس کی طرف تعدد نے راہ پایا ہو۔

وَمِنْهُمْ مَنْ كَرِهَ لِبَاسَهُ فَلَمَّا  
خَلَلَهُ أَنْهَى عَنْهُ شَفَاعَةَ اللَّهِ

شَفَاعَةَ اللَّهِ مَنْ كَرِهَ لِبَاسَهُ فَلَمَّا  
خَلَلَهُ أَنْهَى عَنْهُ شَفَاعَةَ اللَّهِ

عارف بالله سید عبد الوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی ”میزان الشریعہ“

الکبریٰ، میں فرماتے ہیں:

قد جعله (ای المکتوب والمصحف) اہل السنۃ والجماعۃ حقيقة  
کلام اللہ تعالیٰ و ان کان النطق به واقعاً منا فافهم واکثر من ذلک  
لا يقال ويسيطر في كتابه

”ابن سنت نے قرآن مکتوب کو حقیقتہ کلام اللہ تعالیٰ قرار دیا ہے اگرچہ اس کا نطق  
ہماری زبان سے واقع ہے تو اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ اس سے زیادہ کچھ بولنے یا  
کسی کتاب میں لکھنے کی گنجائش نہیں۔“ (الکشف شافیا حکم فوتو جرانی صفحہ 26 تا 29 تلخیصاً)

حاشیہ المعتقد المعتمد میں فرماتے ہیں:

عَرَفَ هَذَا مَنْ عَرَفَ وَمَنْ لَمْ يَقِدِّرْ عَلَى فَهْمِهِ فَعَلَيْهِ أَنْ يُوْمَنْ بِاللَّهِ  
وَسَائِرِ صَفَاتِهِ مِنْ دُونِ ادْرَاكِ الْكَنْدِ (المعتمد المستند بناء نجاة الابد صفحہ 36)

اس پر ایمان لانا بھی ایک علم ہے۔ ملفوظات میں حضرت شیخ اکبر اور اکابر فن کا قول نقل  
فرماتے ہیں:

”علم باطن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ اس کے علموں کی تصدیق کرے۔ اگر نہ جانتا  
اُن کی تصدیق نہ کرتا۔ پھر حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس حالت میں صبح کر کہ تو  
خود عالم ہے یا علم سیکھتا ہے یا علم کی باتیں سنتا ہے یا ادنیٰ درجہ یہ کہ علم سے محبت  
رکھتا ہے اور پانچواں نہ ہونا کہ ہلاک ہو جائے گا۔“ (المفوظات حصہ 1 صفحہ 6 ملخصاً)

### مقامِ مصطفیٰ:

مقامِ مصطفیٰ سے متعلق امام احمد رضا عَلِيٰ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ نے اپنی تصانیف میں بہت کچھ لکھا ہے  
اہل نشر کے یہاں حقیقتِ محمد یہ عَلِيٰ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ وَجوب و امکان کے درمیان بزرخ کبریٰ ہے۔  
فرماتے ہیں:

”جس طرح مرتبہ وجود میں صرف ذات حق ہے باقی سب اسی کے پر تو  
وجود سے موجود، یوں ہی مرتبہ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفیٰ ہے باقی  
سب پر اسی کے عکس کا فیض وجود۔ مرتبہ کون میں نورِ واحدی آفتاب ہے اور

تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبہ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب اور سارا جہان  
اس کے آئینے دفعیٰ ہذا اقول۔

خالقِ کلِ الوریٰ ریک لاغیرہ  
نورک کلِ الوریٰ غیرک لم لیسَ لَنْ

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابد۔

نورِ محمدی ملیٹیل کا عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو  
کچھ نہ بنتا۔ یوں ہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے۔ آج اس کا قدم  
درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃ نفے محض ہو جائے۔

وہ جونہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جونہ ہوں تو کچھ نہ ہو  
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے۔

(صلات الصفائی نور المصطفیٰ 59 صفحہ 61)

اسی مضمون کو قدرے اختصار کے ساتھ کشف "حقائق و اسرار و دقائق" میں لکھا ہے  
اور "سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" میں مزید تفصیل کا حوالہ دیا ہے۔ "صلات الصفاء"  
فی نور المصطفیٰ، میں بھی علمائے ربانیین و عرفائے کاملین کے بعض اقوال نقل فرمائے ہیں اور  
بڑے انوکھے انداز میں حدائق بخشش میں اظہار فرمایا ہے:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبدیت کہاں  
حیراں ہوں یہ بھی ہے خطا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں  
حق یہ کہ ہیں عبد اللہ اور عالم امکاں کے شاہ  
برزخ ہیں ہو برز خدا، یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں۔

حقیقتِ محمد یہ ہے کہ علنہ ممکنات اور ذات واجب الوجود کے درمیان برزخ اور واسطہ ہے۔ اس مسئلہ کو شامراز  
افت کے ساتھ بیان کرنے کی کامیاب کوشش کی گئی ہے اور فرمایا گیا ہے کہ ہم نے موجود کی دو ہی قسمیں جان میں  
واجب۔  
ممکن۔

ذات رسالت کو ہم کس میں شامل کریں۔ اگر واجب کہیں (باقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

محمد مظہر کامل ہے حق کی شان عزت کا  
نظر آتا ہے اس کثرت میں کچھ انداز وحدت کا  
یہی ہے اصل عالم ماڈہ ایجاد خلق کا  
یہاں وحدت میں برپا ہے عجب ہنگامہ کثرت کا

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) تو واجب بندہ نہیں ہو سکتا اور مصطفیٰ ملائیہ زندہ ہیں اور اگر ممکن کہیں تو ممکنات میں تصرفات و اختیارات کی وہ قدرت کہاں جو ہم مصطفیٰ ملائیہ میں دیکھ رہے ہیں۔ انہوں نے چشم زدن میں زمین سے آسمان اور آسمان سے لامکاں تک سیر کی پھر اسی وقت لامکاں سے زمین تک واپس بھی آگئے۔ اس عالم امکان میں ایک سے ایک اربابِ فضل و کمال اور ارباب حکومت و اقتدار و نما ہوئے لیکن یہ قدرت اور یہ کمال کسی میں نہ تھا۔ مصطفیٰ ملائیہ نے انگلی کے اشارے سے چاند و مکڑے کر دیا۔ سورج کو روک دیا۔ ان کی مرضی پر ذوبا ہوا سورج واپس آیا۔ ان کی انگلیوں سے پانی کا چشمہ روای ہوا جس سے پورا ایک لشکر سیراب ہوا۔ نہ جانے کتنے تصرفات و اختیارات ہیں جوان کی ذات سے چشم عالم نے ملاحظہ کئے، کسی اور ممکن میں دیکھے نہ گئے۔ ایسے نہیں اور عظیم تفاؤت کے باوجود انہیں ممکن کہیں تو کیسے کہیں؟ عقل حیران ہے کہ اگر یہ کہیں کہ وہ واجب بھی نہیں، ممکن بھی نہیں تو یہ بھی خطا اور غلط ہے۔ وہ واجب نہیں تو ممکن ضروری ہیں۔ اس لئے حق یہ ہے کہ وہ خدا کے بندے اور ممکن ہونے کے ساتھ علم امکان کے بادشاہ ہیں نہ تو وہ خدا ہیں نہ عالم امکان یعنی عام ممکنات میں سے ہیں بلکہ وہ اللہ کے راز سر بست اور خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ اور بروزخ ہیں۔

پہلے شعر میں ”یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں“ کا اشارہ ممکن اور واجب کی طرف ہے یعنی ان کی ذات سے ممکن و واجب دونوں کی نفی کرنا خطا ہے کیوں کہ وہ واجب قطعاً نہیں اور ممکن ضرور ہیں اگرچہ قدرت و اختیار میں سارے ممکنات سے برتر و بالا ہیں۔

دوسرے شعر میں عالم امکان سے مراد عام ممکنات ہیں جیسے ہم کہیں کہ سکندر سارے انسانوں کا بادشاہ اور پوری دنیا کا حکمران تھا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ خود دنیا سے باہر اور انسانوں سے ماوراء کوئی ہستی تھا بلکہ مراد یہی ہے کہ وہ تمام انسانوں کا بادشاہ ہونے کے باعث ان عام انسانوں کی صفات میں شامل نہ تھا۔ اس میں اور دیگر انسانوں میں بین فرق تھا۔ سارے انسان اس کے سامنے ملکیت اور رعایا کی حیثیت رکھتے تھے اور وہ ان کے سامنے بادشاہ اور فرماں روای کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے اس کو ان محکوم انسانوں کی فہرست میں لانا درست نہیں۔ اگرچہ بذات خود وہ بھی انسان ہی تھا۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

غور کیجئے کس قدر ذوق و عرفان سے لبریز اور حقیقت و معرفت سے بھر پور کلام فرمایا۔

مزید فرماتے ہیں:

کوئی کیا جانے کہ کیا ہو عقلِ عالم سے ورا ہو  
کنز مکتوم ازل میں دُرِّ مکنونِ خدا ہو  
سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو انتہا ہو  
تھے دیلے سب نبی، تم اصل مقصود ہدایہ ہو  
سب تمہاری ہی خبر تھے تم موخر مبتدا ہو  
”امام احمد رضا عجیب اللہ نے تخلی القین بان نبینا سید المرسلین“، (۱۳۰۵ھ) وغیرہ رسائل  
میں احادیث کریمہ اور اقوال علماء سے ثابت فرمایا ہے کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اول و آخر، ظاہر و باطن  
اور ہر چیز کے جانے والے ہیں۔ حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی عجیب اللہ نے مدارج  
النبوة کے دیباچہ میں بھی اسے ذکر کیا ہے۔

### علم مصطفیٰ:

اس بارے میں بھی امام احمد رضا عجیب اللہ نے خاص صوفیہ و عرفاء کا مسئلک اختیار فرمایا  
ہے وہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ما کان و ما یکون کا عالم مانتے ہیں اور اصحاب معرفت سے اس  
پر بہت سے دلائل اپنی تصانیف خالص الاعتقاد، الفیوضات الملکیہ الحب الدوّلۃ المکتیہ وغیرہ  
(باقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) اب یہ بات واضح ہو گئی کہ دوسرے شعر میں ”عالم امکان“ سے مراد عام ممکنات ہیں اور  
دوسرے شعر میں ”یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں“ کا اشارہ عام ممکنات اور اللہ و خدا کی طرف ہے، شعر اول میں مذکور لفظ  
ممکن و واجب کی طرف نہیں یعنی جب وہ عام ممکنات کے ہادشاہ اور عالم امکان کے فرمان روایت ہوئے تو وہ ان  
حکومیں اور اپنی رعایا کی صفت میں شامل نہ ہوئے اور جب وہ خدا کے بندے اور ممکن ہوئے تو خدا نہ ہوئے۔  
ماصل یہ کہ وہ عام ممکنات میں بھی نہیں اور خدا بھی نہیں بلکہ دونوں کے درمیان بزرخ دوستہ ہیں۔ سننے میں آیا ہے  
کہ کچھ عناد پرور اور متعصب قسم کے جاہل افراد اعتراض و استہزا، کے ساتھ ان شعروں کا عجب ناطق سلط مطلب  
بان کرتے ہیں۔ انہیں اپنے اندر ایک متجر عالم اور بلند پایہ عارف کا شعر سمجھنے کی صلاحیت بھی پیدا کرنی چاہیے۔  
ہمارا علم و فن میں دستگاہ اور شعر و ختن سے تعلق کے ساتھ ذوق اطیف اور پاک انساف کی بھی سخت نظر رہتے ہیں۔ ۱۲

میں پیش کرتے ہیں۔ خالص الاعتقاد میں فرماتے ہیں:

”ان تمام اجماعات کے بعد ہمارے علماء میں اختلاف ہوا کہ بیشتر علوم غیب جو مولیٰ علیہ السلام نے اپنے محبوب اعظم مئی علیہ السلام کو عطا فرمائے، وہ روزِ ازل سے یوم آخر تک تمام کائنات کو شامل ہیں جیسا کہ عموم آیات و احادیث کا مفاد ہے یا ان میں تخصیص ہے؟ بہت اہل ظاہر جانب خصوص گئے ہیں اور عام علمائے باطن اور ان کے اتباع سے بکثرت علماء ظاہر نے آیات و احادیث کو ان کے عموم پر رکھا ہمارا مختار قول اخیر ہے جو عام عرفانے کرام و بکثرت اعلام کا مسلک ہے۔ اس بارے میں بعض آیات و احادیث و اقوالِ آئمہ فقیر کے رسائل ”انباء المصطفیٰ“، میں ملیں گے اور ”اللؤل المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون“ (۱۳۱۸ھ) وغیرہ رسائل فقیر میں محمد اللہ تعالیٰ کثیر و وافر ہیں اور اقوالِ اولیاء کرام و علمائے عظام کی کثرت تو اس درجہ ہے کہ ان کے شمار کو ایک دفتر عظیم درکار ہے۔ (خالص الاعتقاد صفحہ ۲۶ و ۲۷ تک ملکیا)

بہت سے دلائل و اقوالِ آئمہ پیش کرنے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں:

”یہ کہنا آسان تھا کہ احمد رضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا قائل ہو گیا اور یہ عقیدہ کفر کا ہے مگر نہ دیکھا کہ احمد رضا کی جان کن کن پاک مبارک دامون سے وابستہ ہے۔ احمد رضا کا سلسلہ اعتقد علماء، اولیاء، آئمہ، صحابہ سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ رب العالمین تک مسلسل ملا ہوا ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“۔ (خالص الاعتقاد صفحہ ۵۱)

امام احمد رضا عہدۃ اللہ یہ رائج عقیدہ رکھتے ہیں کہ آقا کائنات علیہ الصلوٰت والتحیٰت اپنے امتيوں کے دلی ارادوں، نیتوں اور عزائم و خطرات سب سے آگاہ ہیں۔ اس میں سرکاہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و وفات کا کچھ فرق نہیں۔ آپ عہدۃ اللہ ہی نے اس مضمون کو متعدد مقامات؛ اکابر علماء کے حوالہ سے ذکر فرمایا ہے۔ اسی لئے آپ اپنی شاعری میں خاص واردات قلب بیان کرتے ہیں۔ محض شاعرانہ مبالغہ آمیزی اور مضمون بندی کو بارگاہ رسالت میں جرم عظیم

گردیتے ہیں۔

شیر پیشہ اہل سنت حضرت مولانا حشمت علی خان لکھنوی عزیز اللہ کے برادر خور د مولانا محبوب علی خان عزیز اللہ فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت عزیز اللہ کا کوئی کلام ایسا نہیں جو صرف قال ہو، حال نہ ہو بلکہ جو کچھ فرمایا، سر اسرحال ہے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور اس کے دوسرے دیکھنے والے بھی بحمدہ تعالیٰ موجود ہیں۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک حافظ صاحب جو حضور پر نور امام اہلسنت عزیز اللہ کے مخلصین میں سے تھے، کچھ کلام بغرضِ اصلاح سنانے کیلئے حاضر ہوئے۔ اجازت عطا ہوئی، سنانا شروع کیا۔ درمیان میں اس مضمون کے اشعار تھے کہ یا رسول اللہ! میں حضور کی محبت میں دن رات تڑپتا ہوں۔ کھانا، پینا، سونا سب موقوف ہو گیا ہے۔ کسی بھی وقت مدینہ طیبہ کی یاد دل سے علیحدہ نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت قبلہ علی التفتہ نے فرمایا: حافظ صاحب! اگر جو کچھ آپ نے لکھا ہے، یہ سب واقعہ ہے تو اس میں شک نہیں کہ آپ کا بہت بڑا امرت ہے کہ حضور اقدس ملائیق اللہ کی محبت میں آپ فنا ہو چکے ہیں اور اگر محض شاعرانہ مبالغہ ہے تو خیال فرمائیے جھوٹ کون سی سرکار میں؟ جنہیں دلوں کے ارادوں، خطروں، قلوب کی خواہشوں، نیتوں پر اطلاع ہے، جن سے اللہ تعالیٰ نے ما کان و ما یکون کا کوئی ذرہ نہ چھپایا۔ اس کے بعد اس قسم کے اشعار کثُر ادیے۔

### نکتیاراتِ مصطفیٰ:

اس بارے میں امام احمد رضا عزیز اللہ عرفانے کاملین کے مسلکِ راست پر بختی سے امزن ہیں۔ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ مصلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے خلیفہ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع، ان کے ارادے کے زیر فرمان کر دیے۔ جسے چاہتے ہیں، عطا فرماتے ہیں۔ مصلی اللہ علیہ وسلم

ان مباحث قدریہ کے جانفرزا بیان فقیر کے رسالہ "سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل الوریٰ" (۱۲۹ھ) میں بکثرت ہیں۔ وَلِلّهِ الْحَمْدُ

(الامن والعلیٰ لِناعمِ المصطفیٰ بِدَافِعِ الْبَلَاصِفَةِ ۸۷)

عارف باللہ عاشق رسول اللہ حضرت شیخ محقق مولانا عبد الحق محدث دہلوی عَلیہ الْحَمْدُ وَالْعَزْوَفُ بھی فرمائچے ہیں:

معلوم می شود کہ کارہمہ بدست ہمت و کرامت  
ہرچہ خواہد ہر کراخواہد باذن پروردگار خود بد ہد!  
اگر خیریت دنیا و عقبی آرزو داری  
بدرگاہش بیاو ہرچہ می خواہی تمنا کن

(ابوئی المعمات جلد ۱ صفحہ ۳۹۶)

امام احمد رضا عَلیہ الْحَمْدُ فرماتے ہیں:

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں  
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ ہیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب  
یعنی محبوب و محبت میں نہیں میرا تیرا  
وہ متعدد اکابر سے اسے نقل فرماتے اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں کہ جو شخص ہر خیال میں  
اپنے آپ کو رسول اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی ملک نہ سمجھے، وہ سنت نبی ﷺ کی حلاوت سے آشنا ہو۔

(الامن والعلیٰ لِناعمِ المصطفیٰ بِدَافِعِ الْبَلَاصِفَةِ ۸۲)

اسی عقیدے کے تحت عرض کرتے ہیں:

ہر سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے  
باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے  
تیرے تو وصف عجیب تناہی سے ہیں بری  
جیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

لیکن رضا نے ختمِ خن اس پر کر دیا  
خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تھے  
وہ عالم آخرت میں ان کی سیادت و حاجت روائی کا منظر آج سے زیادہ عیاں طور پر  
بیکھر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

ماوشہ تو کیا کہ خلیلِ جلیل کو  
کل دیکھنا کہ ان سے تمنا نظر کی ہے

نیز فرماتے ہیں:

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے  
کل نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

امام احمد رضا عَزَّلَهُ اللَّهُ کے زمانے میں وہ لوگ پیدا ہو چکے تھے جو پیارے مصطفیٰ صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ  
کے علوم کمالات میں بے جا کلام کرتے اور بے ادبی و گستاخی سے پیش آتے۔ اس لئے امام  
حمد رضا عَزَّلَهُ اللَّهُ نے اپنی کلامی و تردیدی تصانیف میں سر کارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناۃ کے علوم و  
اختیارات اور فضائل و کمالات پوری قوت کے ساتھ و اشگاف کر کے بیان کئے۔ اگرچہ یہ  
کتابیں علمی رنگ لئے ہوئے ہیں مگر امام احمد رضا عَزَّلَهُ اللَّهُ اپنے مسلک کے مطابق اولیاء و  
رفقاء کے حقائق و معارف بھی پیش کرتے جاتے ہیں۔ شاید ہی ایسی ان کی کوئی کتاب ذوق  
عرفان سے خالی ملے۔

یہاں میں امام احمد رضا عَزَّلَهُ اللَّهُ کا ایک حقیقت آموز کلام پیش کرتا ہوں جو علمی بھی ہے  
ورعفانی بھی اور بارگاہ رسول میں ان کا حق آشنا عقیدہ واضح کرنے کیلئے کافی و دافی بھی۔  
رماتے ہیں:

میرے ایک دعنط میں ایک نفس نکلتے مجھ پر القا ہوا تھا، اُسے یاد رکھو کہ جملہ فضائل حضور  
قدس صَلَّی اللَّهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کیلئے معیارِ کامل ہے۔ وہ یہ کہ کسی منعم کا دوسرا کو کوئی نعمت نہ دینا چارہی طور پر  
وتاتا ہے۔

- دینے والے کو اس نعمت پر دستِ نہیں۔

-2- دے سکتا ہے مگر خل مانع ہے۔

-3- جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہ تھا۔

-4- وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے، اس کیلئے بچار کھی۔

الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت رباني نہیں۔ باقی تمام کمالات تحت قدرتِ الہی ہیں اور اللہ تعالیٰ اکرم الا کر میں، ہر جواد سے بڑھ کر بُواد اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہر فضل و کمال کے اہل اور حضور سے زائد اللہ علیہ السلام کو کوئی محبوب نہیں۔ لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے فضائل، جس قدر کمالات، جتنی نعمتیں، جس قدر برکات ہیں، مولی علیہ السلام نے سب اعلیٰ وجہ کمال پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائیں۔ (الملفوظ الحصہ 2 صفحہ 40)

اسی لئے عارفِ رباني حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی عزیز اللہ عزیز "دار النبوة" میں فرماتے ہیں:

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برو تمام

اعلیٰ حضرت عزیز اللہ عزیز رقم طراز ہیں:

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا، نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا  
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہرو کلام و بقا کی قسم  
زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے  
چینیں و چنان تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے  
اصلت کل، امامت کل، امارت کل  
حکومت کل، ولایت کل خدا کے یہاں تمہارے لئے

### تعظیمِ رسول:

جب دل میں محبوب کی عظمت اور آقا کی محبت جلوہ آرا ہو تو دل تعظیم کیلئے خود ہی بے قرار ہو گا۔ یہی عشق و عرفان کا تقاضا ہے اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے آپ وضو کیلئے اس طرح ٹوٹ پڑتے تھے گویا اس تبرک کیلئے جنگ ہو جائے گی۔ موئے مبارک حرزِ جان بنانا کرتے۔ گھسان کی لڑائی میں بھی اگر کھو جائے تو اپنی جان سے بے پرواہ کو

اس کی تلاش میں لگ جائیں اور جب تک مل نہ جائے، دم نہ لیں۔ تمام عرفاء و اولیاء اسی اعتقادِ عظمت و تعظیم کے ساتھ اپنی پوری زندگیوں میں کار بند ہے۔ امام مالک علیہ السلام نے تعظیمِ رسول کے پیش نظر مذہب طیبہ میں کبھی سواری نہ کی۔ اس کیلئے انہیں کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی۔ بس یہی دلیل کافی تھی کہ خدا اور رسول نے اس تعظیم سے منع نہیں فرمایا ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں:

”لَوْجُبِهِ اطْلَاقِ آيَاتِ حضُورِ أَقْدَسِ مَسْلَمَ كَتَبَ تَعْظِيمَ جِسْ طَرِيقَةَ سَيَّدِهِ كَيْ جَاءَهُ كَيْ،  
خَسْ وَمُحَمَّدُ رَبِّهِ ہے گی اور خاص خاص طریقوں کیلئے ثبوتِ جُد اگانہ درکار نہ ہوگا۔  
ہاں! اگر کسی خاص طریقہ کی برائی بالتفصیل شرع سے ثابت ہو جائے گی تو وہ  
بے شک منوع ہوگا جیسے حضور اقدس مصلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرنا یا جانور ذبح کرتے وقت  
بجائے تکبیر حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا۔ اسی لئے علامہ ابن حجر عسکری علیہ السلام ”جوہر منظم“  
میں فرماتے ہیں: نبی مصلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تمام اقسامِ تعظیم کے ساتھ جن میں اللہ تعالیٰ  
کے ساتھ الْوَهْيَت میں شریک کرنا نہ ہو، ہر طرح امرِ مُتَّحِّسٍ ہے، اُن کے  
زدِ کیک جن کی آنکھوں کو اللہ تعالیٰ نے نور بخشا ہے۔“

(اقامة القيامة على طاعن القيام لنبی تہامہ صفحہ 29 ملخصاً)

بارگاہ رسالت میں حاضری کا ادب کوئی امام احمد رضا علیہ السلام کے قلبِ حق آشنا سے  
پوچھئے۔ دیکھئے، وہ کیا فرماتے ہیں:

”جَبْ حَرَمْ مُحَترِمْ مَدِينَةَ مِنْ دَاخِلِهِ هُوَ أَحْسَنْ يَهِيْ ہے کہ سواری سے اتر پڑے روتا،  
سر جھکائے، آنکھیں نیچی کئے چلے، ہو سکے تو برهنه پائی بہتر بلکہ  
جائے سر است اینکہ تو پامی نہی  
پائے نہ بنی کہ کجا می نہی

جب در مسجد پر حاضر ہو، صلوٰۃ وسلام عرض کر کے قدرے توقف کرے  
گویا سر کار مصلی اللہ علیہ وسلم سے اذنِ حضوری کا طالب ہے۔ اس وقت جو ادب و تعظیم

واجب ہے، مسلمان کا قلب خود واقف ہے۔ زنہار زنہار اس مسجدِ قدس میں کوئی حرف چلا کرنہ کہے۔ یقین جان کہ وہ مزارِ اعطر و انور میں بحیاتِ ظاہری دنیاویٰ حقیقی دیے ہی زندہ ہیں جیسے پیش از وفات تھے۔ ائمہ دین فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ایک ایک قول فعل بلکہ دل کے خاطروں پر مطلع ہیں۔

اب وہ وقت آیا کہ دل کی طرح رخ بھی اس پاک جالی کی طرف ہو گیا جو اللہ تعالیٰ کے محبوب عظیم الشان کی آرامگاہِ رفع المکان ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم گردن جھکائے، آنکھیں پنجی کئے، لرزتا، کانپتا، بید کی طرح تھر تھراتا، ندامت گناہ سے عرقِ شرم میں ڈوبا قدم بڑھا۔ خضوع و وقار، خشوع و انکسار کا کوئی وقیقہ فرو گذاشت نہ کر۔ سوا سجدہ و عبادت کے جو بات ادب و اجلال میں اکمل ہو بجا ل۔ زنہار جالی شریف کے بوسرہ و مس سے دور رہ کہ خلاف ادب ہے۔ اب نہایت ہیبت و وقار کے ساتھ مجر اوتسلیم بجا ل۔ بہ آواز حزیں و صورت درد آگیں و دل شرمناک و جگر صدقہ چاک معتدل آواز سے، نہ نہایت نرم و پست نہ بہت بلند و سخت عرض کر:

السلامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ  
السلامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
السلامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللَّهِ  
السلامُ عَلَيْكَ يَا شَفِيعَ الْمُذْنِبِينَ  
السلامُ عَلَيْكَ وَعَلَى إِلَكَ وَأَصْحَابِكَ أَجْمَعِينَ۔

(الغیرۃ الوضیة شرح الجوہرۃ المفتیۃ صفحہ 44 تا 46 ملخصا)

”صحابہ کرام کے پاک و صاف عرفانی و ایمانی دلوں میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درجہ محبت و عظمت تھی کہ جانور کو حضور کا سجدہ کرتے دیکھ کر بے قرار ہو گئے۔ عرض کیا: سرکار! جانور تو آپ کو سجدہ کریں اور ہم محروم ہیں۔ کیا ہمیں اجازت نہ ہوگی؟ ارشاد ہوا: میری شریعت میں غیر خدا کا سجدہ رو انہیں اگر

ہوتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے۔

(الزبدۃ الزکریۃ فی تحريم جحود الحجۃ ملخصاً مفہوماً)

کبھی بھی امام احمد رضا عَلیْہ الْحَمْدُ اللّٰہُ پر بھی صحابہ کرام جیسی کیفیتِ شوق طاری ہوتی ہے لیکن پاسِ شریعت و طریقت اور افشاءِ ذوق و حقیقت دونوں کو جس حسن و خوبی سے نجات ہے ہیں، وہ اہلِ کمال، ہی کا حصہ ہے۔ فرماتے ہیں:

پیشِ نظر وہ نو بہارِ سجدے کو دل ہے بیقرار

روکنے سر کو روکنے، ہاں یہی امتحان ہے

دوسری جگہ فرماتے ہیں:

نہ ہو آقا کو سجدہ، آدم و یوسف کو سجدہ ہو

مگر سدہ ذرا لع ذاب ہے اپنی شریعت کا

دل کا تقاضا اور بڑھتا ہے تو یوں تسلی دیتے ہیں:

اے شوقِ دل! یہ سجدہ گر ان کو روانہ نہیں

اچھا وہ سجدہ کیجھے کہ سر کو خبر نہ ہو

یہ کیفیتِ شوقِ اسی کے قلب میں پیدا ہو سکتی ہے جو مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے مرتبہ کمال و جلال سے اچھی طرح آشنا ہوا اور جس کا دل حضور صَلَّی اللہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی محبت و عظمت کے نور سے لبریز ہو، وہ دل جس میں آقا صَلَّی اللہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کے اکرام و تعظیم کی وہ تڑپ پیدا ہو چکی ہو، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں پائی جاتی تھی اور وہ دارِ تکمیلی شوق جس کے نتیجہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول خدا صَلَّی اللہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی ہر تعظیم و تکریم بجالاتے یہاں تک کہ حضور صَلَّی اللہُ عَلٰیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی تعظیم کیلئے سجدہ کی اجازت طلب کرتے اور اگر حضرت یوسف و یعقوب عَلٰیہِمَا السَّلَامُ میں بھی سجدہ تعظیمی کا جواز ہوتا تو یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہ تعظیم بھی عملاء کرنے کے بعد ہی سکون پاتے۔ جو دل عظمت سرکار سے بالکل خالی ہو وہ تو اس قسم کے تصورات کو بھی شرک سمجھے گا اور جس دل میں عظمت اُس کمال پر نہ پہنچی ہو، ہرگز اس میں تعظیم کی وہ تڑپ نہ ہوگی جو خاص اہل عشق و عرفان کا حصہ ہے۔

امام احمد رضا عزیز اللہ کی بیتابی دل ہمیں ان کے مقامِ عشق کا پتہ دیتی ہے اور ان کے جذبہ تغظیم کی عظمت سے آگاہ کرتی ہے۔ عرفان و تصوّف میں مرتبہ کمال کے بغیر حبیب رب العالمین مثلاً علیہ السلام سے اس درجہ تعلق خاطر ممکن نہیں۔ امید ہے کہ اربابِ دانش کیلئے میرے یہ اشارات کافی ہوں گے۔



باب ۸

## تصویف عملی

دین پر و انسان نہ ہوا ہو کہ میں تصویف اعتقادی سے آگے بڑھ کر تصویف علمی کا  
ذکر پختہ ڈال دیں۔ امام احمد رضا نبی اللہ اور کیفیت کے ذوق و کیف کی یہ جو حادثیں ذکر ہوئیں، ہم اسے عمومی  
ہیں۔ اعتقاد میں جو عمل قلب ہوتا ہے مگر غایص تعظیم و اجلاں میں جو عمل قلب ہے وہ محض  
اعلان و انتقام سے ادا کیا یہ غالباً عمل ہے۔ چونکہ سر کا مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا، سے متعلق  
تصویف اعتقادی ہے۔ قرآن میں مقیدہ تعظیم بھی شامل تھا تو شمنا اعتقاد کے بعد عمل کا بھی  
ذکر ادا کا یہ جست جس معمل ہو جائے۔

اب اتمام ہدم میں اسی نوع کا ایک اور عمل یہ یہ ذکر کرتا چلوں، وہ ہے:

### عشق رسال

ام احمد رضا نبی اللہ اور کیفیت دل و جان سے عالم آگاہ ہے۔ ان کے عشق کا  
حکم پا گیہ فیض میں ہے۔ انہوں نے عشق کا وہ درس دیا کہ دنیا سیکھا کرے اور عمل از عشق  
رسال و اس طرح پیش کیا کہ دنیا دیکھا کرے۔ اس باب میں ان کی کوئی کوئی کسی ادا یاد کی  
جائے اور اس کی تتنی سورتیں بیان کی جائیں۔ اس عشق کے جلوے ان کی نشر میں بھی ملے  
ہیں۔ انہوں میں سے ہمیں۔ یہاں نظم سے چند اشعار اور نثر سے ایک اقتباس پر اکتفاء کی جاتی ہے۔

وہ بات چھ آپ اپنے ذہنوں میں تازہ کر لیں کہ امام احمد رضا نبی اللہ اور شاعری سر اسرحال  
ہے۔ ان کا ۱۵۰۰ واریات قلب کا اظہار ہے۔ وہ بارگاہِ رسول میں جھوٹے احوال دکھانے سے  
ہٹنے ممکن نہیں۔ وہ اپنے آقا کو اپنی ہر کیفیت و حقیقت سے آگاہ و خبردار جانتے ہیں۔  
ماں باب نے عشقِ مجازی میں کہا تھا:

جس کو ہو جان و دل عزیز اس کی گلی میں جائے کیوں

کہ عشق ہے بمال و مال عشقِ مجازی میں کہاں؟ اس لئے حقیقی عشق والے نے یوں کہا:

پھر کے گلی گلی تباہ ٹھوکریں سب کی کھائے کیوں  
دل کو جو عقل دے خدا تیری گلی سے جائے کیوں  
رخصتِ قافلہ کا شور غش سے ہمیں اٹھائے کیوں  
سوتے ہیں ان کے سایہ میں کوئی ہمیں جگائے کیوں  
وہ درِ عشق ہی میں لطفِ دوا پاتے ہیں:

جان ہے عشقِ مصطفیٰ روز فزوں کرے خدا  
جس کو ہون درد کا مزہ نازِ دوا اٹھائے کیوں  
سنگِ درِ حضور سے ہم کو خدا نہ صبر دے  
جانا ہے سر کو جا چکے، دل کو قرار آئے کیوں  
وہ داعِ عشق کو قبر کی تاریکیوں کا اجالا سمجھتے ہیں:

لحد میں عشقِ رخشہ کا داع لے کے چلے  
اندھیری رات سنی تھی چراغ لے کے چلے  
اس کے بعد بھی وہ اپنے عشق کا محاسبہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک ان کے عشق میں  
ابھی کمی ہے۔ فرماتے ہیں: مجنوں کا عشقِ مجازی تھا تو سگِ دیارِ بیلی کے قدم چوئے۔ کیا ایسا  
نصیبِ تیرا بھی ہے؟

رضا کسی سگِ طیبہ کے پاؤں بھی چوئے  
تم اور آہ! کہ اتنا دماغ لے کے چلے  
مگر حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا حنفیہ دیارِ مدینہ سے ہر آنے والے مومن کا پاؤں  
چو متے خواہ وہ ان سے کتنا ہی فروٹر ہوا اور اگر کوئی بتاتا کہ دریار پر حاضر نہ ہوا، حرم کہہ ہی سے  
واپس چلا آیا تو اس سے منہ پھیر لیتے۔ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ حَجَّ وَلَمْ يَزُرْنِي فَقَدْ جَفَانِي۔

”جس نے حج کیا اور میری (قبر کی) زیارت کونہ آیا تو اس نے مجھ پر زیادتی  
کی، میرے ساتھ بد خلقی و بد سلوکی کی۔“

جس نے محبوب آقا میں چیلہ کے ساتھ بدسلوکی کی ہواں کے ساتھ ایک چھا عاشق و محبت خندہ روئی سے کیے پیش آ سکتا ہے؟

امام احمد رضا عہدیہ آتشِ عشق کو آتشِ جہنم سے نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اے عشق ترے صدقے جلنے سے جھٹے سنتے

جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے

سو ز دروں سے ان کا دل سُلکتا تھا اور خاص قلوبِ عرفاء و اولیاء کی طرح دل سوزِ عشق

سے کباب ہو چکا تھا۔ اسی لیے فرمایا:

اے دل! یہ سُلکنا کیا، جلنے ہے تو جل، ہی اُنھوں

دم گھٹنے لگا ظالم، کیا دھونی رمائی ہے

مزید فرمایا:

تو نے تو کر دیا طبیب آتشِ سینہ کا علان

آج کے دو دن آہ میں بوئے کباب آلی کیوں

وہ اپنے آقا کے سوا کسی کی دریوزہ گرمی کیلئے قطعاً رضا مند نہیں۔ ان کی غیرتِ عشق

ملاحظہ ہو:

تیرے مکڑوں سے پلے غیر کی خنوکر پنهنہ ڈال

جھز کیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

جن کے مکڑوں سے پلے ان کے سوا کوئی نظر وہ پہنچتا ہی نہیں۔ ماں گیں تو کس سے

ماں گیں؟ فرماتے ہیں:

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کامنہ کیا دیکھیں

کون نظر وہ میں بچے دیکھ کے تلوا تیرا

کس کامنہ تکے کہاں جائے، کس سے کہئے

تیرے ہی قدموں پہ مت جائے یہ پالا تیرا

اپنے آقا کی شان اور ان کی عطا پر اذ عان دیجئے

کون دیتا ہے دینے کو منہ چاہئے  
 دینے والا ہے سچا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 غمزدوں کو رضا مژده دیجے کہ ہے  
 بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 فریادِ امتی جو کرے حالِ زار میں  
 ممکن نہیں کہ خیرِ بشر کو خبر نہ ہو  
 علمِ مصطفیٰ کے بارے میں یہ صرف اعتقاد ہی نہیں عمل بھی ہے۔ وہ فریاد کر چکے ہیں  
 اس یقین کے ساتھ کہ آقا کو خبر ہے۔

کائنات مرنے جگر سے غمِ روز گار کا  
 یوں کھینچ لیجئے کہ جگر کو خبر نہ ہو  
 شہرِ رسول سے ان کی محبت کا علم دیدنی ہے۔ فرماتے ہیں:  
 عاصی بھی ہیں چہیتے یہ طیبہ ہے زاہد!  
 مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے  
 ہاں ہاں رہِ مدینہ ہے غافلِ ذرا تو جاگ  
 اوپاؤں رکھنے والے! یہ جا چشم و سر کی ہے  
 اللہ اکبر اپنے قدم اور یہ خاک پاک  
 حضرت ملائکہ کو جہاں وضع سر کی ہے

امام احمد رضا عَلیہ السلام اکابر علماء بیت المقدس کے درمیان ایک بڑے معرکۃ الارامسلکہ کا فیصلہ  
 بالکل عارفانہ و عاشقانہ تیور میں فرماتے ہیں جس کے بعد مخالف کیلئے کچھ اور بولنے کی گنجائش  
 ہی نہیں رہ جاتی۔ فرماتے ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل، مکہ ہی بڑا زاہد!  
 ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے  
 اس بارگاہ میں زخمِ دل اور دل کو بھی چکنے پھر کرنے کی اجازت نہیں دیتے، انہیں بھی

رس ادب دے رہے ہیں۔

دیکھ! او زخمِ دل! آپے کو سنjal  
پھوٹ بہتے ہیں پنکے والے  
ارے! یہ جلوہ گہ جاتا ہے  
کچھ ادب بھی ہے پھر کے والے  
پھر اپنے قدم پر نظر جاتی ہے تو فرماتے ہیں:  
حرم کی زمیں اور قدمِ رکھ کے چلنا  
ارے سر کا موقع ہے او جانے والے  
ان کی کرنفسی اور آقا مسیح علیہ السلام کی شفاعت و رحمت کا یقین دونوں کیجا ملا حظہ ہوں:  
نکی وہ دیکھ باد شفاعت کہ دے ہوا  
یہ آبرو رضا ترے دامنِ ترکی ہے

ایک اور جگہ فرمایا:

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پر بیشتر  
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں

نیز فرمایا:

سب نے صفتِ محشر میں لکار دیا ہم کو  
اے بیکسوں کے آقا! اب تیری دہائی ہے  
تصوُّف میں بڑا خت مقامِ محاسبہ نفس ہے، اسے امام احمد رضا عہدیہ کی امیدِ رحمت  
کے ساتھ یکجہاد کیجئے:

آنکھ تو انھتی نہیں، دیں کیا جواب  
ہم پر بے پُرسش ہی رحمت کیجئے

دوسری جگہ فرمایا:

زابد! ان کا میں گنہگار وہ میرے شافع  
اتی نسبت مجھے کیا کم ہے تو سمجھا کیا ہے  
ان کا حج نفل زیارتِ روضہ انور کا طفیلی ہو گیا:  
اس کے طفیل حج بھی خدا نے کرایے  
اصل مراد حاضری اس پاک در کی ہے  
کعبہ کا نام تک نہ لیا، طیبہ ہی کہا  
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے

### غیرتِ عشق:

امام احمد رضا علیہ السلام اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی بڑی سے بڑی حکومت کے آگے جھکنے کو تیار نہیں تھے۔ کسی نے انگریز گورنمنٹ کو سرکار کہہ دیا تو غیرتِ عشق پکارا تھی:

نہ بجز سرکار سرکار ایجاد  
سرکارے ہے سرکارے ندارم  
انہیں حیرت ہے کہ دنیا والوں کو کیا ہو گیا ہے؟ میرے آقا کے ہوتے ہوئے اپنی دنیا  
کے تاجداروں کو آقا کہہ رہے ہیں؟

کیا بھول ہے ان کے ہونے کھلائیں  
دنیا کے یہ تاجدار آقا  
ان کے ادنی گدا پہ مٹ جائیں  
ایے ایے ہزار آقا

یہ بھی ان کی غیرتِ عشق ہی کا نتیجہ ہے کہ اگر مدح کی ہے تو صرف اپنے آقا کی یا ان  
کے آل واصحاب کی، ان کے اولیاء اور علماء کی۔ کسی غیر سے انہیں نیاز مندانہ تعلق خاطر کبھی  
نہ ہو سکا۔ کفار تو کفار مسلم نوابوں کی منقبت لکھنا بھی گوارا نہیں۔ ان کی وہ نعمت اور اس کا  
واقعہ مشہور ہے کہ بعض حضرات نے فرمائش کرڈیں کہ نواب نان پارہ ایے ایے اوصاف  
حسنہ کا حامل ہے آپ بھی اس کی کوئی منقبت لکھ دیں۔ جواباً امام احمد رضا علیہ السلام نے اپنے آقا

لئے گئے کی نعت لکھی جس کے مقطع میں تاں پارہ کوالت کر باندھا۔ فرماتے ہیں:

کروں مدحِ اہلِ دُولِ رضا  
پڑے اس بلا میں مری بلا  
میں گدا ہوں اپنے کریم کا  
مرا دین پارہ تاں نہیں

مطلع یہ ہے:

وہ کمالِ حسنِ حضور ہے کہ گمانِ نقصِ جہاں نہیں  
یہی پھولِ خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

جب دوسری بار ۱۳۲۳ھ میں آقائے کونین ملی عینتیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو شوقِ  
بیدار کے ساتھ مواجهہ عالیہ میں درود شریف پڑھتے رہے۔ انہیں امید تھی کہ ضرور سر کا بر  
یینہ ملی عینت افزاں فرمائیں گے اور زیارتِ جمال سے سرفراز کریں گے لیکن پہلی شبِ  
تمیلِ آرزونہ ہو سکی۔ یاں وحسرت کے عالم میں ایک نعت کہی جس کا مطلع ہے

وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں

تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

قطع میں عاشقِ مصطفیٰ کا ناز اور ایک جلیلِ القدر ولی کا عرفان، پھر بے کسی دھردنی کا  
ٹھہار کجھ عجب انداز لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ عرض کرتے ہیں:

کوئی کیوں پوچھے تیری باتِ رضا

تجھے بے نگتے ہزار پھرتے ہیں

مواجهہ شریفہ میں یہ نعت عرض کی اور مودب و متنظر بیٹھے گئے۔ قسمت جائیں، جواب انہیں  
اور عالم بیداری میں حضور اقدس ملی عینتیہ کی زیارت اور جمالِ جہاں آراء کے دیدار سے ثابت

ہے۔ علامہ جمال الدین سیوطی بیہقی کے متعلق امام عبد الوہاب شعرائی بیہقی نے میہان

یہ آقا نہیں سلیمانی طرف سے وہ اعزاز ہے جو بڑے ناز کے پاپوں و بنی میر

الشريعة الکبری میں ذکر فرمایا ہے کہ انہیں پچھتر (75) بار بیداری میں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل ہوا اور بالمشافہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی۔ بیداری میں شرف زیارت۔ کتابت میں علامہ سیوطی علیہ السلام کا ایک رسالہ بھی ہے۔

### تنویر الحلق فی امکان رویة ابی والملک

امام احمد رضا علیہ السلام خواب میں تو پار بار زیارتِ جمالِ اقدس سے شرف یاب ہوئے مگر اس بار خاص روضہ مقدسہ کے حضور عالم بیداری میں دیدار سے سرفراز ہوئے ہیں جو ان کے کمالِ عشق و عرفان کی کھلی ہوئی دلیل اور بارگاہِ رسالت میں ان کی مقبولیت کا مبنی ثبوت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک شایی بزرگ نے امام احمد رضا علیہ السلام کے خاص یومِ وصال پر خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے جنازہ کا انتظار کر رہے ہیں۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مضمون "حافظت اور سوانح اعلیٰ حضرت" وغیرہ)

اور کیوں نہ ہو کہ اس عاشقِ صادق اور عالم رباني، مجاہدِ کامل اور عارفِ صمداني کی پوری زندگی احیائے دین و سنت اور ناموسِ رسالت کی حفاظت و صیانت میں بسرا ہوئی ہے۔ وہ اپنی اور اپنے آباء و اجداد کی عزت پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر قربان کرتا ہے۔ دشمنوں سے گالیاں سُستا ہے اور قرار پاتا ہے کہ کم از کم جتنی دیرودہ مجھے گالی دیتے اتنی دیر تو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں۔ خود فرماتے ہیں:

"وَاللَّهِ الْعَظِيمُ وَهُبَنَدَهُ خَدَا بِخُوشِي ياضى ہے اگر یہ دشنا می حضرات بھی اس بد لے پڑا ضی ہوں کہ وہ اللہ و رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جناب میں گستاخی سے باز آئیں اور یہ شرط لگائیں کہ روزانہ اس بندہ خدا کو پچاس ہزار مغلظہ گالیاں سنائیں اور لکھ لکھ کر شائع فرمائیں۔ اگر اس قدر پر پیٹ نہ بھرے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی سے باز رہتا اس شرط پر مشروط رہے کہ اس بندہ خدا کے ساتھ اس کے باپ دادا کا بر علما، قُدِّسَتْ اسرارُهُمْ کو بھی گالیاں دیں تو ایں ہم بر علّم۔"

اے خوشنصیب اُس کا کہ اس کی آبرو، اس کے آباء و اجداد کی آبرو بدگویوں کی

بدزبانی سے محمد رسول اللہ علیہ السلام کی آبرو کیلئے سپر ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ بدگو حضرات اس بندہ خدا پر کیا کیا طوفان، بہتان اس کے ذاتی معاملات میں اٹھاتے ہیں۔ اخباروں، اشتہاروں میں طرح طرح کی گڑھتوں سے کیا کیا خاکے اڑاتے ہیں مگر وہ اصلاً قطعانہ اس طرف التفات کرتا نہ جواب دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جو وقت مجھے اس لئے عطا ہوا کہ بعونہ تعالیٰ عزت محمد رسول اللہ علیہ السلام کی حمایت کروں، حاشا کہ اسے اپنی ذاتی حمایت میں ضائع ہونے دوں۔ اچھا ہے کہ جتنی دیر مجھے بُرا کہتے ہیں محمد رسول اللہ علیہ السلام کی بدگوئی سے غافل رہتے ہیں۔

فَإِنَّ أَبِيْ وَالْدَّةَ وَعِرْضَى  
لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مُنْكَمْ وَقَاءَ“

(خلاصہ فوائد فتویٰ صفحہ ۳۹ و ۴۰ ملخصا)

تصوُّف عملی میں نہایت سخت مقام یہ ہے کہ آدمی کے نفس میں تعریف پر محجب و خود بینی پیدا ہو جائے اور نہ مت پر جوش غضب اور جذبہ انتقام ابھر آئے۔ سالم کیلئے اس سے بچنا ضروری ہے۔ امام احمد رضا علیہ السلام کا یہ دوہرا مجاہدہ ہے۔ ایک عظیم مجاہدہ تو دشمنان مصطفیٰ سے قلمی مقابلہ اور ان کی گمراہیوں کا رد وابطال ہے اور دوسرا یہ کہ اس خدمت کے سبب حر میں شریفین کے اکابر علماء کی زبان و قلم سے مدح سن کر اپنے نفس کو محجب سے بچانا اور دشمنوں سے گالیاں سن کر غضب و انتقام سے بچانا۔ مگر بفضلہ تعالیٰ امام احمد رضا علیہ السلام دونوں مجاہدے بڑی کامیابی سے سر کرتے ہیں۔ تحدیث نعمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے اپنے بندے کو یہ ہدایت دی، یہ استقامت دی کہ وہ نہ ان اعاظم اکابر کی ان عظیم مدحوں پر اترتا ہے بلکہ اپنے رب کے حُسن نعمت کو دیکھتا ہے کہ پاکی تیرے لئے۔ کیسا تو نے اس ناچیز کو ان عظمائے عزیز کی آنکھوں میں معزز فرمایا۔ نہ (یہ بندہ) ان دشنا میوں اور ان کے حامیوں کی گالیوں سے جو وہ زبانی دیتے اور اخباروں میں چھاپتے ہیں،

پریشان ہوتا بلکہ شکر بجا لاتا ہے کہ تو نے محض اپنے کرم سے اس ناقبہ کو اس قابل کیا کہ یہ تیری عظمت اور تیرے جبیب ملک عزت کی حمایت کرے۔ گالیاں کھائے اور محمد رسول اللہ علیہ السلام کی سرکار کے پھرہ دینے والے کتوں میں اس کا چہرہ لکھا جائے۔ (خلاصہ فوائد فتاویٰ صفحہ 49، 50 ملخصاً)

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ السلام کے پاس ان کے ایک مرید معتقد حاضر تھے کہ ڈاک میں ایک گالیوں بھرا خط نکلا۔ وہ پڑھ کر غصے سے سرخ ہو گئے۔ عرض کیا: یہ شخص میرے قریب کا رہنے والا ہے اس پر مقدمہ دائر کر کے اسے قرار واقعی سزا دلائی جائے۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے انہیں تسلی دی اور کمرے سے بہت سارے تعریفی خطوط لاکر ان کے سامنے رکھ دیے۔ وہ پڑھ کر پھولے نہ سایے۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: پہلے ان تعریف کرنے والوں کو انعام و اکرام سے مالا مال کر لیجئے پھر گالی دینے والے کو سزا دلائیے اور جب محبت کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے تو شمن کو نقصان پہچانے کی بھی فکر نہ کیجئے۔ یہ تھا امام احمد رضا علیہ السلام کا حسن نیت، اخلاصِ عمل، جہاد فی الدین اور کردار و عمل کا وہ کمال جس نے علمائے عصر کی اوپنجی او پنجی صفوں میں انہیں ممتاز سے ممتاز تر کر دیا اور انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی اسی شان سے جلوہ گر ہوں گے۔

### تعظیمِ سادات:

عشق کی صداقت اور پختگی بھی ہے کہ جس چیز کو بھی محبوب سے نسبت ہو اس سے محبت رکھے اور اس کا احترام بجا لائے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام و تابعین عظام اور دوسرے اسلاف کرام رسول اللہ علیہ السلام کے اہل قرابت کی محبت و تعظیم میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ یہی نہیں بلکہ آثار و تبرکات کی تعظیم کا بھی انہوں نے عملی ثبوت فراہم کیا ہے۔ انہی عرفاء کے اتباع میں امام احمد رضا علیہ السلام کی زندگی بھی تعظیمِ سادات کے شواہد سے لبریز ہے۔ انہیں اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت رکھنے والی چلتی پھرتی یہی یادگاریں نصیب تھیں۔ اس لیے ان کی عزت و تکریم میں کوئی کمی کیسے روا کھتے۔ آل بنی علیہ السلام کے بارے میں فرماتے ہیں:

تیری نسلِ پاک سے ہے بچہ بچہ نور کا  
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا  
یہاں مختصر اچنڈ واقعات کی روشنی میں ان کی تعظیمِ آل رسول کا تذکرہ کیا جاتا ہے جو  
دیدہ، عبرت و بصیرت سے پڑھنے کے قابل ہے:

1- مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبد المنان قادری ایک بار ملاقات اور کچھ مسائل کے حل  
کیلئے آئے تھے۔ ان کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت ﷺ کو جب معلوم ہوا کہ یہ فقیر  
садات سے ہے تو آپ نے بڑی عزت بخشی اور جملہ شکوک چند منٹوں میں اس طرح  
رفع کر دیے کہ گویا شکوک کبھی پیدا ہی نہ ہوئے تھے پھر اخلاق کا یہ عالم کہ دو دن مجھے  
آپ کے اخلاقِ کریمانہ نے روکے رکھا۔ ان دنوں اس فقیر نے بہت سے فیوض و  
برکات حاصل کیے۔ رخصت ہوتے وقت کچھ روپے جوالہ آباد کی آمد و رفت میں  
صرف ہو سکتے تھے بلکہ کچھ زائد ہی مرحمت فرمائے۔ میں نے انکار کیا تو فرمایا: یہ تو  
آپ کے گھر کے عنایت کردہ ہیں، انہیں لے لیجئے۔ تو فقیر نے وہ رقم لے لی۔ بعد  
وصال چند بار عرس میں حاضری ہوئی اس وقت بھی اعلیٰ حضرت ﷺ کی روحاںیت  
نے اپنے فیوض و برکات سے محروم نہ رکھا۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت جلد 1 صفحہ 206)

مولانا موصوف خاص خانقاہی بزرگ ہیں۔ ان کے بیان سے اندازہ ہوتا ہے کہ  
تھوڑہ و طریقت میں بھی انہوں نے اعلیٰ حضرت ﷺ کا پایہ بلند دیکھا ورنہ اہل طریقت  
صرف اہل ظاہر سے کب متاثر ہوتے ہیں؟

2- علمی میں ایک سیدزادے اعلیٰ حضرت ﷺ کے یہاں ملازم ہو گئے۔ جب سیادت  
کا علم ہوا تو گھروالوں کو تاکید کر دی کہ شہزادے سے خدمت نہ لی جائے اور جو کچھ  
دینے کا وعدہ ہو چکا ہے بطور نذر پیش کیا جائے نہ کہ بطور اجرت۔ کچھ دنوں بعد وہ سید  
زادے چلے گئے کیونکہ بے محنت رقم لینا انہیں پسند نہ آیا۔

3- جب میلاد شریف وغیرہ کا تبریک تقسیم ہوتا تو ساداتِ کرام کو دو ہر ا حصہ دیا جاتا۔ ایک  
بار سید محمود جان قادری ﷺ کو غلطی سے ایک ہی حصہ پہنچا۔ اعلیٰ حضرت ﷺ کو علم

ہوا تو تلافی میں باصرار پوری ایک سینی پیش کی اور اپنے خادم کے ذریعہ ان کے گھر تک بھجوائی۔

4- مکان کا ایک حصہ تعمیر کی وجہ سے لوگوں کی آمد و رفت کیلئے مردانہ قرار پایا۔ مستورات دوسرے مکان میں بھیج دی گئیں۔ بعد تعمیر پھر منتقل ہو گئیں۔ ایک سید صاحب جو اس مکان میں پہلے مور دخاصل و عام ہونے کے وقت تشریف لا چکے تھے، اس لیے کوئی بتانے والا بھی نہ ملا۔ انہیں احساس ہوا کہ یہ مکان اب زنانہ ہو گیا ہے تو بہت شرمندہ ہوئے۔ اعلیٰ حضرت بیہقی کی نظر پڑی تو سمجھ گئے۔ اپنے پاس بٹھا کر باتوں میں لگا لیا اور اس طرح دل جوئی فرمائی کہ ان کا احساس نداشت جاتا رہا پھر باہر آ کر خود رخصت کیا۔

آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پر نداشت خانگی کا اثر دیکھنا بھی اس عاشق رسول کو گوارا نہ ہوا اور ایسی فرمائی کہ سبحان اللہ، ما شاء اللہ۔

5- ایک مرتبہ ایک سید صاحب کی آواز کا نوں میں پڑی ”لواہ سید کو“۔ اسی دن اخراجات کی رقیم مولانا حسن رضا خاں بیہقی نے لا کر دی تھیں۔ پورا بکس لے جا کر پیش کر دیا جس میں چھوٹے بڑے نوٹ، انٹھنیاں، چونیاں اور روپے پیسے دوسو کے قریب تھے۔ سید صاحب انہیں بغور دیکھتے رہے اور صرف ایک چونی لے لی۔ اعلیٰ حضرت بیہقی نے کہا: حضور! سبھی حاضر ہے۔ فرمایا: بس! اس کے بعد گھر والوں کو تاکید کر دی کہ سید صاحب نظر آئیں تو ایک چونی حاضر کر دی جائے۔ انہیں مانگنے کی ضرورت نہ پڑے۔

تعظیم سادات سے امام احمد رضا بیہقی کی زندگی کی صبح و شام معطر ہے۔ کوئی لکھتے تو کہاں تک لکھتے۔ ان کا جلوہ ان کے صاحزادے مفتی اعظم بند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں بیہقی کی زندگی میں سینکڑوں حضرات پیشہ خود ملاحظہ کر چکے ہیں۔ عشق رسول ہو تو تعظیم آل رسول خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ ساداتِ کرام تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جزو بدن ہیں۔ امام احمد رضا بیہقی نے آثارِ مبارکہ کی تعظیم میں بھی رسالے لکھتے ہیں۔ ”بدرالانوار فی آداب“

"ہمارا" (۱۳۲۶ھ) اور "شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزایہ و نعالہ" (۱۳۱۵ھ) قابل دید ہے۔ صرف عشق و حبّت ہی نہیں بلکہ علم و شریعت کی زبان میں بھی آثار کی تعظیم کو مدلل فرمایا ہے اور عام طور سے جوشکوں و شبہات پیش کیے جاتے ہیں ان کا ازالہ فرمانے کے ساتھ میں سے آداب و مسائل اور افراط و تفریط کے مابین حدود شرعیہ بھی لکھی ہیں۔

پاہدہ:

ایک بار مجاہدہ کا ذکر آیا تو امام احمد رضا مسیلہ نے فرمایا:

"اس کیلئے آتی (80) برس درکار ہیں اور رحمت توجہ فرمائے تو ایک آن میں نصرانی سے ابدال کر دیا جاتا ہے اور صدقی نیت کے ساتھ مشغول مجاہدہ ہو تو امداد الہی خود کا فرمایا ہوتی ہے۔"

عرض کیا گیا: یہ تو اگر اسی کا ہو رہے تو ہو سکتا ہے۔ دنیوی ذرائع معاش اور دینی خدمات سب چھوڑ ناپڑیں گی۔

فرمایا: "اس کیلئے بھی خدماتِ مجاہدات ہیں بلکہ اگر نیت صالح ہے تو ان مجاہدوان سے ملی۔ امام ابوالحق اسفرائیں جب انہیں مبتدعین کی بدعاں کی اطلاع ہوئی، پہاروں بہان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترکِ دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔ ان سے فرمایا: اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امیر محمد یہ فتنوں میں بھی ہوں نے جواب دیا کہ امام! یہ آپ ہی کا کام ہے، ہم سے نہیں ہو سکتا۔ امام وہاں سے آپس آئے اور بدندہ بھوں کے رہ میں نہریں بہا میں۔" (املفوظ حصہ اسٹن ۸)

امام ابن حجر عسکری جیسا کہ نے لکھا ہے کہ ایک عالم صاحب کی وفات ہوئی۔ ان کو کسی نے دو اب میں دیکھا۔ پوچھا: آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا: جنت عطا کی گئی نہ حلم کے بب بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس نسبت کے سبب جو کہتے کورائی کے ساتھ ہوتی ہے کہ ہر وقت بھونک کر بھیڑوں کو بھیڑیے سے ہوشیار کرتا رہتا ہے۔ مانیں نہ مانیں یہ کا کام۔ فرمایا کہ بھونکے جاؤ بس اس قدر نسبت کافی ہے۔ لا کھر ریاضتیں، لا کھ مجاہدے نسبت پر قربان جس کو یہ نسبت حاصل ہے۔ اس کو کسی مجاہدے کی ضرورت نہیں اور اسی

میں کیا ریاضت تھوڑی ہے؟ جو شخص غرلت نہیں ہو گیا نہ اس کے قلب کو کوئی تکلیف پہنچ سکتی ہے نہ اس کی آنکھوں کو نہ اس کے کانوں کو۔ اس سے کہئے جس نے اوکھی میں سردیا ہے اور چاروں طرف سے موسل کی مار پڑ رہی ہے۔ (املفوظ حصہ 3 صفحہ 38)

اب آپ امام احمد رضا عہدیہ کے شب و روز کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ انہوں نے کتنا عظیم مجاہدہ کیا ہے۔ پوری زندگی خدمتِ دین اور پیارے مصطفیٰ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖہ وَسَلَّمَ کی بھولی بھالی بھیڑوں کو ہوشیار کرنے اور رہنماں دین کی گالیاں سننے میں بسرا کی ہے جس کا نقشہ میں گذشتہ عنوان میں پیش کر چکا ہوں اور یہ سلسلہ بعد وصال بھی جاری ہے۔ ایک طرف ان کی تصانیف سے حفاظتِ دین و مسلمین ہوتی جا رہی ہے تو دوسری طرف مخالفین کی طرف سے گالیوں کا بھی تانتابندھا ہوا ہے۔ یہی وہ عظیم مجاہدہ تھا کہ ان کے مرشد طریقت نے کسی اور ریاضت کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ خلافت و اجازت کے ساتھ تمغہ امتیاز بھی بخش دیا کہ روزِ قیامت اگر حکم الٰہ کیمین ہجتنے فرمایا: آلِ رسول! تو میرے لیے کیا لا یا ہے؟ تو میں احمد رضا کو پیش کروں گا۔

کسی شاعر نے اسی واقعے کو اپنے انداز میں یوں بیان کیا ہے:

روزِ محشر اگر مجھ سے پوچھے خدا  
بول آلِ رسول! تو لایا ہے کیا؟  
پیش کردوں گا لایا ہوں احمد رضا  
یا خدا! یہ امانت سلامت رہے

علامہ ابن الجوزی عہدیہ صفة الصفوۃ میں حضرت سفیان بن عینیہ کا ارشاد نقل فرماتے

ہیں:

ارفع الناس منزلة من کان بین اللہ و بین عبادة و هم الانبياء والعلماء  
”لوگوں میں سب سے بلند رتبہ وہ حضرات ہیں جو اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان واسطہ ہوتے ہیں اور یہ انبياء ہیں اور علماء“۔ (صفۃ الصفوۃ جلد 2 صفحہ 131)

ایک صحرائیں خلوت گزیں عابدِ مرتاض صرف اپنے آپ کو ناجہنم سے بچانے کی تدبیر

کرتا ہے اور ایک مخلص و بے ریاضا صاحبِ ہمت و مجاہدہ عالمِ رب‌النی ایک جہان کو عذاب آخert سے بچانے کی سعی کرتا ہے۔ بھلا یہ اس سے کم کیونکر ہو سکتا ہے۔ یقیناً یہ اس سے افضل و اعلیٰ ہے بشرطیکہ جو کچھ کر رہا ہے اس سے اس کا مقصود ذاتِ احداور خوشنودیِ خدا اور رسول ہوا اور یہ شرط تو خلوتِ گزیں عابدِ مرتاض کیلئے بھی ہے۔ ذلیک فَضْلُ اللّٰهِ يُوْتِیْهُ مَنْ يَشَاءُ  
لیکن ان بیانات سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ امام احمد رضا عہدیہ نے باضابطہ طور پر طریقت کی تعلیم حاصل نہ کی۔ خود فرماتے ہیں:

”جمادی الاولی ۱۲۹۳ھ میں شرف بیعت سے مشرف ہوا۔ تعلیم طریقت حضور پر نور پیر و مرشد برحق سے حاصل کی۔ ۱۲۹۶ھ میں حضرت کا وصال ہوا تو قبل وصال مجھے حضرت سیدنا شاہ ابو الحسین احمد نوری عہدیہ اپنے ابن الابن ولی عہد و سجادہ نشین کے سپرد فرمایا۔“ (حیاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 44-45)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت پیر و مرشد مولانا سید آل رسول عہدیہ نے بھی کمالِ اعتناء کے ساتھ تا حیات تعلیم طریقت سے نوازا اور وقت وصال بھی خیال رکھا کہ یہ عنایت اپنے ولی عہد حضرت میاں صاحب عہدیہ کو سپرد کی۔ اس لیے بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ امام احمد رضا عہدیہ نے وہ منازلِ سلوک بھی طے فرمائے جو بے مرشد کامل طے نہیں ہوتے۔

وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمَنَّ

اب میں چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا عہدیہ کے تصویفِ عملی کے کچھ اور نظائر پیش کر دوں۔ ماسبق میں ضمناً ان کے عشقِ رسول، تعظیمِ رسول، محاسبہ نفس، غیرتِ عشق اور مجاہدہ علمی و عملی وغیرہ کا بیان آچکا ہے۔

### ایمان و یقین:

ولی اور صوفی کامل کیلئے لازمی شرط ایقان و ایمان میں عامۃ الناس سے زیادہ کامل ہونا ہے۔ اسی کو قرآن نے ”الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ“ میں ذکر فرمایا ہے۔ یہ رسوخ و یقین امام احمد رضا عہدیہ کی پوری زندگی میں نظر آتا ہے۔ ان کے افکار و مقاصد یقین کی محدث بنیادوں پر قائم ہیں، خواہ وہ اصولی ہوں یا فروعی مگر جو عقیدہ ہے وہ رکھتے ہیں۔ اس میں راش

متحکم ہیں اور یہ استحکام صرف علم سے ہرگز پیدا نہیں ہوتا، اس کیلئے عرفان ضروری ہے۔  
امام احمد رضا عہد اللہ کی تاریخ ولادت جوانہوں نے خود استخراج فرمائی تھی، اس آیت  
کریمہ میں ہے:

**أُولَئِنَّكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِّنْهُ**

”1272“

”یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرمادیا ہے اور انی  
طرف سے روح القدس کے ذریعہ ان کی مدد فرمائی،“۔

اس آیت کا ابتدائی حصہ اس طرح ہے:

**لَا تَجِدُ قَوْمًا يُوْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمَ الْآخِرِ يُوَادُونَ مَنْ حَادَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ  
وَلَوْ كَانُوا أَبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ۔**

”نہ پائیں گے آپ ان لوگوں کو جو اللہ و رسول اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں  
کہ وہ اللہ و رسول کے مخالفوں سے دوستی رکھیں۔ اگرچہ وہ ان کے باپ یا ان کی  
اولادیان کے بھائی یا ان کے کنبے قبلیے ہی کے کیوں نہ ہوں،“۔ (مجادلة: 22)

اسی کے متصل فرمایا:

**أُولَئِنَّكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ**

”یہ ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش کر دیا ہے،“۔ (مجادلة: 22)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا عہد اللہ کے اندر خدا اور رسول کے دشمنوں سے نفرت ابتداء  
ہی سے تھی۔ خود فرماتے ہیں:

”بِحَمْدِ اللَّهِ تَعَالَى بِچِین سے مجھے نفرت ہے اعداء اللہ سے اور میرے بچوں کے  
بچوں کو بھی بفضلِ اللہ تعالیٰ عداوتِ اعداء اللہ تعالیٰ گھٹی میں پلا دی گئی ہے اور  
بفضلِہ تعالیٰ یہ وعدہ بھی پورا ہوا: أُولَئِنَّكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ

بحمد اللہ اگر قلب کے دلکشے کیے جائیں تو خدا کی قسم ایک پر لکھا ہو گا: لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ دوسرے پر لکھا ہو گا: مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ

وَسَلَمَ)۔ (دسا یا شریف والملفو ذا حصہ 2 صفحہ 67)

سوائے عارف کامل کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ خدا کی قسم امیرے قلب میں ایمان اس برح نقش ہے اور ایسا کامل الایمان کون مل سکتا جس کے دل پر لاءِ اللہ و لاءِ رسول اللہ کو لکھ دیا گیا ہو۔ یہ صوفیہ و اہل اللہ ہی کا خاص حصہ ہے۔

اسی طرح رب قدرت کی قدرت کاملہ پر بھی انہیں ہر وقت یقین کامل رہتا۔ بہت فنون کی طرح علم نجوم کے بھی ماہر تھے اور عموماً اہل نجوم اپنے ظنی علم پر اتنا وثوق و اعتماد کرتے ہیں کہ خدا کی قدرت کو بھول جاتے ہیں مگر امام احمد رضا مسیلہ کی کیفیت کچھ اور ہی ہے۔

مولانا محمد حسین بریلوی مسیلہ (موجد طلسی پریس) کے والد مولا نان غلام حسین صاحب مسیلہ جو علوم نجوم میں بڑے کمال کے حامل تھے۔ ستاروں کی شناخت اور اس کے نتائج نکالنے میں کافی ملکہ تھا۔ عمر میں اعلیٰ حضرت مسیلہ سے بڑے اور آپ کے والد ماجد مسیلہ کے ملنے والوں میں تھے، ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت رضی الفتنہ کے یہاں تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مسیلہ نے دریافت کیا: فرمائیے: بارش کا کیا انداز ہے؟ کب تک ہو گی؟ انہوں نے ستاروں کی وضع سے زائچہ بنایا اور فرمایا: اس معینے میں پانی نہیں ہے۔ آئندہ ماہ میں ہو گا۔ یہ کہہ کر زائچہ اعلیٰ حضرت مسیلہ کی طرف بڑھایا۔ آپ مسیلہ نے دیکھ کر فرمایا: ”اللہ کو سب قدرت ہے، چاہے تو آج ہی بارش ہو۔“ انہوں نے کہا: یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ ستاروں کی وضع نہیں دیکھتے؟ فرمایا: محترم! میں سب دیکھ رہا ہوں اور اس کے ساتھ ستاروں کے واضح اور اس کی قدرت کو بھی دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس مشکل مسئلہ کو بڑے آسان سریقہ سے سمجھایا۔ سامنے کلاک لگی ہوئی تھی۔ اعلیٰ حضرت مسیلہ نے ان سے پوچھا: وقت کیا ہے؟ بولے: مسا گیارہ بجے ہیں۔ فرمایا: بارہ بجتے میں کتنی دیر ہے؟ بولے: پون گھنٹہ۔ فرمایا: اس سے پہلے؟ کہا: ہر گز نہیں، نہیک پون گھنٹہ۔ اعلیٰ حضرت مسیلہ اٹھے اور بڑی سوئی گھما دی۔ فوراً انہیں بارہ بجتے لگے۔ اعلیٰ حضرت مسیلہ نے فرمایا: آپ نے کہا تھا: نہیک پون گھنٹہ بارہ بجتے میں باقی ہے۔ بولے: اس کی سوئی کھسکا دی گئی ہے ورنہ اپنی رفتار سے پون گھنٹہ بعد ہی بارہ

بجھے۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اسی طرح رب العزت قادر مطلق ہے کہ جس ستارے کو جس وقت جہاں چاہے، پہنچا دے۔ وہ چاہے تو ایک مہینہ، ایک ہفتہ، ایک دن کیا، ابھی بارش ہونے لگے۔ اتنا فرمانا تھا کہ چاروں طرف سے گھنگھور گھٹا چھائی اور فوراً پانی برلنے لگا۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

کیا قدرت خداوندی پر ایسا ایمان و یقین کسی ماہرِنجوم میں مل سکتا ہے اور کیا زبان کی ایسی تاثیر کسی عالم ظاہر کے یہاں دستیاب ہو سکتی ہے؟ یہ واقعہ بین دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ صرف عالم ہی نہیں بلکہ عارف اور صوفی کامل بھی تھے۔

یہ تو قدرت الہیہ پر ایمان و یقین کی بات ہے جو ہر موسم کے قلب میں ہونا چاہیے، اگر بالکل ہی نہ ہو تو مومن ہی کہاں اور اگر اس حد تک نہ ہو تو مومن ضرور ہے مگر عارف اور کامل والا ایمان ہرگز نہیں۔

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو ان احادیث پر بھی یقین کامل ہوتا جو آحاد ہوتا ہوئیں اور جن سے ثبوت کو علماء ظنی مانتے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی لکھتے ہیں لیکن یہ معاملہ احکام شریعت تک ہے اور اس کے خاص اسباب و نتائج ہیں جو فقہی و علمی باریکیوں پر مشتمل ہیں۔ مجھے یہ ذکر کرنا ہے کہ وہ احادیث جو غیر احکام میں ہوں اور کسی منصوص شرعی کے معارض نہ ہوں اگر ان پر کسی مومن کو آج بھی یقین کامل ہو اور اس پر وہ عمل کرے تو اسے اس کا حق ہے۔ حدیث قدسی میں رپٰ کریم فرماتا ہے:

اَنَا عِنْدَ ظُنُّ عَبْدِيْ بِيْ-

”میرا بندہ میرے ساتھ جیسی امید رکھتا ہے، میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ فرماتا ہوں۔“

امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات پر اعتماد کامل اور اپنے مالک جن و علا کی رحمت پر یقین مکرم تھا۔

حدیث شریف میں ایک دعا ہے کہ کسی کشتی پر سوار ہوتے وقت پڑھلی جائے تو کشتی غرق ہونے سے محفوظ رہے گی۔ امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سفر حج میں جہاز پر سوار ہوتے

ت وہ دعا پڑھی تھی۔ ساتھ میں والدین علیہما الرحمہ بھی تھے۔ سمندر میں سخت طوفان آیا، لوگوں نے کفن پہن لئے۔ والدہ ماجدہ بہت پریشان ہوئیں۔ اعلیٰ حضرت عَلیْہ الْحَمْدُ وَالْحَنْفُ فرماتے ہیں:

ان کا اضطراب دیکھ کر بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

”آپ اطمینان رکھیں۔ خدا کی قسم! یہ جہاز نہ ڈوبے گا۔“

فرماتے ہیں: میں حدیث کے وعدہ صادقہ پر مطمئن تھا پھر بھی قسم کے نکل جانے سے مجھے اندریشہ ہوا اور معاحدیت یاد آئی: من يتألّ على الله يكذبه حضرت عزت کی طرف رجوع کی اور سر کار رسالت سے مدد مانگی۔ وہ با دخال فوج تین دن سے بقوّت چل رہی تھی، محمد اللہ گھری بھر میں موقوف ہو گئی اور جہاز نے طوفان سے نجات پائی۔ (السلفو ظاحصہ ۲ صفحہ ۳۲)

اسی طرح حدیث میں ہے کہ جو کسی بلا رسیدہ کو دیکھ کر الحمد لله الّذی عافَانِی مِمَّا ابْتَلَکَ بِهِ وَفَضَّلَنِی عَلَیْ کَثِيرٍ مِّنْ خَلْقٍ تَفْضِیْلًا پڑھ لے تو اس مرض و بلا سے مامون و محفوظ رہے گا۔ امام احمد رضا عَلیْہ الْحَمْدُ وَالْحَنْفُ نے طاعون زدہ کو دیکھ کر بارہای دعا پڑھی اور حدیث پر انہیں اطمینان کامل تھا۔ ایک بار کسی غریب کے یہاں دعوت میں گائے کا گوشت کھانا پڑا جس کے اثر سے گلٹی نکل آئی۔ بولنا، پڑھنا موقوف ہو گیا۔ نماز سنت بھی کسی کی اقتداء میں ادا کرتے۔ ان دنوں بریلی میں طاعون کا زور تھا۔ طبیب نے دیکھ کر کہا: وہی ہے۔ اعلیٰ حضرت عَلیْہ الْحَمْدُ وَالْحَنْفُ فرماتے ہیں: میں بول نہ سکتا تھا اس لئے جواب نہ دے سکا۔ دل میں بارگاہ رب العزت کی طرف رجوع کی اور عرض کیا:

اللَّهُمَّ صَدِيقُ الْحَبِيبِ وَ كَذِيبُ الطَّبِيبِ

”خداؤندا! اپنے حبیب کا قول سچا کر دکھا اور طبیب کا قول جھوٹا“۔

فوراً جسے کسی نے کان میں ایک تدبیر بتائی۔ مسوک اور گول مرچ۔ جس کے استعمال سے مرض جاتا رہا۔ اب طبیب کے یہاں کہلا بھیجا کہ تمہارا وہ ”طاعون“ جاتا رہا۔

اس واقعہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ مجھے نو عمری میں آشوب چشم اکثر ہوتا اور بوجہ عذت مزان تکلیف دیتا۔ انہیں (19) سال کی عمر ہو گی، رام پور جاتے ہوئے ایک شخص کو

رمدِ چشم میں بستا دیکھ کر یہی دعا پڑھ لی مگر مجھے اس پڑھنے کا فسوس ہے کیوں کہ سر کا رصلی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ تمین بیماریوں کو مکروہ نہ رکھو۔

- 1- زکام کے اس کی وجہ سے بہت سی بیماریوں کی جڑ کٹ جاتی ہے۔
- 2- کچھ بھلی کے اس سے امراضِ چلدیہ جذام وغیرہ کا انسداد ہو جاتا ہے۔
- 3- آشوبِ چشم کے نابینائی کو دفع کرتا ہے۔

خیر اس دعا کی برکت سے آشوبِ چشم تو جاتا رہا لیکن جمادی الاولی ۱۳۰۰ھ میں ایک اور مرض پیش آیا۔ بعض اہم تصنیف کے سبب ایک مہینہ کامل باریک خط کی کتاب میں شبانہ روز علی الاتصال دیکھنا ہوا۔ یہ عمر کا اٹھا یمسواں سال تھا۔ اندر کے دالان میں مطالعہ و تصنیف کا کام ہوتا۔ آنکھوں نے اندر ہیرے کا خیال نہ کیا۔ شدتِ گرمی کے باعث ایک روز لکھتے لکھتے غسل کیا۔ سر پر پانی پڑتے ہی معلوم ہوا کہ کوئی چیز دماغ سے واہنی آنکھ میں اتر آئی۔

ایک سر برآورده ڈاکٹر نے آلات سے بہت دیر تک بغوردی کیا اور کہا: کثرتِ کتاب بینی سے کچھ یہودست آگئی ہے۔ پندرہ دن کتاب نہ دیکھو۔ مجھ سے پندرہ گھنی بھنی نہ چھوٹ سکی۔

حکیم سید مولوی اشراق حسین سہسوائی مرحوم ڈپٹی گلکھر نے فرمایا: مقدمہ نزول آب ہے۔ میں برس بعد پانی اتر آئے گا۔ میں نے التفات نہ کیا اور نزول آب والے کو دیکھ کر وہی دعا پڑھ لی اور اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پاک پر مطمئن ہو گیا۔

۱۳۱۶ھ میں ایک اور حاذق طبیب کے سامنے ذکر ہوا تو انہوں نے بغوردی کیہ کر کہا: چار برس بعد پانی اتر آئے گا۔ ان کا حساب ڈپٹی صاحب کے حساب کے بالکل موافق آیا۔ انہوں نے میں برس کہے تھے۔ طبیب نے سولہ برس بعد چار کہے۔

مجھے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر وہ اعتماد نہ تھا کہ طبیبوں کے کہنے سے معاذ اللہ متزلزل ہوتا۔ میں سال درکنار، تیس برس سے زائد گزر چکے اور وہ حلقة ذرہ بھرنہ بڑھانہ بعونہ تعالیٰ بڑھے گا۔ نہ میں نے کتاب بینی میں کبھی کمی کی نہ انشاء اللہ تعالیٰ کمی کروں۔ یہ میں نے اس لئے بیان کیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائم و باقی معجزات ہیں جو آج تک آنکھوں دیکھے جو رہے ہیں اور قیامت تک اہل ایمان مشاہدہ کریں گے۔ (المفوظ حصہ ۱ صفحہ ۱۷۵ تا ۱۷۶ ملخصا)

امام احمد رضا مسیہؑ کے دوسرے سفر حج کا واقعہ ہے۔ مکہ مکرمہ میں حضرت کو بخار تھا۔ فرماتے ہیں: او اخر محرم میں بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی۔ وہاں ایک سلطانی حمام ہے۔ میں اس میں نہا کر باہر نکلا ہوں کہ ابردیکھا جو حرم شریف پہنچتے پہنچتے بر سا شروع ہوا۔ مجھے حدیث یاد آئی کہ جو مینہ برستے میں طواف کرے وہ رحمتِ الہی میں تیرتا ہے۔ فوراً سنگِ اسود کا بوسہ لے کر بارش ہی میں سات پھرے طواف کیا۔ بخار پھر عود کر آیا۔ مولانا سید اسماعیل نے فرمایا: ایک ضعیف حدیث کیلئے آپ نے اپنے بدن کی یہ بے احتیاطی کی۔ میں نے کہا: حدیث ضعیف ہے مگر امیدِ بحمد اللہ تعالیٰ قوی ہے۔ یہ طواف بحمدہ تعالیٰ بہت مزے کا تھا۔ بارش کے سبب طائفین کی وہ کثرت نہ تھی۔ (المفوظات حصہ 2 صفحہ 25)

بہت سی حدیثیں جوانپی سندوں کے باعث محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں لیکن اہل عرفان اور اولیائے کرام کے نزدیک کشف و مشاهدہ کے باعث قوی ہیں۔ امام احمد رضا مسیہؑ نے ”منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین“ (1323ھ) میں اس کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے۔ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ بدھ کے دن ناخن کتر و انا برص پیدا کرتا ہے۔ ایک بزرگ عالم (علامہ امیر بن الحاج کمی مسیہؑ صاحبِ مدخل) نے ضعفِ حدیث کا خیال کر کے بدھ کو ناخن کتر والئے، برص ہو گیا۔ رات کو جمالِ جہاں آرا کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ عرض کی: میرے نزدیک یہ حدیث صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا: تمہیں اتنا کافی تھا کہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرمائی حضور مسیحِ الْمُكْرَمَةُ وَالْأَبْرَصُ مُحَمَّدُ الْمُوْتَمَّنُ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنادستِ اقدس کہ پناہ دو جہاں و دشکیر بیکاں ہے، ان کے بدن پر لگا دیا۔ فوراً اچھے ہو گئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سُن کر مخالفت نہ کروں گا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 2 صفحہ 419)

اسی لئے امام احمد رضا مسیہؑ کو ان ضعیف حدیثوں پر بھی اعتمادِ قوی ہوتا جو کسی نص شرعی کے مخالف نہ ہوئیں اور فضائلِ رجال و فضائلِ اعمال میں بلا تکلف ان پر عمل کرتے۔ البتہ موضوعِ حدیث کسی طرح قابل عمل نہیں کہ وہ حدیث ہی نہیں کسی بدجنت کی من گھڑت بات ہے۔ ان علمی مباحثت میں امام احمد رضا مسیہؑ کا تصوّف و عرفان جلوہ آرائیا تا ہے۔

قلبی یقین اور کمالِ ایمان و اذعان عارفین اور اولیائے کاملین، ہی کے در پر نصیب ہوتا ہے۔

### تقویٰ:

امام احمد رضا عَلیہ السلام کی پوری زندگی شریعت و سنت مصطفیٰ کی پابندی سے آراستہ ہے۔ ان کے تقویٰ کی شان بڑی بلند و بالا ہے۔ چند واقعات پیش کرتا ہوں جن سے اندازہ ہو گا کہ وہ تقویٰ ہی نہیں ورع کی منزل بلند پر فائز تھے اور *إِنَّ أَوْلِيَاءَهُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ* کے مطابق متفقی کامل اور ولیٰ عارف تھے۔

امام احمد رضا عَلیہ السلام کی زندگی کا آخری رمضان ۱۳۳۹ھ میں تھا۔ اس وقت ایک تو بریلی میں سخت گرمی تھی۔ دوسرے عمر کا مبارک آخری حصہ اور ضعف و مرض کی شدت۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ شیخ فانی روزہ نہ رکھ سکے تو فدیہ دے اور ناتواں مریض کو اجازت ہے کہ قضا کرے لیکن امام احمد رضا عَلیہ السلام کا فتویٰ اپنے لئے کچھ اور ہی تھا جو درحقیقت فتویٰ نہیں تقویٰ تھا۔ انہوں نے فرمایا: بریلی میں شدت گرما کے سبب میرے لئے روزہ رکھنا ممکن نہیں لیکن پہاڑ پر ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہاں سے نینی تال قریب ہے۔ بھوالی پہاڑ پر روزہ رکھا جاسکتا ہے۔ میں وہاں جانے پر قادر ہوں لہذا میرے لیے وہاں جا کر روزہ رکھنا فرض ہے۔ چنانچہ رمضان وہیں گزارا اور پورے روزے رکھے۔

۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کو وصال ہوتا ہے۔ مرض مہینوں سے تھا اور ایسا کہ چلنے پھرنے کی طاقت نہیں۔ شریعت اجازت دیتی ہے کہ ایسا مریض گھر میں تنہ نماز پڑھ لے مگر امام احمد رضا عَلیہ السلام جماعت کی پابندی کرتے اور چار آدمی کری پڑھا کر مسجد تک پہنچاتے جب تک اس طرح حاضری کی قدرت تھی، جماعت میں شریک ہوتے رہے۔

میں نے ”جمل النور فی خصی النساء عن زیارت القبور“ (1339ھ) کے حاشیہ میں اپنے استاذ محترم حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز مراد آبادی عَلیہ السلام (1312 / 1396ھ) کی روایت سے لکھا ہے: ایک بار مسجد لے جانے والا کوئی نہ تھا۔ جماعت کا وقت ہو گیا۔ طبیعت پر بیشان ہو گئی۔ ناچار خود ہی کسی طرح گھستنے ہوئے حاضر مسجد ہوئے اور با جماعت نماز ادا کی۔ آج صحت و طاقت اور تمام تر سہولت کے باوجود ترکِ نماز اور ترکِ جماعت کے ماحول

لیں یہ واقعہ ایک منظم درس مہت ہے۔ (حدائقات پر مردوں کی حاضری صفحہ ۱۳)

ایک بار امام احمد رضا نبیہ کے اپنے طلاقے زمینداری میں سکونت پذیر تھے۔ درا قون لخ کے سخت اور ہواؤ کرتے تھے۔ ایک دن تنہا تھے۔ فرماتے ہیں۔ ظہر کے وقت درد شدید ہوا۔ اسی حالت میں جس طرح بنا، وضو کیا۔ اب نماز کو کھڑا نہیں ہوا جاتا۔ رب کریم دلخواہ کے، مالک اور خسرو اللہؐ سے مدد مانگی۔ مولیٰ بخلو مختلط کی پکارستا ہے۔ میں نے مفتون کی نیت بند ہوئی۔ بالکل نہ تھا۔ سلام پھیرا تو اسی هدست سے تھا۔ فوراً انہوں کو رفع میں دیتے ہوئے بڑا بڑا بڑا۔ جب سلام پھیرا، وہی حالت تھی۔ بعد کی سختیں پڑھیں تو درد، توقف اور سلام کے بعد پھر بدستور۔ میں نے کہا۔ اب عصر تک ہوتا رہ۔ پنک پر لینا کرو نہیں ہے۔ رات تک کوئی سے کسی پہلو قرار نہ تھا۔ (المخونات حصہ ۲ صفحہ ۶۹)

خواہی ہے کہ حالت نہ رہ میں درد، لکھ انجھا لیا جاتا تھا یا یہ کہنے کے توجہ الی اللہ اور استغراق عبادت سے باعث ۱۴۵۱ سس نہ ہوتا تھا۔ بہر صورت امام احمد رضا نبیہ کی مقبولیت رکھا وہ رہا، وقوع فانی کی دلائل ہی فی ہے۔

اس طرح نے واقعات میں کہاں تک جمع کروں جب کہ ان کی پوری زندگی انہیں ملالات ایغیت سے آرائتے و پھر اسٹے ہے۔ ایک واقعہ اور ذکر کیا جاتا ہے۔

امام مظہر احمد نبیہ کے ان بھر می مٹاٹل اور تدوں فتو وغیرہ میں مصروف رہتے۔

ماتوں، دوافل، عربات، بھیجیں جاتے۔ مگر رات کے کچھ حصے میں آرام بھی کرتے۔ ایک بار اسیں بربتے تھے۔ انھیں، بیوی، رُسکی نے کہا یہ وہ جس جورات بھر عبادت کرتے ہیں۔ اس وقت سے پہلی رات عبادت اور شب بیداری اختیار کر لی۔

کی نے امام احمد رضا نبیہ کے پاس خط لکھا تو اس میں دیگر القاب و آداب کے ماتحت "حافظ بھجن مخوب" ہے۔ اس وقت امام احمد رضا نبیہ با نصاب طہ حافظ قرآن نہ تھے۔ اور چہ رہبا تھا متن آیت تحریکہ حفظ کے زبان و قلم پر رہا کرتیں اور حسب نہ ورت ان سے تهدیں، اس تہذیب بھجن رہتے۔ شیر یہ شہزادہ ایلسٹ نے موافقہ دشمنت میں خال نبیہ ۲۹ شعبان ۱۳۴۷ء کا اپنے جنی مشہد بیان کرتے ہیں کہ ایک خط میں اعلیٰ حفظت نبیہ کے اپنے انتساب

کے ساتھ ”حافظ“ ملاحظہ فرمائے اور فرمایا: میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ میرا حشر آن لوگوں میں نہ ہو جن کے بارے میں قرآن عظیم فرماتا ہے۔

يُحِبُّونَ أَن يَحْمَدُوا بِمَا لَهُ يَفْعَلُونَ

”وہ اسے پسند کرتے ہیں کہ ان کی ایسی خوبیاں بیان کی جائیں جو ان میں نہیں،“ - (آل عمران: 188)

اس واقعہ کے بعد آپ نے قرآن حفظ کرنے کا عزم صمیم کر لیا اور روزانہ عشاء کا وضو و فرمانے کے بعد جماعت ہونے سے قبل بس اس طرح یاد کرتے کہ کوئی ایک پارہ یا زیادہ آپ کو سنادیتا پھر آپ سنادیتے۔ 29 شعبان کے بعد سے شروع کیا اور 27 رمضان تک مکمل پورا قرآن حفظ کر لیا اور تراویح میں سنادی ہے۔ (ترجمان اہل سنت پبلی بھیت)

یہ واقعہ امام عظیم رضی اللہ عنہ کے واقعہ سے کسی قدر مشابہت رکھتا ہے۔ ان کا محرك بھی یہی تھا کہ کسی نے کہہ دیا کہ پوری رات عبادت کرتے ہیں۔ یہاں بھی یہ کہ کسی نے حافظ لکھ دیا جبکہ باضابطہ حافظ قرآن نہ تھے۔ خوف خدا ہوتا ایسی مشکل چیزیں مشکل نہیں رہ جاتیں اور قلب ایسا آمادہ ہوتا ہے کہ کر کے ہی دم لیتا ہے۔

### تقویٰ کا اجمائی منظر:

اس طرح کے بہت سے واقعات امام احمد رضا جوہری کی تاریخ زندگی سے وابستہ ہیں جن میں ان کا عرفان، خوفِ خدا اور پرہیزگاری و تقویٰ کا حسن و جمال صاف جھلکتا ہے۔ میں اجمالاً چند واقعات کی طرف اشارہ کرتا ہوں۔ مختلف اصنافِ تقویٰ کے جلوے نظر آئیں گے۔ تقسیم و تنوع سے صرف نظر کرتے ہوئے سمجھی کو تقویٰ کے ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

1۔ حقوق العباد کی اہمیت کو امام احمد رضا کا قلبِ صافی خوب محسوس کرتا ہے۔ اس سلسلے

میں ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ ”أَعْجَبُ الْإِمْدادِ فِي مُكْفِرَاتِ حقوقِ العبادِ“ (1310ھ) رمضان شریف میں بعد افطار صرف پان کھائیتے اور سحری کے وقت

ایک چھوٹے سے پیالہ میں فیرینی تناول فرماتے۔ زمانہ اعتکاف میں ایک دن ملازنے پر دو گھنے کی تاخیر سے پان لئے کر آیا۔ حضرت نے اس کو ایک چپت مارکر فرمایا: آتی

دری میں لا یا۔ اس ایک چپت مارنے پر انہیں رات بھر فکر رہی۔ آخر حیر کے وقت اسے بلوایا اور فرمایا کہ رات کو جوتا خیر ہوئی، اس میں تمہارا قصور نہ تھا۔ بھجنے والے کی کوتا ہی تھی۔ مجھ سے غلطی ہوئی کہ تمہیں چپت ماری۔ اب تم میرے سر پر چپت مارو۔ نوپی اتار کر اصرار فرماتے رہے۔ بچہ دم بخود کا پنے لگا۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کیا: حضور! میں نے معاف کیا فرمایا: تم نا بالغ ہو۔ تمہیں معاف کرنے کا حق نہیں۔ چپت مارو! پھر انہا بکس منگوا کر منٹھی بھر پسے نکالے اور فرمایا: یہ پسے تم کو دوں گا۔ تم چپت مارو۔ آخر خود اس کا ہاتھ پکڑ کر بہت سی چیزیں اپنے سر پر لگائیں اور پھر اسے پسے دے کر رخصت کیا۔

2- وقت وصال سے پچھے ایام پہلے کا چشم دید واقعہ مولانا جعفر شاہ پھلوارویؒ لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ کے بعد اپنے ضعف و مرض کی حالت میں درد و اثر میں بھری ہوئی آواز میں چند وداعی کلمات پچھا اس طرح کہے:

”میری طرف سے تمام اہل سنت مسلمانوں کو سلام پہنچا دو اور میں نے کسی کا قصور کیا ہے تو میں اس سے بڑی عاجزی سے اس کی معافی مانگتا ہوں۔ مجھے خدا کیلئے معاف کر دو یا مجھ سے کوئی بدلہ لے لو۔“

(جہان رضا صفحہ 124 مضمون مولانا جعفر شاہ پھلوارویؒ)

وصایا میں بھی وصال سے چند ماہ قبل کے ایک اجلاس اور خطاب کا ذکر ہے جس کے آخر میں فرمایا گیا: آپ حضرات نے کبھی مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچنے دی۔ میرے کام آپ وگوں نے خود کئے، مجھے نہ کرنے دیے۔ اللہ تعالیٰ آپ سب صاحبوں کو جزاۓ خیر دے۔ مجھے آپ صاحبوں سے امید ہے کہ قبر میں بھی اپنی جانب سے کسی قسم کی تکلیف کے باعث نہ ہوں گے۔ میں نے تمام اہل سنت سے اپنے حقوق لو جسے اللہ معاف کروالیے ہیں۔ آپ وگوں سے دست بستہ عرض ہے کہ مجھ سے جو کچھ آپ کے حقوق میں فروگز اشت ہوئی ہے، سب معاف کر دیں اور حاضرین پر فرض ہے کہ جو حضرات موجود نہیں، ان سے معاف کر لیں۔ (وصایا شریف صفحہ 22)

- گھر میں فوٹو اور تصویریں ہرگز برداشت نہ کرتے۔ وقت وصال روپے پسے تک بھی

نکلوائے کہ ملائکہ رحمت کی تشریف آوری میں کسی طرح کا شہبہ بھی نہ رہ جائے۔

4- تواضع و انکساری کی یہ حالت تھی کہ ایک بار پہلی بھیت آتے وقت مژین میں تاخیر تھی اشیش پر آرام کری بیٹھنے کو دی گئی۔ فرمایا: یہ تو بڑی متکبرانہ کری ہے۔ تشریف فر ہوئے مگر پشت نہ لگائی اور وظائف میں مشغول رہے۔ کسی صاحب کو اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ کی بارگاہ میں ایک مسلمان جام کے برابر بیٹھنا پڑا تو آئندہ انہوں نے آنا ہی تک کر دیا۔ اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ نے فرمایا: میں بھی ایسے متکبر کو پسند نہیں کرتا۔

5- اطاعت والدین میں بھی ان کی مثال پیش کرنی مشکل ہے۔ والد گرامی عہدۃ اللہ کے وصال کے بعد اپنی پوری باغ ڈور والدہ ماجدہ عہدۃ اللہ کے ہاتھ میں دے رکھی تھی۔ بے اذن نفل بھی گوارانہ کیا۔ جو کچھ رقوم ہوتیں، سب والدہ کی خدمت میں حاضر کر دیتے۔ ان کی اجازت کے بغیر کتاب میں بھی نہ خریدتے۔

6- علمائے اسلام کی توقیر و تعظیم میں کوئی دقیقہ فروگز اشت نہ ہونے دیتے۔ علامہ شامی اور محقق علی الاطلاق جیسے اکابر کی باتوں پر کلام کرتے ہیں مگر ادب اور تواضع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے جب کہ آج اکابر پر اس طرح حرف گیری کی جاتی ہے کہ وہ طفل مکتب معلوم ہوں۔ یہ ان لوگوں کا حال ہے جنہیں امام احمد رضا عہدۃ اللہ کے علوم پچاسوں حصہ بھی نصیب نہیں۔ ایک جگہ رذالمختار میں علامہ شامی عہدۃ اللہ نے فرمایا: اس اعتراض کا حل ہماری سمجھی میں نہ آیا۔ اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ نے جد المختار میں اس پر لکھا:

وَظَهَرَ لِنَا بِرَبْكَةِ خَدْمَتِكُمْ۔

”آپ کے کلمات پر کام کرنے کی برکت سے ہمیں سمجھی میں آگیا۔“

شانِ علماء کا ذکر فرماتے ہوئے ایک قصیدہ میں لکھا ہے:

إِذَا حَلَّتْ وَاتَّمَضَرَتِ الْبَوَادِي

إِذَا رَأَحُوا فَصَارَ الْمَصْرِ بِيَدِا

”یہ حضرات جب کہیں فروکش ہوں تو جنگل شہربن جائیں اور جب رخصت ہوں تو شہر جنگل بن جائیں۔“

ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری حنفیہ نے عرض کیا: یہ تو شاعرانہ مبالغہ معلوم ہوتا

ہے۔ فرمایا:

”حقیقت ہے۔ مولانا عبد القادر صاحب حنفیہ جب تشریف فرماتے تو پورے شہر میں چھل پہل نظر آتی۔ عجب کیف و سرور کا سماں ہوتا۔ واپس چلے جاتے تو معلوم ہوتا ویرانی چھاگئی حالانکہ ان کے سوا سمجھی موجود ہوتے۔“

(حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 44 و 45)

یہی وجہ ہے کہ مولانا عبد الحق خیر آبادی حنفیہ نے انہیں ”ہمارا بدایونی خطی،“ کہا تو اعلیٰ حضرت حنفیہ مولانا عبد القادر حنفیہ کے ذکر میں اپنے غضب دینی کو برداشت نہ کر سکے پھر بھی با ادب جواب دیا کہ سب سے پہلے رذوہابیہ آپ کے والد ماجد حنفیہ نے کیا ہے۔ ”تحقيق الفتوی فی ابطال الطغوی،“ مولوی اسماعیل دہلوی کی تفویت الایمان کے روڈ میں پہلی کتاب ہے جو آپ کے والد ماجد مولانا فضل حق خیر آبادی حنفیہ نے تصنیف کی۔ (حیات اعلیٰ حضرت) 7۔ حق گوئی اور صلاحت دینی کی مثالیں ایک سے ایک ہیں۔ مولانا فضل رسول بدایونی حنفیہ کے عرس میں ایک بار شرکت فرمائی۔ مولوی سراج الدین آنلوی کوئی میلاد خواں داعظ تھے۔ انھوں نے دورانِ تقریر یہ کہا کہ ”پہلے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک میں فرشتے روح ڈالیں گے۔“ چونکہ اس میں حیاتِ انبیاء کے مسلمہ اصول سے انکار نکلتا تھا۔ یہ سن کر اعلیٰ حضرت حنفیہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور مولانا عبد القادر حنفیہ سے فرمایا: آپ اجازت دیں تو ان کو منبر سے اتا ردوں۔ مولانا حنفیہ نے ان کو بیان سے روک دیا اور مولانا عبد المقتدر صاحب سے فرمایا کہ ایسے بے علم لوگوں کو مولانا احمد رضا خاں کے سامنے میلاد شریف پڑھنے نہ بیٹھایا کیجئے جن کے سامنے بیان کرنے والے کیلئے علم اور زبان کو بہت نگاہ رکھنے کی ضرورت ہے۔

اسی مسئلے میں اعلیٰ حضرت حنفیہ نے فرمایا:

”انہی وجہ سے آج کل کے واعظین اور میلاد خوانوں کے بیانوں، وعظوں میں جانا چھوڑ دیا اور حضرت شاہ علی حسین صاحب اشرفی میاں کچھو چھوی

حبۃ اللہ کے متعلق فرمایا کہ حضرت ان میں سے ہیں جن کا بیان میں بخوبی سنتا ہوں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 184 و 185)

یہ حصہ بھی خاص طور سے قابل غور ہے کہ اعلیٰ حضرت حبۃ اللہ اشرفی میاں کچھوچھوی حبۃ اللہ اگرچہ باضابطہ سندی عالم نہ تھے مگر علم باطن نے علم ظاہر میں بھی انھیں ایسا پختہ کار بنا دیا تھا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی حبۃ اللہ جیسا محقق عالم و عارف ان کا بیان بخوبی سنتا۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت حبۃ اللہ نے لکھا ہے کہ کوئی صوفی علم ظاہر سے خالی نہ ہو گا اور جو خالی ہو وہ صوفی نہیں، مسخرہ شیطان ہے۔ (مقال عرفاء باعز از شرع و علماء وغیرہ)

8۔ خدمتِ دینی پر اپنوں کی مدح اور غیروں کی قدح انسان کو عجب و کبریٰ نفسی غصہ و انتقام میں بستلا کر دیا کرتے ہیں مگر امام احمد رضا حبۃ اللہ فرماتے ہیں: بخدا میں نہ ان اکابر علماء و اولیاء کی مدح پر اتراتا ہوں نہ ان دشمنانِ خدا و رسول کی گالیوں سے غصہ میں آتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ اُس ناچیز کو اس قابل بنایا کہ اس کے حبیب پاک علیٰ یقیناً پسلام کے ناموس کی حفاظت میں گالیاں سنے۔ جتنی درود مجھے گالیاں دیتے ہیں اتنی دریتو میرے آقا کی بدگوئی سے باز رہتے ہیں۔

9۔ آپ حبۃ اللہ کی ساری زندگی کا نقشہ یہ ہے:

نہ مر انوش ز تحسین نہ مر انیش ز طعن  
نہ مر اگوش به مدح نہ مر اہوش ذمے

ان کے اخلاق و عادات اور اتباع شرع کا بیان کہاں تک ہو۔ ایک یعنی مشاہدہ مولانا سید شاہ ابوسلمان محمد عبد المنان قادری حبۃ اللہ جوابتداء اعلیٰ حضرت حبۃ اللہ کے مخالف تھے، انہوں نے یہ تحریری بیان دیا:

”اعلیٰ حضرت حبۃ اللہ اخلاق نبویہ علیٰ یقیناً کی ایک زندہ مثال ہیں۔ آپ حبۃ اللہ کی زیارت نے تمام و کمال فقیر پر یہ ثابت کر دیا کہ جو کچھ بھی آپ کی تعریفیں ہوتی ہیں، وہ کم ہیں۔“ (حیاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 206)

10۔ احتیاط فی القول کا یہ حال تھا کہ کسی حل یا جواب میں ذرا بھی خامی و غلطی ہوتی تو اسے

”صحیح“ کہنے سے پرہیز کرتے۔ سید ایوب علی رضوی عیندیہ نے رمضان المبارک ۱۳۳۵ھ کے اوقات نمازوں بخیگانہ کا نقشہ بنایا کر بھیجا۔ دس پندرہ منٹ بعد اصلاح کے ساتھ واپس آیا۔ جہاں جہاں بھی خامی تھی، اس پر غلط کاشان اور جو صحیح تھا، اس پر صحیح کاشان بنایا گیا تھا۔ ایک خانہ میں بجائے صحیح کے ”خیر“ لکھا تھا۔ غور کیا تو سینڈ کے ہزاروں حصے کی غلطی تھی جس سے اوقات پر کوئی اثر نہیں آتا مگر غلطی بہر حال غلطی اس لئے صحیح کاشان نہ دیا بلکہ خیر لکھا تھا۔

11- پیلی بھیت کے مشہور بزرگ شاہ جی محمد شیر میاں عیندیہ سے ملنے محدث سورتی عیندیہ کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ شاہ صاحب بے حجابانہ عورتوں سے بیعت لے رہے ہیں۔ احکامِ شرع پر کمالِ غیرت کے باعث اعلیٰ حضرت عیندیہ بغیر ملے واپس تشریف لے آئے۔ کوئی دوسرا ہوتا تو بگڑ جاتا مگر شاہ صاحب کی بے نفسی و حق پسندی کا کمال اس طرح جلوہ گر ہوا کہ شام کو اٹیشن تک چھوڑنے تشریف لائے اور صحیح کے واقعہ پر اظہارِ افسوس کے ساتھ کہا: مولا نا! اب آئندہ میں عورتوں کو پس پردہ بٹھا کر بیعت لیا کروں گا۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت عیندیہ نے ان سے مصافحہ اور معافی فرمایا۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 180)

12- مسجد میں وضو کا مستعمل پانی گرانا جائز نہیں خواہ وہی پانی ہو جو اعضاء پر لگا رہ جاتا ہے۔ ایک بار سخت سردی میں شدید بارش ہو رہی تھی۔ اعلیٰ حضرت عیندیہ معتکف تھے۔ باہر وضو کی صورت نظر نہ آئی۔ لحاف کو چارتہ کر کے اس پر وضو کیا۔ ایک قطرہ بھی فرش پر گرنے نہ دیا اور پوری رات سردی میں بھٹھر کر بسر کی۔

13- اعلیٰ حضرت عیندیہ جب مسجد میں داخل ہوتے تو دیاں پاؤں آگے بڑھاتے۔ ہر صرف کو دیاں قدم بڑھاتے ہوئے عبور کرتے اور محراب تک مصلیٰ پر پہنچ جاتے۔ فرض نماز صرف ٹرلتے اور نوپی پر بغیر عمامہ کے کمھی نہ ادا کی۔

14- ڈھتی آنکھوں سے جو پانی گرے، وہ ناقضِ وضو ہے۔ ایک بار آشوب چشم تھا تو ہر نماز کے بعد کسی کو آنکھ دکھایتے کہ پانی حلقة چشم سے باہر تو نہیں آیا اور نہ دوبارہ وضو کر کے

نماز لوتانی ہوگی۔

14- لا تَمْشِ فِي الْأَرْضَ مَرَحَّاً پر عمل کیا تو ایسا کیا کہ سبک خرامی دیدنی ہوتی۔ قدموں کی آہٹ پانا بھی مشکل تھا۔ بارہا ایسا ہوا کہ قریب پہنچ کر خود تقدیمِ سلام کی تو خدام کو آنے کی خبر ہوئی۔ سونے میں اسمِ رسالت "محمد" (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نقشہ ہوتا۔ غرباء کی دلجوئی کا بڑا خیال تھا۔ مخلص غرباء کی دعوت نہ رد کرتے نہ بعد میں کوئی حرفِ شکایت زبان پر لاتے بلکہ خدام کو حیرت ہوتی کہ کھانا کیسے تناول فرمایا تو ارشاد ہوتا: ایسی خلوص کی دعوت ہو تو میں روزانہ قبول کرنے کو تیار ہوں۔ خط بنواتے وقت اپنی لفکھی اور شیشہ استعمال کرتے۔ قبلہ کی طرف نہ کبھی پاؤں دراز کیا نہ منہ کر کے تھوکا۔ ان عادات کو دیکھ کر امامُ الائمه سراج الأئمہ امامِ اعظم ابوحنیفہ عَنْدَ اللہِ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

15- حدیث شریف کے مطابق تہمت کی جگہوں سے بھی پرہیز کرتے۔ مٹی کا تیل چونکہ بدبودار ہوتا ہے، اس لئے مسجد میں جلانا ناجائز ہے۔ ایک بار حاجی کفایت اللہ صاحب نے لاثین میں ارندی کا تیل بھر کر جلایا۔ فرمایا: حاجی صاحب! اسے باہر کیجئے۔ ورنہ لوگوں کو بتاتے رہئے کہ اس میں مٹی کا تیل نہیں، ارندی کا تیل ہے۔ راہ چلتے لوگ تو یہی سمجھیں گے کہ دوسروں کو مسجد میں بدبودار تیل جلانے سے ممانعت کی جاتی ہے اور خود اپنی مسجد میں جلاتے ہیں۔ آخر حاجی صاحب نے باہر کر دیا۔

16- کسی عالم نے بہ نیتِ اعتکاف مسجد میں قیام کیا اور پان وغیرہ بھی کھایا، اگالدان بھی رکھا۔ بعض لوگ جوان کی نیتِ اعتکاف سے باخبر نہ تھے، معارض ہوئے۔ اعلیٰ حضرت عَنْدَ اللہِ کے پاس سوال آیا۔ اعتراض کرنے والوں کو حکمِ مسئلہ اور مرتبہ عالم بتاتے ہوئے تنبیہ کی۔ آخر میں یہ بھی لکھا:

"علماء کو چاہئے کہ اگرچہ خود نیت صحیح رکھتے ہوں، عوام کے سامنے ایسے افعال جن سے ان کا خیال پریشان ہوانہ کریں کہ اس میں دو فتنے ہیں:  
(۱) جو معتقد نہیں ان کا معارض ہونا، غیبت کی بلا میں پڑنا، علم کے فیض سے محروم رہنا۔"

(ii) جو معتقد ہیں ان کا اس کے افعال کو دستاویز بنا کر بے علم نیت خود مرکب ہونا۔

عالم فرقہ ملامتیہ سے نہیں کہ اپنی طرف رغبت دلانے میں ان کا نفع ہے۔ حدیث میں ہے:

**رَأْسُ الْعُقُولِ بَعْدَ الْإِيمَانِ بِاللَّهِ التَّوَدُّدُ إِلَى النَّاسِ**  
”اللَّهُ تَعَالَى پَرِ ایمان لانے کے بعد لوگوں کے ساتھ دوستانہ معاملات رکھنا ہے۔“

دوسری حدیث میں ہے:

**بَشِّرُوا وَلَا تُنْفِرُوا**  
”خوشخبری سناؤ اور نفرت نہ پیدا کرو۔“

احیاناً ایسے افعال کی حاجت ہوتا اعلان کے ساتھ اپنی نیت اور مسئلہ شریعت عوام کو بتادے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 3 صفحہ 596)

17- حامد علی خاں نواب آف رامپور سے حضرت مہدی میاں کے مراسم تھے۔ ایک بار انہوں نے چاہا کہ اعلیٰ حضرت عین اللہ سے ملاقات کراؤ۔ نواب کے ساتھ اپیشل ٹرین سے سفر میں تھے۔ بریلی اشیش سے مدارالمہام کی معرفت ڈیڑھ ہزار کی نذر بھیجی اور پیغام کہلا دیا کہ میاں نے دیا ہے اور نواب کو ملاقات کا موقع دیا جائے۔ جواباً اعلیٰ حضرت عین اللہ نے دروازہ کی چوکھت پر کھڑے کھڑے مدارالمہام سے فرمایا: بعد سلام ان سے کہئے: یہ الٹی نذر کیسی؟ مجھے چاہئے کہ میاں کی خدمت میں نذر پیش کروں نہ کہ میاں مجھے نذر دیں۔ اس نے کہا: حضور! ڈیڑھ ہزار ہیں (جو آج کے سکے میں قریباً 75 ہزار کے برابر ہوں گے)۔ فرمایا: جو بھی ہو واپس لے جائیے! فقیر کا مکان نہ اس قابل کہ کسی والی ریاست کو بلا سکوں اور نہ میں والیاں ریاست کے آداب سے واقف کہ خود جاسکوں۔ (حیات اعلیٰ حضرت)

18- ایک صاحب داخل سلسلہ ہو کر کسی وظیفہ کے خواہشمند ہوئے۔ ان کی داڑھی حد شرط سے کم تھی۔ فرمایا: جب داڑھی شرع کے مطابق ہو جائے گی، تب وظیفہ بتایا جائے گا۔

کچھ دنوں بعد پھر درخواست کی۔ فرمایا: کسی کی ضرورت نہیں۔ جب داڑھی شرع کے مطابق ہو جائے گی خود ہی وظیفہ بتا دیا جائے گا یعنی نفل پر واجب مقدم ہے۔

تصوُّف کی کتابوں میں بعض حضرات کیلئے دقائق و حقائق سے زیادہ تاشیر صوفیہ و صلحاء کے واقعات و حکایات میں ہوتی ہے۔ اسی لئے میں نے اس مضمون میں واقعات کو بھی دل دیا ہے جس سے اپنے مدعایہ کے اثبات کے علاوہ یہ بھی مقصود ہے کہ آج کے مادی دور میں اہل تصوُّف امام احمد رضا عہدۃ اللہی کے ان عملی نمونوں کو مشعل راہ بنا سکیں۔ تاہم ناقدین کی طرف سے اندیشہ ہے اس لئے ایک اور شہادت پر اس حصہ کو ختم کرتا ہوں۔

کسی کی زندگی معلوم کرنے کیلئے اس کے پڑوسیوں کا بیان خاص طور سے قابل غور ہوتا ہے۔ پڑوسیوں سے کچھ نہ کچھ زراع ہو، ہی جاتا ہے۔ اس لئے بعض ایسے بھی ملتے ہیں کہ اپنے دُنیوی نقصان کے باعث اپنے نیک پڑوسیوں کی بھی بے جاشکاریت کرتے ہیں مگر امام احمد رضا بریلوی عہدۃ اللہی کے پڑوی بھی ان کے معترض نظر آتے ہیں۔

محمد شاہ خان عرف حاجی مفتھن خان ایک معزز زمیندار اور اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہی کے پڑوی تھے۔ عمر اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہی سے زیادہ تھی۔ سید ایوب علی عہدۃ اللہی اور سید قناعت علی عہدۃ اللہی نے ایک دن دیکھا کہ یہ اپنی زمینداری اور سن رسیدگی کے باوجود بڑے ادب سے آستانہ رضویہ کی جاروب کشی کر رہے ہیں۔ سید قناعت علی صاحب کو گوارانہ ہوا، آگے بڑھ کر ان کے ہاتھ سے جھاڑولینا چاہی مگر حاجی صاحب نہ مانے اور فرمانے لگے: صاحبزادے! یہ میرا فخر ہے کہ اپنے شیخ کے آستانہ عالیہ کی جاروب کشی کروں (ان لوگوں کو بھی معلوم نہ تھا کہ یہ بھی داخل ارادت ہیں)۔ فرمایا: میں عمر میں حضور سے بڑا ہوں۔ ان کا بچپن دیکھا، جوانی دیکھی اور اب بڑھا پا دیکھ رہا ہوں۔ ہر حالت میں یکتا نے زمانہ پایا تب ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بڑھا پے میں تو ہر کوئی بزرگ ہو جاتا ہے۔ انہیں بچپن میں ضرب المثل اور یکتا نے روزگار دیکھا۔ (دیات اعلیٰ حضرت صفحہ 25)

سمیہاں آکر ملیں نہریں شریعت اور طریقت کی  
بے سینہ مجمع البحرين ایسے رہنما تم ہو

## تواضع اور محاسبة نفس:

تصوّف کی بنیادی شرط یہ ہے کہ اپنے آپ کو سب سے حقیر سمجھے۔ نفس کے خیالات و حرکات کا برابر محاسبة کرتا رہے۔ اسی لیے ہم بڑے بڑے اولیائے کاملین کو دیکھتے ہیں کہ وہ خوف خاتمہ سے کانپتے ہوئے نظر آتے ہیں اور برابرا پنے آپ کو گنہگاری کہتے، لکھتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا نہ تو صرف زبانی ہوتا ہے اور نہ یہ کہ ان کا گناہ ہمارے جیسا گناہ ہوتا ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ ان کا عرفان ہماری معرفت سے بد رجہ از اند ہوتا ہے اور ہمارے خوف خدا کو ان کی خشیت الہی سے کوئی نسبت نہیں۔ ہم صریح گناہ کر کے بھی نہ خدا سے ڈریں نہ رسول اور خلق سے شرم میں مگر ان کا حال ہی کچھ اور ہے۔ وہ جتنی بھی عبادت کرتے ہیں، اپنے رب کے حضور اسے کچھ نہیں سمجھتے اور یہی خیال رکھتے ہیں کہ

حق تو یہ ہے کہ حق ادانہ ہوا

اولیاء تو اولیاء سید الانبیاء علیہ وعلیہم التحیۃ والثناء برابر استغفار کیا کرتے تھے جبکہ انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے۔ دوسری طرف اولیاء کا حال یہ بھی ہے کہ اگر بارگاہِ ذوالجلال کے ادب اور شریعت کے حکم اولیٰ و احباب کے خلاف بھی ان سے کچھ ہو جاتا ہے تو اسے بہت بڑا گناہ سمجھتے رہتے ہیں۔

علامہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اکابر اولیاء کے اس طرح کے بیشمار واقعات لکھے ہیں جن میں سے ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے: ”ایک بار بازار میں آگ لگی جس میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی دوکان تھی۔ انہیں خبر ہوئی تو وہ سمجھنے لگے۔ کسی نے بتایا: آپ کی دوکان محفوظ ہے۔ زبان سے نکلا: ”الحمد للہ“۔ پھر فوراً اپنا محاسبة کیا کہ اور مسلمانوں کی دوکانیں جل گئیں، تیری نیچ گئی تو یہ الحمد للہ کہنے کا کیا موقع تھا؟ ایک موقع پر فرمایا: اس ”الحمد للہ“ پر تمیں سال سے استغفار کر رہا ہوں۔ (صفۃ الصفوۃ جلد 2 صفحہ 215)

واقعہ سے اندازہ کر لیں کہ ان کے گناہ اور استغفار کی نوعیت کیا تھی۔

امام احمد رضا علیہ السلام کی پاک زندگی میں صوفیہ کا یہ عملی جوہ بھی بڑی آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ ان کے اشعار سے اندازہ ہوتا ہے کہ نفس کا کیا خاتمہ محاسبة رہتے تھے اور جس

عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے آپ کو کیسا کچھ کہا کرتے تھے اور بلاشبہ اس میں تصنیع اور بناوٹ کو کچھ دخل نہ تھا کہ اس کا حکم تو عجب و کبر سے بھی سخت ہو گا۔ جو خدا کا خوف رکھتا ہو، وہ کبھی جھوٹے انکسار و تواضع کا مرکب نہ ہو گا۔

فرماتے ہیں:

نفس! یہ کیا ظلم ہے جب دیکھوتا زہ جرم ہے  
ناتوان کے سر پر اتنا بوجھ بھاری واہ واہ  
خصوصاً جہاں شفاعت سرکار کا ذکر لاتے ہیں، وہاں اپنے نفس کا محاسبہ کرتے ہوئے  
اپنی گنہ گاری کا تذکرہ کچھ عجیب انداز میں کرتے ہیں:

دعویٰ ہے سب سے تیری شفاعت پہ بیشتر  
دفتر میں عاصیوں کے شہا انتخاب ہوں  
خشک ہے خون کہ دشمن ظالم  
سخت خونخوار ہے کیا ہونا ہے  
ارے! او مجرم بے پروا! دیکھا!  
سر پہ تکوار ہے کیا ہونا ہے  
کام زندگی کے کئے اور ہمیں  
شوق لگزار ہے کیا ہونا ہے

بعض بے خرد نوافل گزاریے ہیں کہ دوسروں کو ترکِ نفل پر بہت بُرا کہتے ہیں۔  
غیرہیں بھی کردار لاتے ہیں۔ اس ارتکابِ حرام سے تو اس نفل و مستحب کا ترک ہی اچھا تھا۔  
امام احمد رضا عَلیہ السلام کے زمانے میں روس کی شکر کا مسئلہ پیش آیا۔ "الاحلى من السكر لطلبة  
سُكّرِ روسر" (1303ھ) میں بڑا ہی عالمانہ و محققانہ جواب پر قلم فرمایا جس سے فی  
الجملہ اس شکر کی حللت ثابت ہوتی ہے۔ کسی کوششہ ہو سکتا تھا کہ شاید آں جناب خود استعمال  
فرماتے ہوں اس لئے اتنی کاوش فرمائی۔ رسالہ کے آخر میں رقمطراز ہیں:  
”فَقَيْرَ غَفَرَ اللَّهُ تَعَالَى لَهُ نَعْ آج تک اس شکر کی صورت نہ دیکھی، نہ کبھی اپنے

یہاں منگائی، نہ آگے منگائے جانے کا قصد مگر بایس ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا  
نہ جو مسلمان استعمال کریں، (انہیں) آئم خواہ بے باک جانتا ہے نہ توڑع و  
احتیاط کا نام بدنام کر کے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل ہمیں  
رذیل کیلئے ان پر ترفع و تعلیٰ رووار کھے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 2 صفحہ 109، 110)

آخری جملہ بار بار پڑھئے! اعلیٰ حضرت عَلِيٰ کا فتاویٰ شریفہ انکسار و تواضع کا کامل  
نمونہ بھی ہے اور درسِ عبرت بھی۔ پرانے شہر بریلی کے ایک سائل نے دوبار استفتاء میں لکھا:  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین؟ اور آخر میں یہ کہ ”جواب میں کسی کی زو  
رعایت نہ کی جائے“۔

دوسری بار اعلیٰ حضرت عَلِيٰ نے جواب پر سوال کے بعد لکھا:  
”اتنی بات اور گزارش ہے کہ بے ادب سائل ہوتا نہ چاہئے۔ سوال کیا جائے  
علمائے کرام سے کہ ”کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین؟“ اور آخر  
میں ہدایت یہ کی جائے کہ ”زور رعایت کسی کی نہ پائی جائے“۔ یہ کھلی دریڈہ  
وہی ہے۔ علماء دین و مفتیانِ شرع متین کو کسی کی زور رعایت سے کیا تعلق؟ جو  
احکامِ الہیہ ہیں، بتاتے ہیں۔ جو کسی کی زور رعایت سے معاذ اللہ قصد ان غلط حکم  
بتائیں، وہ علمائے دین کب ہوئے، ناسابان شیاطین ہوئے۔

پہلے بھی ایک سوال میں یہ تنبیہ و توجیخ کے کلمات اس سائل نے لکھے تھے اس پر  
چشم پوشی کی گئی۔ اب یہ دوسری بار ہے لہذا اطلاع دی گئی۔ سائل کو اگر ان  
الفاظ کے لکھنے کی ضرورت ہے، ہی تو شروع سوال میں علماء دین مطلق نہ لکھا  
کرے جس سے توہین علماء پیدا ہو بلکہ خاص اس فقیر کا نام لکھ کر اخیر میں جیسے  
الفاظ چاہے، لکھئے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 11 صفحہ 92)

اخیر کا حصہ خاص طور سے قابل غور ہے کہ اگر صرف فقیر کا نام ہو تو جو چاہے لکھ سکتا ہے  
اور یہ صرف زبانی تواضع نہیں بلکہ ایک شخص نے خاص ان کا نام لے کر اس طرح ای باقی

کیس تو اسے تو ہین کا مر تکب نہ کہا، نہ ایسی تنبیہ کی بلکہ صرف اپنی صفائی پیش کی۔

”کسی نے کہا تھا کہ میں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کو ایک عریضہ بھیجا اور اس میں استفتاء چڑاغاں کیا اور جواب کیلئے ٹکٹ رکھ دیے لیکن خان صاحب موصوف نے اس کا جواب نہیں دیا۔ مشکل یہ ہے کہ اگر حق جواب لکھا جاوے تو پیرزادے ناخوش ہوتے ہیں اگر ناحق لکھا جاوے تو قرآن و حدیث کے خلاف ہوتا ہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد 4 صفحہ 143)

جو اباً فرماتے ہیں:

”فقیر کے پاس سے جواب مسئلہ نہ پہنچنے کو پیرزادوں کی رعایت کے سب سکوت عن الحق پر محمول کیا۔ فتاوائے فقیر میں اس سوال کے جواب میں متعدد مقامات پر مذکور، سالہا سال سے اس پر مستقل فتویٰ مرقوم۔ خاص اس بات میں چھبیس برس سے رسالہ ”طوالع النور“ مکتب پھر رعایت و خوف سے سکوت کیا معنی؟

فقیر کے یہاں علاوه رَدِّ وَهَا بِيَهِ خذلَهُمُ اللَّهُ تَعَالَى وَدِيْكَرِ مَشَاعِلِ كِثِيرٍ دِينِيَّةٍ کے کارِ فتویٰ اس درجہ وافر ہے کہ دس مفتیوں کے کام سے زائد ہے۔ استفتہ ملک و بیرون سے ایک ایک وقت پائی پانچ سو جمع ہو جاتے ہیں۔ ان صاحب کا استفتاء باوصف تلاش کاغذات میں نہ ملا۔ ممکن ہے کہ جوامِ انبار میں نہ ہو یا بھیجا ہی نہ ہو اور جس طرح اہل اللہ پر تعلیم غیر کا خیال بندھ گیا اس کا بھیجا متحیل ہوا ہو۔ بہر حال رعایت کی یہ صورت نہیں ہوتی۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد 4 صفحہ 149 ملخصاً)

ایسے ہی خاص اعلیٰ حضرت جوشنہ کے نام ایک صاحب نے احمد آباد سے لکھا کہ یہاں نااتفاقی پھیلی ہوئی ہے۔ کئی فتوؤں پر آپ کی مہر دیکھی جس سے معلوم ہوا کہ آپ ہر دو جانب کی گفت و شنید نہیں سنتے۔ ایک ہی طرف کی بات سن کر حکم لگانا نا انصافی ہے۔ اس کے جواب میں حقیقت حال، منصب مفتی اور حکم مسئلہ بیان کرنے کے بعد رقم طراز ہیں:

”فقیر آپ صاحبوں کا ممنون احسان ہے کہ اپنے نزدیک جو عیب اپنے بھائی

مسلمان یعنی اس فقیر میں سمجھا، اُس سے مطلع فرمایا: مجھ پر فرض تھا کہ بات ٹھیک ہوتی تو تسلیم کرتا۔ اب کہ باطل ہے۔ اس کا بطلان آپ کو دکھادیا۔ ماننا آپ صاحبوں کا کام ہے۔ سنی بھائیوں کو آپس میں ایک رہنا لازم ہے۔ سنیوں پر دشمنانِ دین کے لام کیا تھوڑے بندھر ہے ہیں کہ آپس میں بھی خانہ جنگی کریں اور نہ ہو سکے تو اتنا ضرور ہے کہ دنیوی رنجش کو دین میں داخل نہ دیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 6 صفحہ 412)

### اخلاص اور حسن نیت:

ظاہری اعمال کی پابندی بہت سے لوگوں میں دیکھی جاسکتی ہے۔ خوارج و وہابیہ اور فرقہ معزلہ میں ایک سے ایک عابدِ مُرتاض اور زلیدِ متقدّف دیکھی جاسکتے ہیں لیکن صحبتِ ایمان کے بعد حسنِ عمل اسی وقت کار آمد ہے جب اس کی بنیادِ الہیت اور خلوصِ نیت پر ہو۔ امام احمد رضا عجیب اللہ اور جنید بغدادی عجیب اللہ نے صاحبِ اولاد ہونے کے باوجود اپنے خادم سے فرمایا:

حضرت جنید بغدادی عجیب اللہ نے صاحبِ اولاد ہونے کے باوجود اپنے خادم سے فرمایا: دریا کے اس پار رہنے والے درویش کی خدمت میں کھانا دے آؤ اور دریا سے کہہ دینا کہ میں اس کا بھیجا ہوا ہوں جو بھی اپنی بیوی کے پاس نہ گیا۔ دریا راستہ دیدے گا۔ واپسی کے وقت درویش نے کھانا کھا کر فرمایا: جاؤ! دریا سے کہہ دینا: میں اس کے پاس سے آیا ہوں جس نے کبھی کھانا نہ کھایا تو دریا راستہ دیدے گا اور واقعی اس نے دونوں بار راستہ دیدیا۔ ان کی حیرت پر حضرت سید الاولیاء جنید بغدادی عجیب اللہ نے فرمایا: ہمارا کوئی کام اپنے لئے نہیں ہوتا۔

یہ اخلاص اور حسن نیت کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ امام احمد رضا عجیب اللہ فرماتے ہیں:

”لَا كَهُوْ مَسَأَلُ وَاحِدَةٍ فَرَقِ نِيَتٍ سَمَّى مُتَبَدِّلًا“ فرماتے ہیں:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ أَمْرٍ إِعْلَمٌ مَانَوْا مِنْ

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کیلئے اُس کی نیت کے مطابق ہی اجر ہے۔“

علم نیت ایک عظیم واسع علم ہے جسے علمائے ماهرین ہی جانتے ہیں۔ عوام بیچارے فرق پر مطلع نہ ہو کر ان کے افعال کو اپنی حرکات پر قیاس کرتے اور حکم لگادیتے اور کار پا کاں را قیاس از خود گیر کے مورد بنتے ہیں۔

(فتاویٰ رضویہ جلد 3 صفحہ 596)

ایک بار اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے عرض کیا گیا: پچ سے محبت تو اپنا پچ ہونے کی بنا پر ہوتی ہے، اللہ کے واسطے کون کرتا ہے؟ ارشاد فرمایا:

”الحمد لله کہ میں نے مال من حیث ہو، مال سے کبھی محبت نہ رکھی۔ صرف اتفاق فی سبیل اللہ کیلئے اس سے محبت ہے۔ اسی طرح اولاد مکن حیث ہو، اولاد سے بھی محبت نہیں۔ صرف اس سبب سے کہ صلہ رحم عمل نیک ہے۔ اس کا سبب اولاد ہے اور یہ میری اختیاری بات نہیں، میری طبیعت کا تقاضا ہے۔“

(ملفوظات حصہ 4 صفحہ 56)

یہ وہی صورت ہے جو سیدنا جنید بغدادی علیہ السلام نے ارشاد فرمائی کہ ہمارا کوئی عمل اپنے لئے نہیں ہوتا۔ خدا کیلئے عمل اور دنیا کو دین کے تابع کرنا کوئی ان بندگانِ خدا سے سیکھے۔

سیدنا غوث اعظم علیہ السلام فرماتے ہیں:

”ولایت کی تین علامتیں ہیں:

-1 ہر چیز میں اللہ علیہ السلام سے نیاز مندی واستغناء باللہ۔

-2 ہر چیز میں فناعت باللہ

-3 ہر چیز میں رجوع الی اللہ۔“ (سکھول فقیر قادری صفحہ 23)

یہ نقشہ امام احمد رضا علیہ السلام کی زندگی میں دیکھا جا سکتا ہے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔ امام احمد رضا علیہ السلام مولانا عبد السلام جبل پوری علیہ السلام کے نام ایک مکتب میں تحریر فرماتے ہیں:

”ڈھائی سال سے اگر چہ امراض درد کمر و مثانہ و سر و غیرہ امراض کا لازم ہو گئے ہیں۔ قیام و قعود، رکوع و بجود بذریعہ عصا ہے مگر الحمد للہ کہ دین حق پر استقامت

عطای فرمائی ہے۔ کثرت اعداء روز افزول ہے اور حفظ الہی تفضل نامتناہی شامل حال ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

بایس ضعف بدن و قوتِ محن و کثرتِ فتن۔ محمد اللہ تعالیٰ اپنے کاموں سے معطل نہیں۔ اللہ و رسول جل و علا و ملک کے سوانح اپنی میمین و مددگار عنقا ہے اور ان کے سوا کسی کی حاجت بھی کیا ہے؟“ (اکرام امام احمد رضا صفحہ 128، 129)

یہ وہی استغناء باللہ، قناعت باللہ، اور رجوع الی اللہ ہے جسے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ نے علماتِ ولایت بتایا۔ حقیقت یہی ہے کہ لذتِ آشنای نے ان کو دونوں عالم سے بے باز کر دیا تھا۔ خود فرماتے ہیں:

لِ دُنْيَاٰ تُو كُوئیٰ چیز نہیں ہے سرد  
نگھہ اٹھا کرنے کبھی دیکھوں سوئے ملکِ ابد

سب یہ الفت کی بدولت ہے غنائے بے حد

جبذا آفریں اے دولتِ عشقِ احمد!

میں گدائی کے بھی پرده میں سکندر نکلا

وہ اپنی دینی خدمات پر کبھی اجرتِ دنیا کے طالب نہ ہوئے۔ بعض حضرات نے

واقثی میں استفتاء کے ساتھ یہ بھی پوچھا کہ فتوے کی فیس کیا ہوگی؟ جواباً تحریر فرمایا:

”یہاں الحمد للہ تعالیٰ فتویٰ پر کوئی فیس نہیں لی جاتی۔ کبھی ایک پیرسند لیا گیا اور

نہ لیا جائے گا بعونہ تعالیٰ وله الحمد۔ معلوم نہیں کون لوگ ایسے پست ہمت ہیں

جسہوں نے یہ صیغہ کسب کا اختیار کر رکھا ہے جس کے باعث دور دور کے ناواقف

مسلمان کئی بار پوچھ چکے ہیں کہ فیس کیا ہوگی؟ بھائیو!

ما أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرٌ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

”میں تم سے اس پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار

پر ہے اگر وہ چاہے۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد 3 صفحہ 230)

ہزار ہا فتاویٰ میں نے کہنگا لے۔ بہت سی ضمنی باتیں جو خطوط میں ہوتی ہیں، آگئی ہیں

مگر کسی جگہ یہ نہ ملا کہ جواب کیلئے لفافہ یا نکت نہ تھا اس لیے جواب نہ گیا یاد ری ہوئی نہ کسی کو یہ تنبیرہ ملتی ہے کہ جواب کیلئے نکت رکھا کریں برخلاف اس کے ایسا ضرور ملتا ہے کہ بعض علم دوست حضرات کا شوق دیکھ کر بلا طلب ان کے پاس رجسٹری سے کتاب عاریہ بھیج دی اور لکھ دیا کہ بعد مطالعہ بیرنگ واپس کر دیں۔ یہ ایسی کتاب کیلئے ہوتا جس کا ایک ہی نسخہ ہو ورنہ مفت ہدیہ کر دیتے۔ خود فتاویٰ کے ضمنی الفاظ سے میں نے یہ حالات دریافت کیے۔

مسلمانوں کی حاجت برآری ان کا محبوب مشغله تھا۔ مولانا مقبول احمد صاحب صدر مدرس مدرسہ حمید یہ در بھنڈ کو ایک بزرگ نے تعویذ دیا اور شرف آفتاب میں کندہ کر کے پیغما کی ہدایت کی۔ انہیں شرف آفتاب بتانے والا کوئی نہ ملا تو اعلیٰ حضرت عزیز علیہ السلام کو خط لکھا۔ خط پہنچنے کے دوسرے دن سے شرف آفتاب شروع ہو کر چوبیس گھنٹے میں ختم ہونے والا تھا۔ کارڈ نکھنے تو یقیناً وقت گزرنے کے بعد پہنچتا اور پھر ایک سال کے بعد ہی ان کا کام ہوا پاتا۔ اس لئے فوراً میلی گرام سے جواب دیا۔ صرف اس لئے کہ ایک مسلمان طالب علم کی دعویٰ حاجت یاد نیا وی جائز ضرورت پوری ہو جائے اور اسے ایک سال انتظار کی زحمت نہ جھیلنے پڑے۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 50)

برخلاف اس کے خود علماء و مشائخ کو کسی کام کیلئے لکھتے تو جواب کیلئے نکت رکھتے۔ بہ اوقات اپنے تلامذہ و خدام کو بھی رجسٹری یا پارسل وغیرہ کے خرچ صحیح جبکہ مریدین و مخلصین کو اپنے شیخ کیلئے خود اپنی جیب سے ہزار ہزار خرچ کر دینے میں کوئی بار محسوس نہیں ہوتا۔ ایک صاحب سے منی کا تیل خریدا اور قیمت دریافت کی۔ انہوں نے عرض کیا: عام قیمت تو یہ ہے، آپ اتنی کم کر کے دے دیں۔ فرمایا: ایسا کیوں؟ بولے: آپ میرے بزرگ ہیں، عالم ہیں، آپ سے عام قیمت کیسے لے سکتا ہوں۔ فرمایا: میں علم نہیں بیچتا۔ یہ کہہ کر وہ عام قیمت پر دکی اور انہیں لینی پڑی۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 29)

تعویذ پر اجرت آج کل معمول ہن چکا ہے مگر بحمدہ تعالیٰ امام احمد رضا عسکری کا دام احتیاط اس داعی سے بھی پاک ہے۔ ایک صاحب حاضر ہوئے اور بدایوانی پیروں فی باعثہ پیش کی۔ فرمایا: کس لئے آنا ہوا؟ عرض کیا: سلام کیلئے حاضر ہو گیا۔ سلام کا جواب دیا۔

رمایا: کوئی ضرورت؟ بولے: بس یوں ہی آگیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد پوچھا: کچھ کہئے گا؟  
لے: کوئی غرض نہیں، نیاز حاصل کرنے ہی آگیا تھا۔ اب ہانڈی اندر بھیج دی۔ تھوڑی دیر  
عدوہ صاحب ایک تعویذ کے طالب ہوئے۔ تعویذ لکھ کر دیا اور ساتھ ہی ہانڈی بھی واپس کی۔  
رمایا: میں نے آپ سے تین بار پہلے ہی دریافت کیا مگر آپ ہر بار انکار کرتے رہے۔ یہ  
ہندی لیتے جائیے۔ یہاں تعویذ بیچا نہیں جاتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت صفحہ 29)

عموماً لوگ بزرگوں کے یہاں دنیاوی حاجتوں لے کر جاتے ہیں۔ خصوصاً کسی کے  
ارے میں صحیح علم ہو گیا کہ یہ ولی اللہ ہیں تو پھر اس کے یہاں دنیاوی حاجتوں کی بھیڑ لگ  
جاتی مگر اعلیٰ حضرت رض فرماتے ہیں کہ میں کبھی کسی بزرگ کے یہاں حاجت دنیا لے کر  
حاضر نہ ہوا۔

بریلی میں ایک مجدوب بیشِ الدین رہتے تھے۔ ان کے یہاں بچپن میں حاضر  
ہوئے۔ دریافت فرمایا: مقدمہ کیلئے آئے ہو؟ عرض کیا: مقدمہ تو ہے مگر میں اس کیلئے نہیں آیا  
صرف دعائے مغفرت و سعادت کا طالب ہوں۔ تقریباً آدھ گھنٹہ وہ دعا دیتے رہے۔

منی کی مسجد خیف میں ایک صاحب باطن کے ذکرِ قلب سے حدیث کے مطابق شہد کی  
مکھیوں جیسی آواز محسوس کر۔ کہ ان کی طرف قدم بڑھایا تو کسی حاجت دنیا کیلئے نہیں بلکہ  
صرف دعائے مغفرت کیلئے۔ وہ بھی صاحب کشف تھے۔ قدم بڑھاتے ہی دعا کرنے لگے:

اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَخِيْ هَذِهِ، اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَخِيْ هَذِهِ  
”اے اللہ! میرے اس بھائی کی مغفرت فرم۔“

اعلیٰ حضرت رض نے سمجھ لیا کہ کام ہو گیا۔ اب ان کے اوقات میں مخل ہونا زیبا نہیں  
اور واپس آ جئے۔

امام احمد رضا رض کی زندگی کو جس قدر گہری نظر سے دیکھا جائے گا۔ ایس طرح کے  
آبدار موتوں کی جلوہ ریزیاں عام ہوتی نظر آئیں گی۔ ان جلووں کو کوئی کہاں تک سمیئے؟  
مطالعہ حیران ہے اور زبان و قلم قاصر۔ مختصر یہ کہ اخلاص اور لہبیت نے ان کے قلب و ذہن کو  
پوری طرح معطر کر رکھا تھا۔ ان کی نظر ذات احمد سے جدا نہیں ہوتی۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمَنْدُ

## تجدید و اصلاح:

امام احمد رضا عسکری نے جو تجدیدی و اصلاحی خدمات انجام دی ہیں، انہیں صرف ان کے علمی خانہ میں رکھنا اور تصوّف و طریقت سے الگ شمار کرنا کسی طرح درست نہیں۔ اگر ایسے ہو تو سیدنا غوث اعظم عسکری اور امام غزالی عزیز اللہ ہی کی تجدیدی و اصلاحی خدمات پر نظر ثانی کرنی ہوگی۔

میں ذکر کر چکا ہوں کہ دعوتِ دین، اصلاحِ اہل زمانہ اور فتنہ شکنی وہ عظیم مجاہدہ ہے جو تمام اربابِ سلوک کو نصیب نہیں ہوتا۔ اہلِ کشف و مجاہدہ اور اربابِ ریاضت میں بہت سے اولیائے کرام ایسے بھی ملتے ہیں جنہوں نے خلوت میں زندگی گزاری اور جلوت سے انہیں کوئی سروکار نہ رہا اور اس کی حقیقت وہ ہے جو امام احمد رضا عسکری نے بیان فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

”آدمی تین قسم کے ہیں: مفید، مستفید، منفرد۔

- 1 - مفید وہ جو دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔
- 2 - مستفید وہ جو دوسرے سے فائدہ حاصل کرے۔
- 3 - منفرد وہ کہ دوسرے سے فائدہ لینے کی اسے حاجت نہ ہو اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچا سکتا ہو۔

مفید اور مستفید کو عزلت گزینی حرام ہے اور منفرد کو جائز بلکہ واجب۔“

(ملفوظات حصہ 3 صفحہ 37)

یہی وجہ ہے کہ سیدنا غوث اعظم عزیز اللہ نے تکمیلِ علومِ شریعت و راہِ طریقت کے بعد کوئی گوشہ تہائی نہیں بلکہ بغداد کی گھنی آبادی کا انتخاب کیا جو بے شمار فتنوں کی آماجگاہ بلکہ تربیت گاہ بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے خطبات سے خلفاء، امراء، علماء اور عوام کے دل ہلا دیے۔ ان کے فیضِ اصلاح سے ہزاروں بے دین صراطِ مستقیم پر آئے اور لاکھوں بے راہ صالح دنیک بن گئے۔

امام غزالی عزیز اللہ نے تکمیل کے بعد اپنی اصلاح کا رُخ خاص طور پر امراء اور علماء کی طرف پھیرا۔ ان کے ہاتھ پر توبہ کرنے والوں کی فہرست سوانح نگاروں نے مرتب نہ کی

لکن یہ حقیقت ہے کہ ان کے رشحاتِ قلم آج بھی باعثِ رشد و ہدایت ہیں۔ امام احمد رضا علیہ السلام نے اپنے عہد میں دینی فتنوں کا کتفی پامردی سے مقابلہ کیا ہے، اس کا اجمالی ذکر ہو چکا ہے۔

ان کے بھتیجے مولا نا حسین رضا خاں علیہ السلام رقم طراز ہیں:

”اس ہندوستان میں کوئی باطل فرقہ ایسا نہیں ہے جس کے رو میں ان کی  
بکثرت تحریریں موجود نہ ہوں۔ جب دین میں کوئی نیافتنہ اٹھتا تو سب سے  
پہلے حضور اعلیٰ حضرت علیہ السلام کے زبان و قلم کو حرکت ہوتی اور کامل استیصال فرمایا  
کر چھوڑتے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ ہر فتنہ انگیز کو فتنہ پھیلانے سے قبل یہ خیال  
مدتها مدت تک باز رکھتا کہ اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی سیف زبان و نیزہ قلم کا کیا  
جواب ہوگا؟“ (ایمان افراد و صایا صفحہ ۷)

انہوں نے خود بکمالِ جوانمردی اور اُنکی زندگی، ہی میں یہ اعلان کر دیا تھا:

ملک رضا ہے خیر خونخوار برق بار  
اعداء سے کہ دو خیر منائیں نہ شر کریں

ملک العلما، مولا ناظر الدین بہاری علیہ السلام اور برہان ملت مفتی برہان الحق صاحب  
رنظلہ وغیرہم نے اپنے اپنے مصنفوں میں اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی ان تصانیف کا ذکر تفصیل  
سے کیا ہے جو انہوں نے رذ نصاری، رذ ملحدین، رذ آریہ اور رذ فرقہ باطلہ میں تصنیف کیں۔

آپ علیہ السلام کی زبان فیضِ ترجمان سے بہت بے علموں اور فاسقوں کو بھی صلاح و  
لاح کی زندگی نصیب ہوئی۔ ایک ہار قریباً چوتیس دن جبل پور میں قیام فرمایا۔ بیٹھا  
سلمانوں نے اپنے خلا نیہ و خفیہ گناہوں سے ان کے دست پاک پر توبہ کی اور زبان کی تاثیر  
تحمی کر سیدھی سادھی باتوں سے لوگوں کے دل امند آتے تھے۔ نہ جانے مدتون کے کتنے  
عکھڑے ان کی دہ دہ باتوں سے طے ہو گئے اور جو مسلمان باہمی نزاع و آریہ بیٹھے تھے نہ  
کے مر تکب ہوتے چاہئے تھے، پشم زدن میں یک جان وہل ہو گئے۔

جلب پور کا واقعہ ہے کہ دو بھائیوں میں باہمی لڑائی تھی۔ چند کلمات سے بعد فرمایا

خوب سمجھ لیجئے آپ دونوں صاحبوں میں جو سبقت ملنے میں کرے گا، جنت کی طرف سبقت کرے گا۔ یہ فرمانا تھا کہ دونوں کے قلبوں پر ایک برقی اثر ہوا اور بے تابانہ ایک دوسرا کے قدموں پر گر پڑے۔ آپس میں نہایت صاف دلی کے ساتھ لپٹ گئے۔ جوشِ محبت کی حالت ہوئی کہ اگر حاضرین میں سے سنبھال نہ لیتے تو دونوں حضرات اس معانقہ قلبی میں گزرتے۔

خود بریلی شریف میں آئے دن اعلیٰ حضرت ﷺ کے ہاتھوں پر توبہ کرنے والوں کوئی شمار نہیں۔ جبل پور کے ایک جلسہ میں توبہ کرنے والوں کی فہرست شائع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت عہدیہ نے بتایا کہ اللہ رسول کے گستاخوں سے صحابہ کرام اور اولیائے کبار بیزاری نفرت کا سلوک کرتے تو بد مذہبوں، گستاخوں سے صحبت و قربت رکھنے والے بہت لوگوں نے توبہ کی اور صدقِ دل سے تائب ہوئے۔ اس پر ارشاد فرمایا: بھائیو! یہ وقت نزولِ رحمتِ الہی ہے۔ سب حضرات اپنے اپنے گناہوں سے توبہ کریں۔ جن کے خفیہ ہوں، وہ خفیہ اور جن کے علانیہ ہوں، وہ علانیہ۔ فقیر دعاء کرتا ہے کہ مولیٰ تعالیٰ آپ حضرات کی استقامت مرحمت فرمائے۔ جوداڑھی منڈاتے یا کترواتے ہوں یا چڑھاتے یا سیاہ خضاب لگاتے ہوں، وہ اور ایسے ہی جو علانیہ گناہ کرتے ہوں انہیں علانیہ توبہ کرنی چاہیے اور جو گناہ خفیہ طور پر کئے ان سے پوشیدہ کہ گناہ کا اعلان بھی گناہ ہے۔ ان چند فقروں میں اللہ ہی جانتے کیا اثر تھا کہ لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ گویا وہ اپنے گناہوں کے دفتر آنسوؤں سے دھور ہے تھے اور بے تابانہ پرداںہ دار اس شمعِ نجمِ محمدی پر شار ہوتے (اس شیخ ارشاد کے) قدموں پر گڑگڑا کر اپنے خفیہ و علانیہ گناہوں سے توبہ کر رہے تھے۔ عجب سماں تھا۔ جو لوگ حاضرِ جلسہ نہ تھے انہیں بعد کو اطلاع ہوئی، وہ سب حاضر ہو کرتا تائب ہوتے گئے۔ دوسرے دن وقتِ ظہر جبل پور سے روانگی تھی۔ لوگ اشیشن تک آئے اور تائب ہوئے۔

(الملفوظ حصہ 2 صفحہ 71 ملخصاً)

شب برأت بارگاہِ خداوندی میں توبہ کا بھی موقع ہے اور اپنے دینی بھائیوں سے مصالحت و معافی حقوق کا بھی۔ اسے امام احمد رضا عہدیہ کے مکتب گرامی کی روشنی میں سمجھئے

ران کی اصلاح و ہدایت کا منظر بھی دیکھئے کیونکہ یہ مکتوب کسی خاص فرد کیلئے نہیں بلکہ ایک شقی مراسلہ کی صورت میں طبع کراکے ہر علاقہ کے سربرا آور دہ حضرات کے یہاں شب کے موقع پر بھیجا جاتا تھا۔

”شب براءت قریب ہے، اس رات تمام بندوں کے اعمال حضرت عزت میں پیش ہوتے ہیں۔ مولیٰ صلی اللہ علیہ وس علیہ بطفیلِ حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام مسلمانوں کے ذنوب (گناہ) معاف فرماتا ہے مگر چند۔ ان میں وہ دو مسلمان جو باہم دنیوی وجہ سے رنجش رکھتے ہیں۔ فرماتا ہے: ان کو رہنے والے تک آپس میں صلح نہ کر لیں لہذا اہلست کو چاہئے کہ حتی الوع قبیل غروب آفتاب ۱۲ شعبان باہم ایک دوسرے سے صفائی کر لیں۔ ایک دوسرے کے حقوق ادا کر دیں یا معاف کر لیں کہ باذنه تعالیٰ حقوق العباد سے صحائف اعمالی خالی ہو کر بارگاہِ عزت میں پیش ہوں۔ حقوقِ مولیٰ تعالیٰ کیلئے توبہ صادقة کافی ہے۔

الْتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَا ذَنْبَ لَهُ

”گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔“

ایسی حالت میں باذنه تعالیٰ ضرور اس شب میں امیدِ مغفرتِ تامة ہے بشرط صحیت عقیدہ وہو الغفور الرّحیم۔

یہ سب مصالحت اخوان و معافی حقوقِ محمدؐ تعالیٰ یہاں سالمبائے دراز سے جاری ہے۔ امید کہ آپ بھی وہاں مسلمانوں میں اس کا اجراء کر کے مَنْ سَنَ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً۔ الخ کے مصداق بھوں۔ سب مسلمانوں کو تمجھا دیا جائے کہ وہاں نہ خالی زبان دیکھی جاتی ہے نہ غافق پسند ہے۔ صلح و معافی سب چیز دل سے ہو۔ (حیات اہل دینہ ت صفحہ 268)

۱۔ مکتوب نہیں حیات اہل دینہ تے حصہ متوہبات سے استیاب ۲۔ نہ ماتحت یہیں نہ۔  
۳۔ حسن المسالت: یہی میں چھپا۔ ۴۔ احمد احمد مصباح

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ امام احمد رضا علیہ السلام عامہ مسلمین کی ہدایت کیلئے مکتوبات و اشتہارات طبع کر کے تقسیم کر دیا کرتے تھے اور خاص علماء و سربرا آور دوست حضرات کے پاس بھی بھیجتے تھے تاکہ ان کے ذریعے ان کے حلقة اثر میں کارہدایت مکمل ہو سکے۔ کاش! اس قسم کے سب اشتہارات و مکتوبات جمع کر کے یکجا طبع کر دیے گئے ہوتے تو آج بھی بہت سے مسلمانوں کیلئے رشد و اصلاح کا کام انجام دیتے۔

ایک ہدایت نامہ ماہنامہ الرضا بریلی میں ملتا ہے جس کا متن یہ ہے:

”احباب علمائے شریعت اور برداران طریقت کو ہدایت کی جاتی ہے کہ خدمت دینی کو کسپ معيشت کا ذریعہ نہ بنائیں اور سخت تاکید ہے کہ دست سوال دراز کرنا تو درکنار اشاعتِ دین و حمایتِ سنت میں مالی منفعت کا خیال دل میں نہ لائیں، بلکہ ان کی خدمت خالص الوجه اللہ ہو۔ ہاں! اگر بلا طلب اہل محبت سے کچھ نذر پائیں، رونہ فرمائیں کہ اس کا قبول کرنا سنت ہے۔“

(ماہنامہ الرضا بابت ربیع الاول و جمادی الاولی 1338ھ)

شہر احمد آباد کے مسلمانوں میں ایک بار باہمی نزاع پڑا۔ لوگوں نے امام احمد رضا علیہ السلام کی خدمت میں لکھا کہ یہاں ایک جھگڑا پڑا ہے۔ ایک مسجد مدت سے بن گئی اور ایک مسجد اب بن رہی ہے، ہر دو جانب کے فتوے نکلے ہیں۔ مذکور دونوں فتوے آپ کی خدمت اقدس میں روائہ ہیں۔ بغور ملاحظہ فرمائ کر جو حکم صحیح ہو، روائہ کریں۔ آپ کی حق تحریر آنے سے انشاء اللہ العزیز شرمنٹ جائے، ایسی امید ہے۔

امام احمد رضا بریلوی علیہ السلام دونوں فتووں کو ملاحظہ فرمانے، مسجد ضرار کی حقیقت بتانے اور دیگر احکام شرعیہ واضح فرمانے کے بعد آخر میں رقمطر از ہیں:

”فقیر کو بحمدہ تعالیٰ تمام سی بھائیوں سے خدمت گاری کا شرف حاصل ہے اہذا دونوں فریق سے دست بستہ عرض ہے کہ رنجش جانے دیں۔ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ پر نظر فرمائ کر گلے گلے لیں۔ فریق اول کو اپنی نیت معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے زائد اس کی نسبت جانتا ہے۔ اگر واقع میں مسجد انہوں نے محض براہ

نفسانیت بقصدِ اضرارِ مسجد سابق بنائی ہے تو ضرور وہ مسجدِ ضرار ہے، اسے ”در کریں اور تائب ہوں مگر فریقِ دوم کو ہرگز حلال نہیں کہ مسلمانوں پر اتنی سخت بدگمانی کر کے معاذ اللہ مسجدِ دھانا چاہیں اور ایسے بے معنی نام کے فتوؤں کی آڑ لیں جو اس سے زیادہ اور کیا ظلم کریں گے کہ مسجدِ گرانے کا حکم دیتے اور حاکم وقت کو بر بادی خانہ خدا پر ابھارتے ہیں۔ وَالْعَيْاذُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ۔

فقیر اپنے اس خط کی نقل فرماتے ہیں کہ کوئی بھی بھیجے گا کہ میں نے دونوں کی خدمت میں دست بستہ عرض کی ہے اور اصلاح کی توفیق دینے والا خدا ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَى جَمِيعِ إِخْوَانِنَا أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

فقیر احمد رضا قادری عُفی عنہ

شعبان المعتظم یوم الاحد ۱۳۲۹ھ

(فتاویٰ رضویہ جلد 6 صفحہ 412)

اب میں خود اعلیٰ حضرت عَلیہ السلام کی تصانیف سے ان کی اصلاح و تربیت کا منظر پیش کرنا چاہتا ہوں جسے دیکھ کر اہل نظر خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ صرف مفتی و عالم کا قلم ہے یا صوفی و عارف کا خامہ پُرا اثر؟

ایک شخص قیلوہ ایسے وقت کرتا تھا کہ اس کی جماعتِ ظہرِ چھوٹ جاتی اور عذر یہ تھا کہ مجھے ”تجدد پڑھنا“ رہتا ہے، جس کیلئے دن میں قیلوہ ضروری ہے، نہ کروں تو تجد فوت ہو۔ اس کے متعلق آپ عَلیہ السلام فرماتے ہیں:

”حضر اقدس سلطنتِ اسلام نے کب ایسے تجد و قیلوہ کے طرف بلا یا جن سے جماعت فریضہ فوت ہو؟ کیا قرآن و حدیث ایسے ہی تجد کی ترغیب دیتے ہیں؟ کیا سلفِ صالح نے ایسی ہی قیام لیل کئے ہیں؟ حاشا کلّا۔

ترکم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی!

کیس رو کے تو می روی بترستان است

یا ہذا! سنت ادا کیا چاہتا ہے تو بروجہ سنت ادا کر۔ یہ کیا کہ سنت لیجئے اور واجب فوت کیجئے۔ ذرا بگوش ہوش سن! اگرچہ حق تلخ گزرے، وسوہ ڈالنے والے نے تجھے یہ جھوٹا بہانا سکھایا کہ اسے مفتیان زمانہ پر پیش کرے۔ جس کا خیال ترغیباتِ تہجد کی طرف جائے، تجھے تفویت جماعت کی اجازت دے۔ جس کی نظر تاکیداتِ جماعت پر جائے، تجھے ترکِ تہجد کی مشورت دے مگر حاشا! خدامِ فقہ و حدیث ب توفیقہ عجلہ حقیقت امر سے آگاہ ہیں۔ ان کے یہاں عقلِ سلیم و نظر قویم دو عادل گواہ شہادت دے چکے ہیں کہ تہجد و جماعت میں تعارض نہیں۔ ان میں کوئی دوسرے کی تفویت کا داعی نہیں بلکہ یہ ہوائے نفسِ شریر دسوئے طرزِ تدبیر میں ناشی ہوا۔

یا ہذا! اگر تو وقتِ جماعت جا گتا ہوتا اور بطلبِ آرام پڑا رہتا ہے جب تو صراحةً گنہگار و تارکِ واجب اور عذرِ باطل میں کاذب ہے اور اگر ایسا نہیں تو اپنی حالتِ جانچ کہ یہ قتنہِ خواب کیونکر جا گا اور یہ فسادِ محاب کہاں سے پیدا ہوا؟ اس کی تدبیر کر۔ کیا تو قیولہ ایسے تیک وقت کرتا ہے کہ وقتِ جماعت قریب ہوتا ہے۔ ناچار ہوشیار نہیں ہونے پاتا؟ یوں ہے تو اول وقتِ خواب کر۔ اولیاء کرام قدسَ اللہُ باسرا رہم نے قیولہ کیلئے خالی وقت رکھا ہے جس میں نماز و تلاوت نہیں یعنی ضحہ و کبری سے نصف النہار تک۔ وہ فرماتے ہیں کہ چاشت وغیرہ سے فارغ ہو کر خواب خوب ہے کہ اس سے تہجد میں مدد ملتی ہے اور انھیک دوپہر ہونے سے کچھ پہلے جا گنا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ جو پیش از زوال بیدار ہو لیا، اس سے فوتِ جماعت کے کوئی معنی نہیں۔

کیا اس وقت سونے میں تجھے کچھ عذر ہے؟ اچھا انھیک دوپہر کو سوگرنہ اتنا کہ وقتِ جماعت آجائے۔ ایک ساعتِ قلیلہ قیولہ بس ہے۔ اگر طولِ خواب سے خوف کرتا ہے۔

۱۔ تکریہ نہ رکھ۔ بچھونا نہ بچھا کہ بے تکریہ دبے بستر سونا بھی مسنون ہے۔

سوتے وقت دل کو خیالِ جماعت سے خوب متعلق رکھ کر فکر کی نیند غافل نہیں ہوتی۔  
۲۔ کھانا حتی الامکان علی الصباح کھا کر وقت نوم تک بخاراتِ طعام فروہولیں اور طول  
منام کے باعث نہ ہوں۔  
۳۔

سب سے بہتر علاجِ تقلیلِ غذا ہے۔ پیٹ بھر کر قیامِ لیل کا شوق رکھنا بانجھ سے بچے  
مانگنا ہے۔ جو بہت کھائے گا، بہت پیے گا۔ جو بہت پیے گا، بہت سوئے گا۔ جو بہت  
سوئے گا، آپ ہی خیرات و برکات کھوئے گا۔

یوں نہ گزرے تو قیامِ لیل میں تخفیف کر۔ دور کعتیں خفیف و تام بعد نماز عشاء ذرا سونے  
کے بعد شب میں کسی وقت پڑھنی اگرچہ آدمی رات سے پہلے ادائے تہجد کو بس ہیں مثلاً انو  
بچے عشاء پڑھ کر سورہ، دس بچے انہ کر دور کعتیں پڑھ لیں، تہجد ہو گیا۔

سوتے وقت اللہ و عجلن سے توفیقِ جماعت کی دعا اور اس پرسچا توکل۔ مولیٰ تبارک و  
تعالیٰ جب تیرا حسن نیت و صدقی عزیمت دیکھے گا، ضرور تیری مدد فرمائے گا۔

مَنْ يَتَوَكَّلُ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسِيبٌ

”جو اللہ پر توکل کرے تو اللہ اے کافی ہے۔“

۷۔ اپنے اہل خانہ وغیرہم سے کسی معتمد کو متعین کر کر وقتِ جماعت سے پہلے جگادے۔  
ان ساتوں مدبروں کے بعد کسی وقت سوئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ فوتِ جماعت سے  
محفوظی ہوگی۔ اخ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۳۳۲ تا ۳۳۰ ملخصاً)

صرف اہلِ دین ہی نہیں میں اہل زبان سے پوچھتا ہوں کہ یہ اسلوب عالمانہ ہے یا  
صوفیانہ؟ یہ فتاویٰ کی زبان ہے یا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ السلام کی عوارف اور  
ان کے شیخ سیدنا غوث اعظم علیہ السلام کی فتوح الغیب کی؟ یہ کسی مفتی محض کا قلم ہے یا کسی بادی  
شریعت و طریقت کا؟

اسی طرح ایک سوال آیا کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جو غلط صدقات و خیرات تو کرتے ہیں  
مگر فرض زکوٰۃ کی ادائیگی نہیں کرتے۔ اس کے جواب میں حتم شرعی اور انحراف احادیث بیان  
کرنے کے بعد امام احمد رضا علیہ السلام خاص عرفانی و اسما ائمہ انداز میں ذمہ دار ہیں

”زکوٰۃ نہ دینے کی جانکاہ آفتیں وہ نہیں جن کی تاب آسکے۔ نہ دینے والے کو ہزارہا سال ان سخت عذابوں میں گرفتاری کی امید رکھنی چاہئے کہ ضعیف البیان انسان کی کیا جان؟ اگر پہاڑوں پر ڈالے جائیں، مُر ماہو کر خاک میں مل جائیں۔ پھر اس سے بڑھ کر حمق کون کہ اپنا مال جھوٹے چے نام کی خیرات میں صرف کرے اور اللہ علیہ السلام کا فرض اور اس بادشاہ قہار کا وہ بھاری قرض گردن پر رہنے دے۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکہ ہے کہ آدمی و نیکی کے پردے میں ہلاک کرتا ہے۔ نادان سمجھتا ہی نہیں۔ (سمجھتا ہے) نیک کام کر رہا ہوں اور نہ جانا کہ نفل بے فرض زرد ڈھوکے کی ٹھی ہے۔ اس کے قبول کی امید تو مفقود اور اس کے ترک کا عذاب گردن پر موجود۔

اے عزیز! فرض خاص سلطانی قرض ہے اور نفل گویا تحفہ و نذرانہ۔ قرض نہ دیجئے اور بالائی بیکار تحفے بھیجئے، وہ قابل قبول ہوں گے؟ خصوصاً اس شہنشاہِ غنی کی بارگاہ میں جو تمام جہاں و جہانیاں سے بے نیاز ہے۔

اس شخص نے آج تک جس قدر خیرات کی، مسجد بنائی، گاؤں وقف کیا۔ یہ سب امور صحیح ولازم تو ہو گئے مگر باس ہمہ جب تک زکوٰۃ پوری پوری نہ ادا کرے ان افعال پر امیدِ ثواب و قبول نہیں کہ کسی فعل کا صحیح ہو جانا اور بات ہے اور اس پر ثواب ملنا، مقبول بارگاہ ہونا اور بات ہے مثلاً اگر کوئی شخص دکھاوے کیلئے نماز پڑھے نماز صحیح تو ہو گئی، فرض اُتر گیا پر نہ قبول ہو گی نہ ثواب پائے گا بلکہ الٹا گنہگار ہو گا۔ یہی حال اس شخص کا ہے۔

اے عزیز! اب شیطان لعین کہ انسان کا عددِ میمین ہے بالکل ہلاک کر دینے اور یہ ذرا سا ذوراً جو قصدِ خیرات کا رہ گیا ہے جس سے فقراء کو تو نفع ہے، اسے بھی کاٹ دینے کیلئے یوں فقرہ سو جھائے گا کہ جو خیرات قبول نہیں تو کرنے سے کیا فائدہ؟ چلو اسے بھی دور کرو اور شیطان کی پوری بندگی بجالا و مگر اللہ علیہ السلام کو تیری بھلانی اور عذاب شدید سے رہائی منظور ہے تو وہ تیرے دل میں ڈالے گا کہ

اس حکم شرعی کا جواب یہ نہ تھا جو اس دشمنِ ایمان نے تجھے سکھایا اور رہا سہا بالکل مُتّر دوسرا ش بنایا بلکہ تجھے وہ فکر کرنی تھی جس کے باعث عذاب سلطانی سے بھی نجات ملتی اور آج تک کے یہ وقف و مسجد و خیرات بھی سب مقبول ہو جانے کی امید پڑتی۔

وہ نیک تدبیر یہی ہے کہ زکوٰۃ نہ دینے سے صدق دل سے توبہ کیجئے۔ آج تک کی جتنی زکوٰۃ گردن پر ہے، فوراً دل کی خوشی کے ساتھ اپنے رب کا حکم ماننے، اور اسے راضی کرنے کو ادا کر دیجئے کہ شہنشاہ بے نیاز کی درگاہ میں باغی غلاموں کی فہرست سے نام کٹ کر فرمائی بردار بندوں کے دفتر میں چہرہ لکھا جائے۔ مہربان مولیٰ جس نے جان عطا کی، اعضاء دیے، مال دیا، کروڑوں نعمتیں بخشیں اس کے حضور منہ اجالا ہونے کی صورت نظر آئے اور مژده ہو، بشارت ہو، نوید ہو، تہنیت ہو کہ ایسا کرتے ہی اب تک جس قدر خیرات دی ہے، وقف کیا ہے، مسجد بنائی ہے، ان سب کی بھی مقبولیٰ کی امید ہو گی کہ جس جرم کے باعث یہ قابل قبول نہ تھے۔ جب وہ زائل ہو گیا، انہیں بھی باذن اللہ شرفِ قبول حاصل ہو گیا (الی آخر ما افادوا جاد)

(فتاویٰ رضویہ جلد 4 صفحہ 436)

مختلف بدعاویٰ و منکرات پر امام احمد رضا عہدۃ اللہ نے علمی اسلوب کے علاوہ خالص عرفانی اندازہ میں جو اصلاح و ارشاد کا کام کیا ہے اُنہی کو جمع کیا جائے تو ایک کتاب ہو لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جس قدر ذکر ہو گیا اس مختصر مضمون کیلئے کافی ہو گا۔

مزید تفصیل کیلئے ”امام احمد رضا عہدۃ اللہ اور روز بدعاویٰ و منکرات“ از مولانا نیسمیں اختر مصباحی مطبوعہ فرید بکٹال لاہور دیکھئے۔

### بارگاہ قادریت:

سلوک و تصویف اور ارادت و طریقت میں ضروری ہے کہ اپنے آقائے نعمت سے بھر پور تعلق خاطر ہو۔ جبھی فیضان قلب و نظر سے بہرہ در ہو سکتا ہے۔ امام احمد رضا عہدۃ اللہ

اپنے مرشد گرامی سے پچی عقیدت رکھتے ہیں یہاں تک کہ اپنی علمی تصانیف کو بھی انہی کا فیض قرار دیتے ہیں۔ رسالہ حاجز البھرین الواقی عن جمیع الصلوٰتین (۱۳۱۳ھ) جو فتن حدیث میں امام احمد رضا علیہ السلام کی وسعت نظر اور کامل دستگاہ کا جیتا جا گتا ثبوت ہے، اس کے آغاز میں اپنے استاذ گرامی والد ماجد علیہ السلام کے ساتھ مرشدِ برحق کا ذکر بھی عجب والہانہ انداز میں لاتے ہیں۔ اسی طرح اوپر کے تمام مرشدوں کا جہاں بھی تذکرہ کرتے ہیں، بڑی ممنونیت و عزت کے ساتھ کرتے ہیں لیکن سلسلہ قادریہ کے مرشدین اپنے مرید سے یہی فرماتے ہیں کہ ہم نے تیراہاتھ حضور غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے دست پاک میں دیا۔ اس لیے اس سلسلہ والوں کے اصل مرشد و شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ ہی ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دیگر اکابر کی طرح حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ السلام اور امام احمد رضا قادری علیہ السلام بھی اس سرکار سے نسبت غلامی کا بڑا پر کیف اظہار فرماتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے بے شمار موقعوں پر فرمایا اور متعدد مقامات پر لکھا کہ یہ آستان قادریت کی غلامی کا صدقہ ہے۔

مولانا شاہ محمد ابراہیم قادری برکاتی مدرسی حیدر آبادی علیہ السلام نے اطلاع دی کہ مولانا ناوکیل احمد سکندر پوری علیہ السلام قصیدہ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں اور بعض لوگ اس قصیدے کی عربیت پر کلام رکھتے ہیں۔ ان کا رد بھی اچھی طرح کر رہے ہیں۔ آپ اس قصیدے کی نسبت اور عربیت سے متعلق کیا فرماتے ہیں؟ اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے جواب میں اولاً اس کی نسبت کی صحت ثابت کی پھر اس کی عربیت سے متعلق دس نکات تحریر فرمائے جن میں یہ مان کر کہ ممکن ہے اس کی عربیت میں کمی ہے بطور تجزیل کام کیا اور نکتہ ثانیہ میں اکابر علماء و أدباء کی تمیز عبارت میں پیش کیس جن میں قواعد عربی کی رعایت نہ تھی وہ بھی نہ میں۔ جواب کے آخر میں فرماتے ہیں

”الحمد للہ کلام اپنے منتہی کو پہنچا اور ارتیابِ مرتا ب اپنی سزا کو مگر ابھی تو یہیں

حضرت مفترض کی مزاج پر سی کرنی ہے۔ ذرا مہربانی فرمائ کر اپنے اعتراضات تفصیلی سے اطلاع دیں اور اس وقت جواب تفصیلی کے مرتبے میں ہم پر ہمارے آقا کا فیضان دیکھیں۔ ہاں! ہاں! اصلانہ شرما میں۔ جہاں تک

امروں اپنے خاطر میں آئیں۔ سب ایک ایک کر کے بیان فرمائیں۔ کچھ انھاں  
رکھنے کی تکلیف ہرگز نہ انھا میں۔ ہم بھی تو جانیں کہ قصیدہ مبارکہ میں ایسے کیا  
کچھ انعامات دیکھ پائے ہیں جن کی بنابری شور انھائے ہیں۔

ابتداء میں فرماتے ہیں:

”فتیر اپنے مجموعہ فتاویٰ کی جمع و تہذیب، رسائل والد ماجد کی تبیض و ترتیب،  
رسائل کثیرہ کی ترصیف اور کئی رسائل جدیدہ کی تصنیف میں مشغول تھا۔ قصد  
کیا بہبادت اجمال چند سطر میں ایک مختصر جواب حاضر کرے۔ 25 ذی الحجه  
(1306ھ) روز جمعہ مبارکہ کو اس طرف عزم کیا۔ سرکار فیض بار حضرت  
 قادریت مدار علیہ رضوان الغفار کا نام پاک سرکار اقدس سے نظر اول میں وہ  
جو شفیقان ہوا کہ عنان قلم روکتے روکتے ایک موجز رسالے کا سامان ہوا۔“

(الزمامة القمرية في الذب عن الخمرية)

محدث اعظم مولا ناسید محمد اشرفی جیلانی کچھوچھوی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ فرماتے ہیں:

”اعلیٰ حضرت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نے مجھے کارِ افتخار پر لگانے سے پہلے خود گیارہ روپے کی  
شیرینی منگائی۔ اپنے پنگ پر مجھ کو بٹھا کر اور شیرینی رکھ کر فاتحہ غوشیہ کر کے  
دست کرم سے شیرینی مجھ کو بھی عطا فرمائی اور حاضرین میں تقسیم کا حکم دیا کہ  
اچاک اعلیٰ حضرت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پنگ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب حاضرین کے  
ساتھ میں بھی کھڑا ہو گیا کہ شاید کسی حاجت سے اندر تشریف لے جائیں گے  
لیکن حیرت بالائے حیرت یہ ہوئی کہ اعلیٰ حضرت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ زمین پر اکڑوں بیٹھے  
گئے۔ کچھ میں نہ آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ دیکھا تو یہ دیکھا کہ تقسیم کرنے والے کی  
غفلت سے شیرینی کا ایک ذرہ زمین پر گر گیا تھا اور اعلیٰ حضرت بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اس ذرے  
ونوک زبان سے انھار ہے ہیں۔ اس واقعہ کو دیکھ کر سارے حاضرین سرکار  
غوشیت کی عظمت و محبت میں ڈوب گئے۔“

۱۔ یہ اندر رکن تعمیر کے ساتھ بارگاہ غوشیت کے اعزاز کا بھی پتہ ہوتا ہے۔ ۲۔ احمد احمد مصباحی

اب میں سمجھا کہ بار بار مجھ سے جو فرمایا گیا کہ کچھ نہیں یہ آپ کے جد امجد (سرکار غوثیت) کا صدقہ ہے وہ مجھے خاموش کر دینے کیلئے ہی نہ تھا اور نہ صرف مجھ کو شرم دلانا مقصود تھی بلکہ درحقیقت اعلیٰ حضرت جوہر اللہ یہ غوث پاک ہی الفوز کے ہاتھ میں چول قلم در دست کا تب تھے۔

(خطبہ صدارت جشن ولادت اعلیٰ حضرت منعقدہ ناگپور ۱۳۷۹ھ، تجلیات امام احمد رضا نمبر ناگپور)

اس کے دوسرے شواہد بھی ہیں۔ بچپن سے بارگاہ قادریت کا ادب محفوظ رہا۔ پچھے برس کی عمر میں معلوم ہو گیا کہ بغداد شریف کس سمت ہے۔ اس وقت سے تازندگی ادھر کبھی پاؤں نہ پھیلا یا۔ سمت قبلہ کا احترام تو آدب شرع میں داخل ہے مگر سمت مرشد کا ادب بارگاہِ عشق کا حصہ ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت جوہر اللہ یہ نے فتوے کی زبان میں لکھا تو یہی لکھا کہ جانب شمال پاؤں پھیلا کر سونے میں کوئی ممانعت نہیں۔ ہاں! اگر اس خیال سے احتراز ہو کہ اس سمت بغداد شریف ہے اور مسجد القصی قبلہ انبیاء ہے تو یہ ایک معقول وجہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

انپا ایک خواب بیان فرماتے ہیں کہ ایک بار میں نے دیکھا کہ حضرت والد ماجد جوہر اللہ یہ کے ساتھ ایک سواری بہت نفس اور اوپنجی بھی تھی۔ والد ماجد نے کمر پکڑ کر سوار کیا اور فرمایا: گیارہ درجے تک تو ہم نے پہنچا دیا آگے اللہ مالک ہے۔ میرے خیال میں اس سے مراد غلامی ہے سرکار غوثیت کی۔ (ملفوظات حصہ 3 صفحہ 29)

حقیقت بھی یہی ہے کہ امام احمد رضا جوہر اللہ یہ کو بارگاہ قادریت سے وہ عقیدت والفت تھی جو ایک سچے قادری کا حق ہے اور اس سرکار کی وہ عظمت و عزت ان کے پیش نظر تھی جو حضور غوثیت مآب کو سرکارِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ و الشفاء کی طرف سے کرامت ہوئی۔ عرض کرتے ہیں:

ترًا ذرَّةٌ مِّنْ كَاملٍ هُوَ يَا غوث  
ترًا قطرَةٌ مِّنْ سَائلٍ هُوَ يَا غوث  
كُوئي سالِكٌ هُوَ يَا وَاصِلٍ هُوَ يَا غوث  
وَهُوَ كَچَّهٌ بَعْدِ تِرًا سَائلٍ هُوَ يَا غوث

کہا تو نے کہ جو مانگو ملے گا  
 رضا تجھ سے ترا سائل ہے یا غوث  
 وہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا  
 اوپنچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا  
 سر بھلا کیا کوئی جانے کہ ہے کیا تیرا  
 اولیاء ملتے ہیں آنکھیں دہ ہے گوا تیرا  
 کیا دبے جس پہ حمایت کا ہو پنجہ تیرا  
 شیر کو خطرے میں لاتا نہیں کتا تیرا  
 بحر و بر، شہر و قری، بہل و حزن، دشت و چمن  
 کون سے چک پہ پہنچتا نہیں دعویٰ تیرا

ارشادِ غوثِ اعظم:

أَفَلَتْ شَمُوسُ الْأَوَّلِينَ وَشَمَسُنَا  
 أَبَدًا عَلَى أَفْقِ الْعُلَى لَا تَغُرِّبُ

کی ترجمانی فرماتے ہیں:

سورج اگلوں کے چمکتے تھے چمک کر ڈوبے  
 افق نور پہ ہے مہر ہمیشہ تیرا  
 راج کس شہر میں کرتے نہیں تیرے خدام  
 باج کس نہر سے لیتا نہیں دریا تیرا  
 مزرع چشت و بخارا و عراق و اجمیر  
 کون سی کشتی پہ برسا نہیں جھالا تیرا  
 بعض لوگ اولیاء میں سے دوسرے محبوبوں کو بھی سیدنا غوثِ اعظم عَلیہ الْحَمْدُ وَالْحَوْفُ کا ہمسر  
 نہیں، ان کا رد فرماتے ہیں:

اور محبوب ہیں، ہاں پر بھی یکساں تو نہیں  
یوں تو محبوب ہے ہر چاہنے والا تیرا  
بعض بزرگوں سے ایسے کلمات صادر ہوئے جن سے یہ ظاہر ہوتا کہ وہ خود کو غو  
اعظم حنفی سے بھی برتر سمجھتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد ہے:

”جس سے بھی اس قسم کے کلمات ادا ہوئے یا تو براہ سکر یا لاؤ جہ نادقی۔ ہوش اور  
علم میں آنے کے بعد سب نے اعتراف کیا۔ اس پر واقعات بھی بیان فرمائے  
ہیں۔“ (ملفوظات جلد 3 صفحہ 75 و 76)

یہاں بھی اشارہ کرتے ہیں:

مشائخ میں کسی کی تجھ پر تفضیل  
بِحکمِ اولیاء باطل ہے یا غوث  
سکر کے جوش میں جو ہیں وہ تجھے کیا جائیں  
حضر کے ہوش سے پوچھئے کوئی رتبہ تیرا  
بجز و نیاز کا منظر بھی دیکھیں۔

تجھ سے در، در سے سگ اور سگ سے ہے مجھ کو نسبت  
میری گردن میں بھی ہے دور کا ڈورا تیرا  
اس نشانی کے جو سگ ہیں نہیں مارے جاتے  
حشر تک میرے گلے میں رہے پٹا تیرا  
میری قسمت کی قسم کھائیں سگانِ بغداد  
ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پھرا تیرا  
تیری عزت کے شار، اے مرے غیرت والے!  
آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بُردہ تیرا  
استمداد و استعانت کرتے ہوئے عرض گزار ہیں:

جلا دے دیں جلا دے کفر و الحاد  
 کہ تو نمی پسے تو قاتل ہے یا غوث  
 ترا وقت اور پڑے یوں دین پر وقت  
 نہ تو عاجز نہ تو غافل ہے یا غوث  
 تو قوت دے میں تنہا کام بسیار  
 بدن کمزور، دل کاہل ہے یا غوث  
 عدو بد دین مذہب والے حاسد  
 تو ہی تنہا کا زور دل ہے یا غوث  
 حد سے ان کے سینے پاک کر دے  
 کہ بدتر دُق سے بھی یہ سل ہے یا غوث

فصلِ غوہت کے منکروں اور شانِ قادریت میں ہرزہ سرایاں کرنے والوں کی طرف یوں التفات ہے:

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے  
 یہ گھنائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا  
 مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے  
 نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چہ چا تیرا  
 سم قاتل ہے خدا کی قسم ان کا انکار  
 منکرِ فضل حضور آہ یہ لکھا تیرا ۔

سرکار غوثِ اعظم کا ارشاد ہے:

تکذیبکم لی سُمْ قاتلِ لادیانِ کم و سبب لِذہابِ دُنیاکم و اخراکم۔  
 ”میرے ارشاد کو خلاف بتاتا تمہارے دین کیلئے زہر قاتل اور تمہاری دنیا و عقبی  
 کی بر بادی کا سبب ہے“۔ والیعاز باللہ تعالیٰ (فتاویٰ رضویہ جلد ۳ صفحہ ۵۲۳)

اسی طرف اشارہ ہے:

یا ز اشہب کی غلامی سے یہ آنکھیں پھر فی  
دیکھے اُڑ جائے گا ایمان کا طوطا تیرا  
حکم نافذ ہے ترا، خامہ ترا، سیف تری  
دم میں جو چاہے کرے، دُور ہے شاہا تیرا

نسبت قادری اور غیرت نسبت کا اثر بھی امام احمد رضا علیہ السلام پر ویسا ہی تھا جو اکابر  
اولیاء کو اپنے شیوخ کی بارگاہوں میں ہوتا۔ ایک بار عرض کیا گیا: حضرت سید احمد زروق  
رضی اللہ عنہ نے (جو بزرگوں میں ہیں) فرمایا:  
”جب کسی کو کوئی تکلیف پہنچے یا زروق کہ کرنا کرے، میں فوراً اس کی مدد کروں  
گا۔

اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے فرمایا:  
”مگر میں نے کبھی اس قسم کی مدد نہ طلب کی۔ جب کبھی میں نے استعانت کی،  
یا غوث ہی کہا۔ یک درگیر، محکم گیر۔

میری عمر کا تیسواں سال تھا کہ حضرت محبوب الہی علیہ السلام کی درگاہ میں حاضر  
ہوا۔ احاطہ میں مزامیر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی۔ میں نے  
عرض کیا: حضور! میں آپ کے دربار میں حاضر ہوا ہوں۔ اس شور و شغب سے  
مجھے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روپہ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب  
یکدم چپ ہو گئے۔ میں سمجھا کہ واقعی سب لوگ خاموش ہو گئے۔ قدم درگاہ  
شریف سے باہر نکلا پھر وہی شور و غل تھا پھر اندر قدم رکھا پھر وہی خاموشی۔  
معلوم ہوا کہ یہ سب حضرت کا تصرف ہے۔ یہ بنین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی  
چاہی۔ بجائے حضرت محبوب الہی علیہ السلام کے اسم مبارک کے ”یا غوثاہ“ زبان  
سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم (1302ھ) قصیدہ درshan غوث اعظم  
بھی تصنیف کیا۔ (ملفوظات حصہ 3 صفحہ 59)

اس قصیدہ میں عرض کرتے ہیں:

سے سر توئی سرور توئی سر را سرو ساماں توئی  
جاں توئی جاناں توئی جاں را قرارِ جاں توئی  
سیدنا غوث اعظم ﷺ نے بغداد میں جب بر سر منبر فرمایا تھا:  
قدِمیٰ هذیہ علی رَقْبَةِ مُعْلَمٍ وَكَبِيْرِ اللَّهِ  
”میرا یہ قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے۔“

تو اولیائے روئے زمین کی طرح حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ  
نے بھی سر زمین ہند سے جواب دیا:  
بَلْ عَلَى عَمِينِي وَرَأَيْسِي  
”بلکہ میرے چشم و سر پر۔“  
اس کیفیت کو بھی نظم فرمایا ہے:

بہر پایت خواجہ ہندال شہ کیوال جناب  
بل علی عینی و راسی گوید آں خاقان توئی  
بندہ ات، غیرت مرد گر بر در غیرت زود  
وَر زود چوں بنگر دہم شاہ آں ایوال توئی  
ایک قصیدہ میں عرض کیا گیا:

بندہ مجبور ہے خاطر پہ ہے قضہ تیرا  
یہ سر کار غوث اعظم ذی القیظ کے ایک ارشاد کا ترجمہ ہے۔ بعض حضرات کو اس پر اعتراض  
اسی طرح

”حاجیوا و شہنشاہ کا روضہ دیکھو،“

یک صاحب کو لفظ شہنشاہ کے غیر اللہ پر اطلاق کی ممانعت کا خدشہ ہوا تو دونوں کا مفصل  
ب ایک رسالہ میں جمع فرمایا ہے: فِقْهُ شہنشاہ وَ أَنَّ الْقُلُوبَ بِيَدِ الْمَحْبُوبِ بِعَطَاءٍ  
(1326ھ)

بہجۃ الاسرار شریف اور دیگر اکابر کی کتابوں میں خود حضور غوث اعظم ذی القیظ سے ”صلادۃ“

الاسرار" مروی ہے جس میں بعد نماز سمت بغداد گیارہ قدم چلتے ہوئے سرکار غوثیت سے استمداد بھی ہے۔

غوث اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جو حاجت ہو، پوری کی جائے گی"۔

یہ نماز اولیائے کرام کے معمولات و مجربات سے ہے۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حسن نیت ہو خطاب پھر بھی کرتا ہی نہیں

آزمایا ہے یگانہ ہے دوگانہ تیرا

ظاہر ہے کہ منکرین استعانت و توسل کو اس "صلة الاسرار" پر اعتراض ضرور ہوگا۔ ان کے جواب میں ایک رسالہ "أنهار الانوار من يَمِّ صلةُ الاسرار" تصنیف فرمایا ہے جس میں اکابر امت اور اکابر منکرین سے اس کا جواز ثابت کیا ہے۔ بہت سے اہم صوفیانہ نکات بھی اس کے اندر رقم ہوئے ہیں پھر مولا نا شاہ محمد ابراہیم قادری حیدر آبادی رحمۃ اللہ علیہ کو اس نماز کا اجازت نامہ لکھتے ہوئے عربی میں رسالہ "از هار الانوار من صبا صلةُ الاسرار" رقم فرمایا ہے۔ جس میں نماز غوثیہ کا مکمل طریقہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشاد کی شرح کے ضمن میں لکھا ہے اور گیارہ کے عدد اور بارگاہ غوثیت سے اس کے تعلق کے بارے میں بڑا ہی اہم نکتہ قلم بند کیا ہے جو خالص ذوقی و عرفانی ہے اور تصریح فرمائی ہے کہ یہ نکتہ قلب فقیر پر الہام نہیں ہے۔ شاید اکثر حضرات کے فہم اور ذوق سے بالاتر ہو اس لئے یہاں نقل کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ اہل علم کی نظر سے گزر چکا ہو گایا بعد میں دیکھ لیں گے۔ اس تفصیل کا مدعایہ ہے کہ بارگاہ قادریت سے متعلق اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے جو عرض کیا ہے:

۱۔ میاں ابو الحسن علی ندوی نے تو اعتراض سے بھی آگے بڑھ کر کھلا ہوا افتاء کیا ہے۔ "ارکان شریعت" کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ "نماز بغداد کی طرف زخ کر کے پڑھی جاتی ہے"۔

حالاں کہ تمام اہل سنت یہی جانتے اور لکھتے ہیں کہ یہ اللہ کیلئے دور کعت نماز نفل ہے جس میں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ اور گیارہ بار سورہ اخلاص کی قرأت کی جائے گی اور پوری نماز میں دوسری نمازوں سے کوئی فرق نہیں۔ بعد نماز حمد، درود، دعا اور استعانت البتہ ہے لیکن گمراہ گری اور افتاء پردازی کو حقیقت بیانی سے کہ

میری قسم کی قسم کھائیں سگان بغداد

ہند میں بھی ہوں تو دیتا رہوں پھر اتیرا

یہ صرف شاعرانہ دعویٰ نہیں بلکہ حقیقت بھی یہی ہے کہ انہوں نے ناموسِ غوشیت کی حفاظت اور فضائل قادریت کے اظہار و اعلان میں کوئی فروگنداشت روانہ رکھی وہ ان کی محبت میں اعداء کی کوئی پرواہ کرتے تھے۔ البتہ دوستوں کے اعتقاد و اعتماد کے تحفظ کی خاطر ہر شبہ و اعتراض کا شافی جواب دینا اپنا فرضِ منصبی ضرور سمجھتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

دل اعداؤ کو رضا تیز نمک کی ڈھن ہے

اک ذرا اور چھڑکتا رہے خامہ تیرا

اس کے بعد چوتھا قصیدہ کہتے ہیں جس کا مقطع ہے:

اے رضا! چیست غم ارجملہ جہاں دشمن تست

کر وہ ام ما من خود قبلہ حاجاتے را

سیدنا غوثِ اعظم ﷺ کے ارشاد مبارک کے مطابق وہ اس پر کامل اعتماد رکھتے ہیں کہ ان کے اقوال کی تخلذیب اور ان کے احوال کا انکار اپنی عاقبت کی بربادی ہے۔ اشعار میں بھی اس طرف اشارہ گزر چکا ہے۔ اسی اعتماد و اعتقاد کا ثمرہ ہے کہ مشکل مسائل میں حضرت قادریت سے ان پر فیوض و علوم کی بارش ہوتی کہ اثر خامہ دیکھتے رہیے۔ اس بارشِ فیض کا خود بھی ذکر فرماتے ہیں۔ رسالہ "انہار الانوار مِنْ يَعْمَلُ صلوٰۃ الاسرار" کے آخر میں رقمطراز ہیں:

"یہ ہے جو اسے گدائے سر کا فیض بارِ قادر یہ پر برکات و نعماتِ حضور پر نور غوثِ اعظم ﷺ سے فاض ہوا۔

گرقبول افتاذ ہے عز و شرف

گدائے بنیوا، فقیر ناسزا، اپنے تاجدارِ عظیم الجود عجیم العطا کے بے نعمت و کرم بے علت سے اس صلے کا طالب کے عفو و عافیت و حسن عاقبت کے ساتھ اس دار نا پا سیدار سے رخصت ہوئے۔ مصطفیٰ ﷺ کے عزیز پسر، بتوی زہرا کے لخت جگر، علی مرتضیٰ کے نورِ نظر، حسن و حسین کے قرہ بصر، محیٰ سنت ابی بکر و عمر

صلی اللہ تعالیٰ علی الحبیب وعلیہم وسله یعنی حضور غوث صمدانی، قطب رباني، واحب الامال مُعْطی الاماں حضور پر نور غوث اعظم، قطب عالم، محی الدین ابو محمد عبد القادر حسنی حسین جیلانی طی العز و ارضاء و جعل حرز نافی الدین رضا کا کی محبت و عشق و عقیدت و اتباع و اطاعت پر جائے اور جس دن ”یوْمَ نَدْعُوْ كُلَّ أَنْسٍ بِإِمَامَاهُمْ“ کاظمہور ہو، یہ سراپا گناہ، زیر لوائے بیکس پناہ، سر کار قادریت ظلتِ اللہ جگہ پائے۔ فَإِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ۔ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔ (فتاویٰ رضویہ جلد 3 صفحہ 548)

اسی نسبت و عقیدت کا صلہ تھا کہ ارباب باطن کو سرکار غوثیت سے یہی بتایا گیا کہ ہمارے نائب بریلی میں احمد رضا ہے۔ مولانا عبدالعیم صدیقی میرٹھی حسنی نے بھی اپنی منقبت میں اس طرف اشارہ کیا ہے۔ وہ نواسخ ہیں:

تمہیں پھیلار ہے ہو علم حق اکنافِ عالم میں  
امامِ اہلسنت نائب غوث الورثی تم ہو

### کرامات:

امام احمد رضا حسنی کے تصوفِ عملی کے باب میں اب تک جو ذکر ہوا یہی وہ استقامت علی الشریعہ ہے جسے سیدنا غوث اعظم طی العز نے ولی کی کرامت کہا اور یہی وہ کرامت ہے جس کے بارے میں سید المکاشفین حضرت محی الدین ابن عربی حسنی نے فرمایا کہ اس میں استدرج اور مکر کا دخل نہیں۔ یہ اصل کرامت معنوی ہے جس پر خاص کو آگاہی ہوتی ہے لیکن ان کی حیات میں بہت سی کراماتِ حسی بھی موجود ہیں جو سوانح کی کتابوں میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

اب میں بعض وہ کرامات بھی ذکر کر دوں جو عوام کو بھی محسوس ہونے والی ہیں اور کرامت معنوی کے ثبوت کے بعد کرامتِ حسی بلاشبہ دلیل ولایت یاد لیل بالائے دلیل ہے۔

1 - اوقات کا قبض و سلط بھی کراماتِ اولیاء سے ہے۔ امام عبد الوہاب شعرانی حسنی نے ”الیاقیت والجواہر فی بیان عقائد الاکابر“ کی تصنیف کے دوران ایک قلیل مدت میں

متعدد بار پوری "فتوات مکیہ لابن العربی" کا مطالعہ کیا جب کہ اتنی صفحیں کتاب اتنی بار بالاستیغاب دیکھنے کیلئے درست مدد در کار تھی۔ اسے خود علامہ شعرانی حجۃ اللہ علیہ نے اپنی کرامت شمار کیا کیوں کہ ان کے نزدیک ضروری ہے کہ ولی کو خود بھی اپنی کرامت پر اعتقاد و یقین ہو جس طرح نبی کو اپنے مجھ پر خود بھی یقین ہونا ضروری ہے۔

سیدی امام احمد رضا علیہ السلام الفیوضات الملکیہ لمحب الدولة المکیہ (1324ھ) میں خود اپنی ایک کرامت اسی قسم کی بیان کرتے ہیں اگرچہ حاشیہ میں انکسار اسے کرامت نہیں بلکہ معونت لکھا ہے، فرماتے ہیں:

"فَقِيرٌ قَادِرٌ كَمْ سَأَتَهُ دُوَّبًا رَأِيْسًا مُعَالِمَهُ پَیْشٌ آتَیَا كَمْ آخِرٌ وَقْتٌ فَجَرِ مِنْ بَیْدَارٍ هُوَ  
جَبَ كَمْ كَنَارَهُ آفَاقَ بَحْكَنَهُ مِنْ بَحْسَابٍ عَلَمٌ تُوقِيتٌ صَرْفٌ دُسْ مِنْثَ بَاقِيَ تَهْنَهَهُ،  
غَسلَ كَمْ ضَرُورَتْ تَهْنَهَهُ۔ اسْتِنْجَاءٌ تَطْهِيرٌ نَجَاسَتْ اورْ مُساوِكَ سَعَ فَارَغَ هُوَ كَمْ غَسلَ  
خَانَهُ مِنْ گَيَا۔ گَھْرِی باہر رکھ دی تھی، اندر جا کر ایسا محسوس ہوا کہ وقت ابھی  
زیادہ ہے اس لئے سارے گرم کپڑے اتنا کر رعایت آداب و سُنن کے ساتھ  
باطمینان غسل کیا پھر سر سے اچھی طرح پانی جذب کر کے تمام کپڑے پہنے۔  
باہر آ کر گھری دیکھی تو اس میں بالکل اتنا ہی وقت ہے جتنا پہلے تھا۔ خیال ہوا  
کہ رکھ دینے سے گھری بند ہو گئی تھی اور انٹھا لینے سے ابھی چلنے لگی اور نماز کا  
وقت نکل گیا اس لئے کہ اتنے سارے کاموں میں یقیناً دُسْ مِنْثَ سے زیادہ  
وقت صرف ہوا ہے اس فقیر کو ہیئت و نجوم اور توقیت کی بھی کامل معرفت ہے،  
نگاہ انٹھا کر دیکھا تو افق یہ بتا رہا ہے کہ ابھی وقت ہے اور اتنا کہ فرض ہی نہیں  
سنتوں کی بھی گنجائش سے الہذا سُختیں ادا کیں۔ فرض: جماعت پڑھا اور مکان  
واپس ہو کر گھر کی عمدہ و صحیح بڑی گھری سے اپنی گھری ملائی تو دونوں بالکل  
لطابق تھیں اس سے سمجھا کہ چھوٹی گھری بند نہیں ہوئی تھی۔ اگر ایسا ہوتا تو  
دونوں میں ضرور فرق ہوتا۔ یقین کیا کہ مولیٰ سبحان، تعالیٰ نے اس فقیر کے لئے  
ایک سینکڑ سے کم وقت اتنا وسیع فرمایا کہ ان سارے کاموں کی گنجائش نکل

آلی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ (الْفَوْضَاتُ الْمُكَلَّبَةُ الْجَبَ الدُّولَةُ الْمُكَلَّبَةُ مُلْحَاظُهُ جَمَا)

خیال رہے کہ یہ واقعہ دوبار پیش آیا اور اس میں شبہ نہیں کہ سینڈ سے کم وقت کا اتنا بیسیط وسیع ہونا خارق عادت اور کرامت ضرور ہے۔

2۔ ایک بار اسم اعظم کا ذکر نکل آیا۔ فرمایا: ہر شخص کیلئے اسم اعظم الگ الگ ہوتا ہے اور جتنے حاضر تھے سب کیلئے اسم اعظم الگ الگ تجویز فرمایا۔ سید قناعت علی صاحب کی باری تھی کہ عصر کی اذان ہو گئی اور جلسہ برخاست ہو گیا۔ سید صاحب کو حضرت رہ گئی اس وقت تک دل میں یہی کہکشان نکبیر کی۔ حی علی الغلاح پر اعلیٰ حضرت عینہ<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> اٹھے اور مصلی پر دایاں قدم رکھا۔ اس وقت سید صاحب بالکل ما یوس ہو کر دل میں کہنے لگے کہ آج یہ پہلی مثال ہے کہ میں محروم رہ جاتا ہوں۔ اعلیٰ حضرت عینہ<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> نے فوراً ان کی طرف مڑ کر فرمایا: آپ کیلئے اسم اعظم "یا خالق یا اللہ" ہے پھر نکبیر تحریک کی۔

3۔ جبل پور قیام کے زمانے میں ایک بار اعلیٰ حضرت عینہ<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> محفل میلاد شریف میں سرورِ عالم مصلی علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان فرمائے تھے۔ اسی دوران یکاں یک منبر سے اتر کر کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ وسلام عرض کرنے لگے۔ لوگوں کو حیرت ہوئی کہ پیچ تقریر میں اچاک کیا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر تقریر شروع کی اور جلسہ ختم ہوا۔ بعد اجلاس مولانا مفتی برہان الحق صاحب عینہ<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> اور ایک مرد صالح، دو بزرگوں نے الگ الگ نشتوں میں بیان کیا۔ درمیان تقریر ہماری آنکھ لگ گئی۔ ہم نے ایک عجیب جلوہ نور دیکھا جو پوری فضاء کو محیط ہوتا جا رہا تھا اسی میں ہم محظی تھے کہ صلوٰۃ وسلام کی آواز کانوں میں آنے لگی جسے سن کر آنکھ کھل گئی۔ اعلیٰ حضرت عینہ<sup>رحمۃ اللہ علیہ</sup> نے فرمایا: یہ سرکار کا کرم تھا کہ جملی فرمائ۔ لوگوں نے اب سمجھا کہ درمیان تقریر اچاک منبر سے اتر کر صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کا سبب کیا تھا؟

ان عرفانی آنکھوں نے بیداری میں وہ جلوہ نورانی ملاحظہ فرمایا: با ادب کھڑے ہو کر نذرانہ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے لگے۔ ایسا ہی واقعہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ایک وعظ میں پیش آیا تھا۔

اعلیٰ حضرت عہدیہ کے ایک مرید بآخلاص امجد علی خاں بھینسواری شریف کے رہنے والے تھے۔ کسی شکار میں ان کی گولی بجائے شکار کے آدمی پر لگی۔ پولیس نے مقدمہ قائم کر دیا اور قتل ثابت ہو گیا۔ پھانسی کی سزا سنائی گئی۔ ان کے گھر والے جیل میں پہنچ تو کہا: اطمینان رکھو! میں صبح گھر پناشتہ کروں گا۔ میرے پیر و مرشد نے فرمایا ہے کہ ”جاوَا! ہم نے تمہیں چھوڑ دیا۔“ اب ان کا حسن اعتقاد اور کمال اعتماد بھی دیکھئے۔ جلا دوں نے پھانسی کے تنخوا پر کھڑا کر دیا اور پوچھا: اپنی خواہش بتاؤ! انہوں نے جواب دیا: ابھی میرا وقت نہیں آیا ہے، وہ سب حیرت سے منہ تنکنے لگے کہ عجب دیوانہ ہے، تنخوا دار پر کھڑا کیا جا چکا ہے، جان جانے میں صرف پھنڈا کھنچنے کی دیر ہے اور کہتا ہے: ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اتنے میں لندن سے تار آیا کہ ملکہ و کٹوریہ کی تاج پوشی کی خوشی میں اتنے خونی، اتنے قیدی رہا کئے جائیں۔ ان کو اتار لیا گیا۔ گھر آ کر دیکھاتو لاش لانے کی تیاری ہو رہی تھی اور کہرام بپا تھا۔ انہیں دیکھ کر سب حیرت زدہ رہ گئے مگر انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے پیر و مرشد کے ارشاد پر یقین تھا۔ اس لئے میں نے کہا تھا کہ ناشتہ گھر آ کر کروں گا۔ ناشتہ لاوے لیکن ابھی ناشتہ کہاں؟

5۔ ایک اور واقعہ بنارس میں پیش آیا جس کے راوی اعلیٰ حضرت عہدیہ کے خادم خاص جناب کفایت اللہ صاحب ہیں۔ بیان فرماتے ہیں: اعلیٰ حضرت عہدیہ بنارس تشریف لے گئے، ایک دن دوپہر کو ایک جگہ دعوت تھی۔ میں بھی ہمراہ تھا۔ واپسی میں تانگے والے سے فرمایا: اس طرف فلاں مندر کے سامنے سے ہوتے ہوئے چلو! مجھے حیرت ہوئی کہ اعلیٰ حضرت عہدیہ بنارس کب تشریف لائے اور کیسے یہاں کی گلیوں سے واقف ہوئے اور اس مندر کا نام کب سنًا؟ اسی حیرت میں تھا کہ تانگہ مندر کے سامنے پہنچا۔ دیکھا کہ ایک سادھو مندر سے نکلا اور تانگہ کی طرف دوڑا۔ آپ نے تانگہ رکوا دیا۔ اس نے اعلیٰ حضرت عہدیہ کو ادب سے سلام کیا اور کان میں کچھ باتیں ہوئیں جو میری سمجھ سے باہر تھیں پھر وہ سادھو مندر میں چلا گیا۔ ادھر تانگہ بھی چل پڑا۔ میں نے عرض کی: حضوریہ کون تھا؟ فرمایا: ”ابدالی وقت“۔ عرض کی: مندر میں! فرمایا:

آم کھائیے، پتے نہ گئے۔” (کراماتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 67)

کراماتِ خسی کا تذکرہ یہیں ختم کرتا ہوں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ اصل کرامت استقامتِ علی الشریعہ ہے، اس کے بعد اگر کوئی خارق عادت ثابت ہو تو یقیناً کرامت ہو گا ورنہ استدراج میں داخل ہو گا اور امام احمد رضا عسکری کی کرامت یہ بھی ہے کہ ان کے خلفاء، تلامذہ اور مریدین اصحاب کرامت ہوئے۔

حضرت صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی مصنف بہارِ شریعت عسکری خاص اعلیٰ حضرت عسکری کے خلیفہ و مرید تھے۔ ان کی جامعیتِ شریعت و طریقت معروف و مشہور ہے۔ وصال کے بعد برسات کی وجہ سے مزارِ شریف کا ایک حصہ کھل گیا۔ پورا باغ جس میں مدفن ہیں، خوبصورت سے معطر ہو گیا۔ گھوٹی کے چھوٹے بڑے سب نے اس کرامت کا مشاہدہ کیا اور عینی شاہدین کا بیان ہے کہ یہ خوبصورت پہلے ہم نے کسی چیز میں پائی نہ بعد میں اس کی نظیر نظر آئی۔ غیروں نے بھی دیکھا اور بر ملا اس کا اعتراف کیا۔

اعلیٰ حضرت عسکری کے خلف اصغر حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں عسکری مفہومات کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

”صحبت بغیر رنگ لائے نہیں رہتی اور پھر اچھوں کی صحبت اور وہ بھی کون جنہیں سید العلماء کہیں تو حق یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو، جنہیں تاج العرفاء کہیں تو بجا، جنہیں مجدد وقت اور امام اولیاء سے تعبیر کریں تو صحیح، جنہیں حریم شریفین طیبین کے علمائے کرام نے مدائحِ جلیلہ سے سراہا۔ إِنَّهُ السَّيِّدُ الْفَرِدُ الْإِمَامُ کہا۔ ان کے ہاتھ پر بیعت ہوئے، انہیں اپنا شیخ طریقت بنایا۔ ان سے سندیں لیں، اجازتیں لیں، انہیں اپنا استاد بنایا۔ پھر ایسے کی صحبت کیسی با برکت صحبت ہوگی۔ صحیح تو یہ ہے کہ صحبت کی برکت نے انسان کر دیا۔ میری جان ان پاک قدموں پر قربان۔ جب سے یہ قدم پکڑے، آنکھیں کھلیں۔ اچھے بُرے کی تمیز ہوئی، اپنا نفع و زیاد سو جھا۔ منہیات سے تابہ مقدور احتراز کیا اور اُامر کی بجا آوری میں مشغول ہوا۔“ (المفہوم صفحہ 4 حصہ 1)

یہ اعتراف استفاضہ کافی و دافی ہے۔ اب آپ خود مفتی اعظم ہند عربیہ کی زندگی پر نظر ڈالیں۔ شریعت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی زندگی، طریقت کی میزان پر تلی ہوئی زندگی اور کرامات و خوارقی عادات سے بھری ہوئی زندگی۔ اس زندگی کے جلوے اب بھی آنکھوں میں محفوظ ہوں گے۔ اس لئے مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں۔ ظاہر ہے کہ جب زندگی کا یہ عالم ہے تو زندگی ساز کا عالم کیا ہو گا؟

حضرت مولانا عبدالسلام جبل پوری علیہ السلام کی کرامات بھی میں سن چکا ہوں اور دیکھنے والے اب بھی موجود ہیں۔ یہ بھی اعلیٰ حضرت علیہ السلام کے خلیفہ و فیض یافتہ تھے۔ حدتو یہ ہے کہ استاذ صدر الشریعہ سیدنا محدث سورتی مولانا وصی احمد صاحب علیہ السلام جو اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے عمر میں بیس سال بڑے تھے، مجھی بخاری مولانا محمد اسحاق علیہ السلام کے تلمیذ حدیث اور حضرت مولانا فضل الرحمن عجّنخ مراد آبادی علیہ السلام کے مرید رشید تھے۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے حصول فیض کا اعتراف کچھ عجب انداز میں کرتے ہیں جو ان کی عالی ظرفی کے ساتھ امام احمد رضا علیہ السلام بلند بھی بتاتا ہے۔

حضرت مولانا سید محمد صاحب کچھوچھوی محدث اعظم ہند علیہ السلام نے اپنے استاذ گرامی حضرت محدث سورتی علیہ السلام سے ایک بار پوچھا کہ آپ کو شرف بیعت حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن عجّنخ مراد آبادی علیہ السلام سے حاصل ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کا شوق جو اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے ہے وہ کسی سے نہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی یاد، ان کا تذکرہ، ان کے فضل و کمال کا خطبہ آپ کی زندگی کیلئے روح کا مقام رکھتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: صاحبزادے! سب سے بڑی دولت وہ علم نہیں ہے جو میں نے مولوی محمد اسحاق علیہ السلام سے پایا اور وہ بیعت نہیں ہے جو عجّنخ مراد آباد میں نصیب ہوئی بلکہ وہ ایمان ہے جو مد ارینجات ہے۔ یہ میں نے صرف اعلیٰ حضرت علیہ السلام سے پایا اور میرے سینے میں پوری عظمت کے ساتھ مدینہ کو بسانے والے اعلیٰ حضرت علیہ السلام ہیں۔ اس لئے ان کے تذکرہ سے میری روح میں بالیدگی پیدا ہوتی ہے اور ان کے ایک ایک کلمہ کو اپنے لئے مشعل ہدایت جانتا ہوں۔ (حیاتِ اعلیٰ حضرت صفحہ 65)

حضرت محدث اعظم کچھو چھوی رض فرماتے ہیں:

”حضرت کا انداز بیان اور آنکھیں پر نمگر مجھے ایسا محسوس ہوا کہ واقعی ولی راوی  
می شناسد اور عالم را عالمی داند۔“ (خطبہ صدارت جشن ولادت اعلیٰ حضرت منعقدہ ناگپور)  
اب غور کریں کہ ایسی طیل القدر ہستیوں کو آفتاب و ماہتاب بنانے والا خود کتنا عظیم  
گا۔ ایسے اکابر نے جس سے درسِ معرفت حاصل کیا ہوا وہ جس سے نسبت تربیت رکھے  
ہوں، وہ کتنا بڑا عارف کامل، ولیِ واصل، صوفی صادق اور مرشد حاذق ہو گا۔ سچ فرمایا مسلم  
اسلام مولانا عبد العلیم صدیقی میرٹھی رض نے:

جو مرکز ہے شریعت کا مدار اہل طریقت کا  
جو محور ہے حقیقت کا وہ قطب الاولیاء تم ہو  
ہیں سیارہ صفت گردش کنال اہل طریقت یاں  
وہ قطب وقت اے سرخیل جمع اولیاء تم ہو



## تصوّف علمی اور تعلیماتِ تصوّف

یہ باب پہلی دونوں قسموں سے زیادہ وسیع نظر آتا ہے کیونکہ تعلیمات میں تصوّفِ تقادی اور تصوّفِ عملی دونوں کی تشریحات و توضیحات متین ہیں۔

### فِي تصوّف میں تصانیف:

خاص فِي تصوّف میں بھی امام احمد رضا عسکری کی تصنیفات ہیں جن میں سے صرف اور ہماری نظر سے گز رسکی ہیں۔

- کشف حقائق و اسرار و دقائق (1308ھ): یہ رسالہ بعض مشکل اشعار کی نہایت آسان اور سادہ شرح پر مشتمل ہے۔

- الیاقوتۃ الواسطہ فی قلب عقد الرابطہ (1309ھ): یہ رسالہ سید الانبیاء علیہ السلام اولیاء کرام اور اپنے مرشد و شیخ کی طرف روحانی توجہ اور ان سے رابطہ قلبی قائم کر کے کسب فیض سے متعلق ہے۔ مشائخ اور اولیائے کرام کے نزدیک یہ طریقہ رائج و معمول ہے۔ بعض حضرات کو اس سے انکار ہوا تو اس کے جواز و ثبوت میں یہ مختصر، جامع اور علمی و تحقیقی رسالہ پر قلم فرمایا۔

- آنہار الانوار مِنْ يَمِّ صلاة الاسرار (1305ھ): یہ رسالہ صلاۃ الاسرار معروف بـ نمازو غوشہ کے ثبوت اور بہت سے اسرار و دقائق کے بیان میں ہے۔

- آنہار الانوار مِنْ صبا صلاۃ الاسرار (1305ھ): نمازو غوشہ کے طریقہ اور اسرار و نکات کے بیان میں رقم فرمایا گیا۔

ان کے علاوہ دیگر علمی تصانیف میں جو مضمین تصوّف جا بجا آگئے ہیں، ان کا شمار میں اور سب کی جمع و ترتیب بہت مشکل ہے۔ فِي تصوّف کی مشہور کتب احیاء العلوم، ابریز فریف، حدیقہ ندیہ، الیوقیت والجوہر، میزان الشریعة الکبریٰ وغیرہ کے حوالی بھی تحریر

فرمائے ہیں۔ علم تکیر و جفر جو خاص علوم مشائخ و اولیاء کرام سے ہیں ان میں بھی مفید و جلیل تصنیفات ہیں۔ خصوصاً فتن تکیر میں توا بیجاد کا درجہ رکھتے تھے۔

میں یہاں تکمیل اقسام کیلئے چند افادات کا ذکر کرتا ہوں۔ جو حضرات مزید تحقیق چاہیں وہ خود اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ کی تصنیف کی طرف رجوع کریں۔

### وحدت وجود و شہود و معبدو:

امام احمد رضا بریلوی عہدۃ اللہ اپنی کتاب ”الدولۃ المکتیۃ بالماۃ الغیریۃ“ میں وحدت وجود و شہود و معبدو سے متعلق رقمطر از ہیں:

”حقيقي وجود صرف اللہ کیلئے ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: سب سے بھی بات جو عرب نے کہی، وہ لیلید شاعر کا یہ قول ہے: “الا مُكْنَفٌ شَيْءٌ مَا خَلَقَ اللَّهُ بَلْ اطْلُلُ“، ہمارے نزدیک ثابت ہو چکا ہے کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کا معنی عوام کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبد نہیں اور خواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں اور اخض الخواص کے نزدیک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی مشہود نہیں اور جو مقامِ نہایت تک پہنچ گئے ان کے نزدیک یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی موجود نہیں اور سب حق ہے۔ مدارِ ایمان اول پر ہے۔ مدارِ صلاح دوم پر، کمال سلوک سوم پر اور وصول الی اللہ کا مدار چہارم پر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان چاروں معانی سے ہڈی کامل عطا فرمائے اپنے احسان و کرم سے۔ آمين۔“ (صفحہ 324)

### تزرییہ مع تشبیہ بلا تشبیہ:

اہلِ حق اور صوفیہ کرام کا مشہور عقیدہ ہے کہ ”تزرییہ مع تشبیہ بلا تشبیہ“۔

علامہ فضل حق خیر آبادی عہدۃ اللہ نے ”الروض الحجود فی تحقیق وحدۃ الوجود“ کے آخر میں اس پر دلچسپ بحث کی ہے۔

اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ فرماتے ہیں:

”تشبیہ محض کفر ہے اور تزرییہ محض گمراہی اور تزرییہ مع تشبیہ بلا تشبیہ عقیدہ حقہ اہل

سنن ہے۔ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيمُ الْبَصِيرُ۔ یہ تنزیہ مع تشبیہ بلا  
تشبیہ ہے۔ تشبیہ مغض تو یہ ہوئی کہ وہ ہماری ہی طرح ایک جسم ہے۔ یہ کفر ہے۔  
تنزیہ مغض یہ کہ دیکھنے، سننے میں اس کو بندوں سے مشابہت لازم آتی ہے لہذا  
اس کا بھی انکار کر دیا جائے کہ خدا دیکھتا سنتا ہے۔ یہ کچھ اور صفات ہیں جن کو  
دیکھنے سننے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ گمراہی ہے۔ اصل صحیح عقیدہ یہ ہے کہ لَيْسَ  
كَمِثْلِهِ شَيْءٌ " اس کی مثال کوئی شے نہیں "۔ یہ تنزیہ ہوئی اور وَهُوَ السَّمِيمُ  
الْبَصِيرُ " وہی سننے دیکھنے والا ہے "۔ یہ تشبیہ ہوئی مگر جب سننے، دیکھنے کو بیان  
کیا کہ اس کا دیکھنا آنکھ کا، سنا کان کا ہتھ نہیں۔ وہ بے آلات کے سنتا، دیکھتا  
ہے۔ یہ غنی تشبیہ ہوئی کہ بندوں سے جو وہم مشابہت ہونا، اس کو منایا تو ما حصل  
وہی نکلا " تنزیہ مع تشبیہ بلا تشبیہ "۔ (ملفوظات حصہ 4 صفحہ 47، 48 تخفیض)

### علم رسالت:

علم رسالت وغیرہ سے متعلق تصویف اعتقادی کے بیان میں گزر چکا ہے کہ امام احمد  
شافعیہ کا عقیدہ اور ان کی تعلیمات صوفیہ و عارفین کے مسلک حق و تحقیق کے عین  
طابق ہیں اور وہ ہمیشہ اس پرختنی سے کاربند رہے۔ جہاں بھی ذکر کیا، اس سے سر مو انحراف  
وارانہ ہوا۔

### حال نماز کے اسرار و حکم:

اب میں نماز سے متعلق بعض اطائف و نکات کا تذکرہ کرتا ہوں جسے انشاء اللہ تعالیٰ  
باب ذوق و عرفان قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔ ہوس کا تو بعض الفاظ کی تسہیل و  
نیص بھی کروں گا۔ آپ ﷺ فطر از ہیں:

"نماز کے اکثر افعال و احکام ان اسرار و حکم پر منی ہیں جن کا مدار حقیقتہ صرف  
ابل قلوب کے روشن و بلند احوال پر ہے۔ عوام بھی صورت احکام میں ان کے  
شرکیک ہیں مثلاً دن والی نماز میں اخفاء واجب ہوا اور رات والی میں جہر کے

رات آیت لطف ہے اور اس کی تجلیٰ لطیف اور دن آیت قبری ہے اور اس کی تجلیٰ شدید پھر قرآن کلام اہی کی تجلیٰ جہری تجلیٰ سری سے بہت قوی و گرم الہذا اعتدال و تعدل کیلئے تجلیٰ قبری کے ساتھ ٹھنڈی تجلیٰ رکھی گئی اور تجلیٰ لطیفی کے ساتھ گرم۔

جمعہ و عیدین میں دن ہونے کے باوجود جہر کا حکم ہوا کہ بوجہ کثرتِ حاضرین اُنس حاصل اور دہشت زائل اور قلب بوجہ شہودِ خلق شہودِ تجلیٰ سے قادرے ذاہل (غافل) بھی ہو گا۔ ساتھ ہی ایک ہفتہ کی تقسیرات جمع ہو کر حباب میں ایک قسم کی قوت پیدا کرتی ہیں تو گاہے گا ہے یہ علاج مناسب ہوا جو اپنی حرارت سے اُسے گلادے جیسے اطباء خطوطِ دقیقہ دیکھنے سے منع کرتے اور نادر ابغرضِ مشق و تمرین اُسے علاج سمجھتے ہیں۔

نماز کسوف میں گو جماعت کثیر اور وقفہ طویل ہے پھر بھی اخفاء ہی رہا کہ وہ وقتِ تنویف و تجلیٰ جلال ہے اور وقفہ طویل ہے، جہر نہ ہو سکے گا۔ اسی لئے ہمارے نزدیک نماز جنازہ میں اصلاً قرأت نہیں کہ یہ بہت عظیم و تجلیٰ جلال، تجلیٰ شدید قرآنی سے جمع نہ ہو اور جو قرأت کہتے ہیں وہ بھی جہر نہیں رکھتے کہ شدّت پر شدّت بڑھ جائے گی۔

شب کو آٹھ رکعت تک ایک نیت سے جائز اور دن کو چار سے زیادہ منع کر سُنتِ الہیہ ہے۔ تجلیٰ شیاً فشیاً وارد کرتے اور ہر ثانی میں اول سے قوی سمجھتے ہیں تو تجلیٰ گرم نہاری کے ساتھ چار سے آگے تاب نہ آئے گی۔ اسی لئے ہر دو رکعت پر جلسہ طویلہ کا حکم ہوا کہ خوب آرام پالے اور نبی ﷺ کی یاد ضروری ہوئی کہ لطفِ جمال سے ظا اٹھا لے اور چھپلی رکعتوں میں قرأت معاف کر تجلیات بڑھتی جائیں گی شاید دشواری ہو اور منفرد پر جہر واجب نہیں کہ بوجہ تنہائی دہشت و ہبیت زیادہ ہوتی ہے۔ عجیب نہیں کہ تاب نہ لائے تو اسے اس کے حال وقت پر چھوڑنا مناسب۔ رکوع و وجود میں قرأت قرآن منوع ہوئی

کے ان کی تجلی جلی قیام سے بخت اشد، دوسری تجلی شدیدہ قرأت مل کر افراد  
بوجی نیز قعو، میں قرأت منوع ہوئی کہ وہ آرام دینے کیلئے رکھا گیا۔ تجلی  
قرأت کی شدت مل کر اسے مقصود سے خالی کر دے گی۔ اسی لئے رکون کے  
بعد قوہ کا حعم ہوا کہ اس تجلی قوی سے آرام لے کر تجلی اقوی کی طرف جاتے  
ورنہ تاب نہ اے گا۔ اسی بنابری میں اسجدتمن اطمینان سے بیٹھنا واجب کیا گیا  
کہ تجلی سجدہ ثانیہ اور اشد و اعظم ہوئی۔ پے در پے اشد برائشدا نے سے  
ذیان بڑی نہ منہدم ہو جائے۔

مارفہ بالغہ امام عبد الدو باب شعرانی بیہقی "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں نقل  
فرماتے ہیں

"حضرت پر نور سیدنا غوث اعظم بن القزوئی کے ایک مرید نے سجدہ کیا۔ جسم گھلنے  
شرمع ہوا یہاں تک کہ کوشت پوست مذہبی پسلی کسی شے کا نشان نہ رہا۔ صرف  
ایک بوند پانی کی زمین پر پڑی رہ گئی۔ حضور غوث اعظم بن القزوئی نے روئی کے  
پھوئے سے انھی کر زمین میں دفن کر دی اور فرمایا۔ سبحان اللہ! تجلی کے سبب  
اپنی اصل کی طرف پہنچ گیا۔"

قمرت نگر کہ عشقہ شمشیر عشق یافت  
مرے کہ زندگاں بدعا آرزو کنند"

(فاتحہ رضوی جلد ۳ صفحہ ۵۴۲، ۵۴۱)

### دائے نماز کی باطنی کیفیت اور دفع و سوسہ:

امام محمد بن محمد غزالی بیہقی نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف تصویر "احیاء علوم الدین" کی  
بلدوں میں ایک مستقل باب اُن خیالات و تصورات کے متعلق رکھا ہے جن کو اذان تاوضیع  
تم نماز نمازی داپنے والی میں حاضر رکھنا چاہئے۔ اسی میں لکھا ہے کہ التحیات کے اندر نبی  
علی علیہ السلام مجھنے سے پہنچے اپنے دل میں سرکاری تیرہ کا جمال اور ان کی صورت بے مثال  
حاضر رکھے ہو۔

السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَّ كَاتِبِهِ

او زیقین رکھو کہ سر کا رعنی عینہ تمہارے سلام سے بہتر جواب عنایت فرمائے ہیں۔

امام احمد رضا عجیب اللہ نے بھی ادائے نماز اور دفع و سواں کا بڑا ہی موثر طریقہ قلم بخیر فرمایا ہے۔ تجربہ ہے کہ حضور قلب اور صن نماز کے لئے یا اکسیر ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک بڑا مفید بیان ہے الہدا وہ بھی نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

- 1. جس وقت سونے سے اٹھے خیال کہ مجتمع تھا۔ بھلی کی چال سے منتشر ہو جانا چاہتا ہے۔ اگر پھیل گیا تو سمنا مشکل ہو جاتا ہے۔ معا آنکھ کھلتے ہی پہلا کام یہ کرے کہ خیال روک کر تصویر میں تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھے۔ یہ ابتداء اس کے خیال کی ہو گی تو دن بھی اس کی برکت اس کے خیال پر حاوی رہے گی۔

اب ادائے نماز کی کیفیت میں ان کی بیش بہا تعلیمات ملاحظہ ہوں۔ فرماتے ہیں:

- 2. نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ بقوت باندھے جائیں۔ نفس کا معدن زریناف ہے اور یہاں سے دسوے اٹھتے ہیں اور قلب کو جاتے ہیں۔ اس لئے آئمہ شافعیہ ضمیمۃ القیمة قلب کے نیچے پیٹ پر ہاتھ باندھتے ہیں کہ دشمن کا راستہ روکیں اور ہمارے آئمہ ضمیمۃ القیمة ناف کے نیچے باندھتے ہیں کہ ابتدائے سرچشمہ کی بندش کریں۔ ہاتھ و قفا و قفا و قفا و قفا و قفا ہیلے ہو جائیں گے، انھیں کس لیا کریں۔

- 3. نگاہ کے مواضع جو شریعت نے بتائے ہیں، اس سے یہی مقصود ہے کہ خیال پر بیشان ہونے پائے۔ اس کی پابندی ضرور ہے۔ قیام میں نگاہ جائے سجدہ پر رہے۔ رکوع میں پاؤں پر، قعود میں گود پر اور سلام میں شانے پر۔

- 4. کان اپنی آواز سے بھرے رہیں۔

- 5. پڑھنے میں جلدی چاہیے کہ آہستہ ذہیل کے ساتھ جو پڑھا جائے، خیال کو انتشار نہیں میدان وسیع ملتا ہے اور جب جلد جلد الفاظ ادا کئے گئے اور صحبت کا بھی لحاظ رہے نہیں خیال کو اس طرف سے فرصت ملے گی۔

- 6. ایک بڑی اصل یہ ہے کہ سر سے پاؤں تک ہر جوڑ، ہر رگ نرم اور ڈھیلا اور تصویر میں

زمین کی طرف متوجہ رہے۔ ہاتھ کھنچنے ہوئے نہ ہوں۔ موڈھے اور پرکونہ چڑھے ہوں اور پسلیاں سخت نہ ہوں۔ بدن کی یہ وضع بھی وقتاً فوقتاً تبدل جائے گی۔ لحاظ رکھیں۔ تبدل پاتے ہی فوراً نھیک کر لیں۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ قیام میں جھکا ہوا کھڑا ہو یا روکع میں سر نیچا ہو یا جود میں کلائی یا بازو یا زانو خلاف وضع ہوں کہ یہ تو منوع ہے بلکہ توجہ میں ہر عضو زمین کی طرف جھکا ہوا ہو، پٹھے کھنچنے ہوئے ہوں، نرم ہوں اور یہ تجربے سے ظاہر ہو جائیں گے۔ جس طرح بتایا گیا سیدھا کھڑا ہو، تھوڑی دیر میں دیکھئے گا کہ پٹھے سخت ہو گئے، شانے اور پسلیاں اور کوچھ ہتھے ہوئے معلوم ہوئے اور اسے تصور نہیک کرتے ہی بغیر اس کے کہ بدن کو کوئی جنبش دے، محسوس ہو گا کہ سب اعضاء اتر آئے اور زمین کی طرف متوجہ ہو گئے۔

اگر اذ کار نماز کے معنی معلوم ہیں فہرنا ورنہ اتنا تصور جمائے رہے کہ میں اپنے رب کے زد بر و کھڑا عاجزی کر رہا ہوں اور اس پر مُعین ہو گا گزگزانے کی صورت منہ بنانا۔ جب یہ وضع بد لے فوراً متوجہ ہو کر پھر بنالے معا خیال صحیح ہو جائے گا۔

وسو سے جو آئیں ان کے دفع کی کوشش نہ کرے اس سے لٹائی باندھنے میں بھی اس کا مطلب حاصل ہے کہ بہر حال نماز سے غافل ہو کر دوسرے کام میں مشغول ہوا بلکہ معا ادھر سے خیال اپنے رب کے حضور عاجزی کی طرف متوجہ کر دے اور وسو سے کو یہ سمجھ لے کہ کوئی دوسرا بکر رہا ہے مجھ سے کچھ کام نہیں۔ اگر زیادہ ستائے تو اسی عاجزی میں اپنے رب سے فریاد کرے اس کا قاعدہ ہے کہ یادِ الہی کرتے ہی بھاگ جاتا ہے۔

بڑا اگر یہ ہے کہ پیٹ نہ خالی ہونہ بھرا۔ اتنا خالی کہ بھوک پریشان کرے یہ بھی مضر ہوگا۔ بھرے کے ضرر کا تو کچھ نہ کانا ہی نہیں۔ افضل واولی تہائی پیٹ ہے۔

(کشکول فقیر قادری صفحہ ۴۳ تا ۴۵)

پیر کے فلاخ نہیں؟

کہا جاتا ہے کہ بغیر پیر کے فلاخ نہیں اور جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے ان نوں باتوں سے متعلق افریقہ سے حاجی اسماعیل میاں نے سوال کیا۔ اس کا جواب امام احمد

رضا عجیب اللہ نے جس بسط و تحقیق کے ساتھ لکھا ہے وہ خاص ان ہی کے قلم کا حصہ ہے۔ یہاں اس کا ایک عمدہ خلاصہ رقم کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ہاں اولیائے کرام کے ارشاد سے دونوں باتیں ثابت ہیں اور عنقریب ہم ان دونوں کو قرآن عظیم سے استنباط کریں گے۔ یہ مقام بہت تفصیل و توضیح چاہتا ہے۔“

### فلاح کی فسمیں:

فاقول و بالله التوفيق۔ فلاح دو قسم ہے:

1۔ انجام کا رستگاری اگرچہ معاذ اللہ سبقتِ عذاب کے بعد ہو۔ یہ عقیدہ اہلسنت میں: مسلمان کیلئے لازم اور کسی بیعت و مریدی پر موقوف نہیں۔ اس کے واسطے صرف نبی ﷺ مرشد جاننا لبس ہے بلکہ ابتدائے اسلام میں کسی دور دراز پہاڑ یا گمنام ناپو کے رہتے والے غافل جن کونبوت کی خبر ہی نہ پہنچی اور دنیا سے صرف توحید پر گئے بالآخر ان کیلئے بھی یہ فلاح ثابت ہے۔

2۔ کامل رستگاری و بے عذاب دخولِ جنت ہو۔

اس کے دو پہلو ہیں:

(i) **وقوع:** یہ مذہب اہلسنت میں محض مشیتِ الہی پر ہے۔ جسے چاہے ایسی فلاح عطا فرمائے اگرچہ لاکھوں کبار کا مرکب ہو اور چاہے تو ایک گناہ صغیرہ پر گرفت کرنے اگرچہ لاکھوں حنات رکھتا ہو (اگرچہ وہ ایسا کرے گا نہیں۔ لقولہ تعالیٰ: وَيَجزِيَ الَّذِينَ أَحْسَنُوا بِالْحُسْنَى ۝ الَّذِينَ يَجْتَنِبُونَ كَبِيرَ الْإِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ إِلَّا مَنْ دَعَهُ اللَّمَّا مِنْ رَبِّكَ وَأَسِعُ الْمَغْفِرَةِ) یہ عدل ہے اور وہ فضل۔ یَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَعِذِّبُ مَنْ يَشَاءُ

(ii) **امید:** یعنی انسان کے اعمال، افعال، اقوال، احوال ایسے ہونا کہ اگر انہیں پر خاتمه ہو تو کرمِ الہی سے امید واثق ہو کہ بلا عذاب داخلِ جنت کیا جائے۔ یہی وہ فلاح ہے جس کی تماشہ حکم ہے۔

یہ پھر دو قسم:

(i) **فلاح ظاهر:** حاشا! اس سے وہ مراد نہیں کہ زرے ظاہر داروں کو مطلوب جن کی نظر صرف اعمال جوارج پر مقصور، ظاہر احکام شرع سے آراستہ اور معاصی سے منزہ کر لیا اور متقیٰ مفلح بن گئے اگرچہ باطنِ ریا، عجب، حسد، کینہ، تلہب، حب مدنج، حب جاہ، محبت دنیا، حب شہرت، تعظیم امراء، تحقیر مساکین، اتباع شہوات، مدد اہانت، کفران نعم، درص، بخل، طول امل، سوئے ظن، عناد حق، اصرار باطل، مکر، غدر، خیانت، غفلت، قسوت، طمع، ہمیق اعتماد خلق، نیاں خالق، نیاں موت، جرأت علی اللہ، نفاق، اتباع شیطان، بندگی نفس، رغبت بطالت، کراہت عمل، قلتِ خشیت، جزع، عدم خشوع، غضب للنفس، تقابل فی اللہ وغیرہ مہبلکات آفات سے گندہ ہو رہا ہو بلکہ فلاج ظاہر یہ کہ دل و بدن دونوں پر جتنے احکام الہیہ ہیں، سب بجا لائے۔ نہ کسی کبیرہ کا ارتکاب کرے نہ کسی صغیرہ پر مضر رہے، نفس کے خصائص ذمیہ اگر دفع نہ ہوں تو معطل رہیں اُن پر کاربند نہ ہو مثلاً دل میں بخل ہے تو نفس پر جبر کر کے ہاتھ کشادہ رکھے، حسد ہے تو محسود کی برائی نہ چاہے وعلیٰ بذہ القیاس کہ یہ جہاد اکبر ہے اور اس کے بعد موآخذہ نہیں بلکہ اجر عظیم ہے۔

یہ فلاج تقوی ہے۔ آدمی اس سے سچا متقی ہو جاتا ہے۔ ہم نے فلاج ظاہر بائیں معنی کہا کہ اس میں جو کچھ کرنا، نہ کرنا ہے، اس کے احکام ظاہر و واضح ہو چکے ہیں۔ **قدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيْ-**

(ii) **فلاح باطنی:** قلب و قالبِ رازِ اُمل سے مُتحلی اور فضائل سے مُتحلی کر کے بقا یا نے شرکِ خفی دل سے دور کئے جائیں یہاں تک کہ لا مقصود إلا اللہ پھر لا مشهود إلا اللہ پھر لا موجود إلا اللہ مُتحلی ہو یعنی اُذلا ارادہ غیر سے خالی ہو پھر غیر نظر سے معدوم پھر حقِ حقیقت جلوہ فرمائے کہ وجود اُسی کیلئے ہے، باقی سب ظلال و پرتو۔ یہ مُنتہا یہ فلاج و فلاجِ احسان ہے۔ فلاج تقوی میں تو عذاب سے دوری اور جنت کا چیزیں تھا اور فلاجِ احسان اس سے عظم ہے کہ عذاب کا کیا ذکر؟ کسی قسم کا اندر یہ شہ و نعم بھی ان

کے پاس نہیں آتا۔ الا إِنَّ أُولَيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔  
بہر حال اس فلاج کیلئے (جس میں نجات بے عذاب کی امید پہلے ہی سے پیدا ہو  
ضرور پیر و مرشد کی حاجت ہے۔ چاہے قسم اول کی ہو یا دوم کی (یعنی فلاج ظاہر و فلاج تقویٰ  
ہو یا فلاج باطن و فلاج احسان ہو)۔

**اقویں: اب مرشد بھی دو قسم ہے:**

(i) **عام:** کلام اللہ و کلام الرسول و کلام ائمۃ شریعت و طریقت و کلام علمائے دین، اہل  
رشد و ہدایت ہے۔ اسی سلسلہ صحیحہ پر کہ عوام کا ہادی کلام علماء، علماء کا راہنماء کلام  
ائمۃ، ائمۃ کا مرشد کلام رسول، رسول کا پیشواؤ کلام اللہ۔

فلاج ظاہر ہو خواہ فلاج باطن، اُسے اس مرشد سے چارہ نہیں جو اس سے جدا ہے  
 بلاشبہ کافر ہے یا گمراہ اور اس کی عبادت بر باد و تباہ۔

(ii) **خاص:** بندہ کسی عالم سنی صحیح العقیدہ، صحیح الاعمال جامع شرائط بیعت کے ہاتھ میں ہاتھ  
 دے۔

یہ مرشد خاص جسے پیر و شیخ کہتے ہیں پھر دو قسم ہے:

(i) **شیخ اتصال:** یعنی جس کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے انسان کا سلسلہ حضور پر نور  
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو جائے۔ اُس کیلئے چار شرطیں ہیں:  
1- شیخ کا سلسلہ بہ اتصال صحیح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا ہو، پیچ میں منقطع نہ ہو کہ منقطع  
ذریعہ سے اتصال ناممکن۔

(i) بعض لوگ بلا بیعت محض بزعم و راشت اپنے باپ دادا کے سجادے پر بیٹھ جاتے ہیں۔

(ii) یا بیعت تو کی تھی مگر خلافت نہ ملی تھی، بلا اذن مرید کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

(iii) یا سلسلہ ہی وہ کہ قطع کر دیا گیا، اُس میں فیض نہ رکھا گیا، لوگ براہ ہوں اُس میں اذن  
و خلافت دیتے چلتے آتے ہیں۔

(iv) یا سلسلہ فی نفسہ صحیح تھا مگر نیچ میں کوئی ایسا شخص واقع ہوا جو بوجہ اختلافے بعض شرائط  
قابل بیعت نہ تھا۔ اس سے جوشاخ چلی وہ نیچ میں سے منقطع ہے۔

ان صورتوں میں اس بیعت سے ہرگز اتصال حاصل نہ ہو گا۔ نیل سے دودھ یا بانجھ سے بچہ مانگنے کی مفت جدا ہے۔

2- شیخ سنی صحیح العقیدہ ہو۔ بد نہ ہب گراہ کا سلسلہ شیطان تک پہنچ گا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک۔ آج کل بہت بد دینوں بلکہ بے دینوں حتیٰ کہ وہابیہ نے کہ سرے سے منکروں دشمن اولیاء ہیں، بد کاری کیلئے پیری مریدی کا جال پھیلا رکھا ہے۔ ہوشیار! خبردار!

احیاط! احتیاط!

اے بُسا ابلیس آدم زدے ہست  
پس بے ہر دستے نباید داد دست

3- عالم ہو۔

اقول: علم فقد اسی کی اپنی ضرورت کے قابل، کافی اور لازم کہ عقائد اہلسنت سے پورا واقف، کفر و اسلام، ضلالت و ہدایت کے فرق کا خوب عارف ہو ورنہ آج بد نہ ہب نہیں، کل ہو جائے گا۔

فَمَنْ لَهُ يَعْرِفُ الشَّرَّ فَيَوْمًا يَقَعُ فِيهِ

”جو شر سے آگاہ نہیں، ایک دن اس میں پڑ جائے گا۔“

صد ہا کلمات و حرکات ہیں جن سے کفر لازم آتا ہے اور جاہل برا و جہالت اس میں پڑ جاتے ہیں۔ اول تو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ان سے قول یا فعل کفر صادر ہوا اور بے اطلاع تو بہ ناممکن تو بتلا کے بتلا ہی رہے اور اگر کوئی خبر دے تو ایک سلیم الطبع جاہل ڈر بھی جائے، تو بہ بھی کرے مگر وہ جو سجادہ مشینت پر ہادی و مرشد بنے جیٹھے ہیں، ان کی عظمت جو خود ان کے قلوب میں ہے، کب قبول کرنے دے۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُ أَتَقِ اللهُ أَخْذَتُهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ۔

اور اگر ایسے ہی حق پرست ہوئے اور مانا تو کتنا؟ اتنا کہ آپ تو بہ کر لیں گے۔ قول و فعل کفر سے جو بیعت فتح ہو گئی اب کسی کے ہاتھ پر بیعت کریں اور شجرہ اس جدید شیخ کے نام سے دیں اگر چہ شیخ اول ہی کا خلیفہ ہو، یہ ان کا نفس کیوں کر گوارا کرے۔ اسی پر راضی ہوں گے کہ آج سے سلسلہ بند کریں، مرید کرنا چھوڑ دیں۔ لا جرم، وہی سلسلہ کہ وٹ پکا،

جاری رکھیں گے لہذا عالمِ عقائد ہونا لازم۔  
4۔ فاسق معلم نہ ہو۔

اقول: اس شرط پر حصول اتصال کا توقف نہیں کہ مجرم فسق باعث فسخ نہیں مگر پیر کی تعظیم لازم ہے اور فاسق کی تو ہیں واجب۔ دونوں کا اجتماع باطل۔

(ii) شیخ ایصال: شرائط مذکورہ کے ساتھ مفاسدِ نفس و مکائدِ شیطان و مصائب ہو اسے آگاہ ہو۔ دوسرے کی تربیت جانتا ہو اور اپنے متواتل پرشفقت تامہ رکھتا ہو کہ اس کے عیوب پر اسے مطلع کرے، ان کا علاج بتائے، جو مشکلات اس راہ میں پیش آئیں، حل فرمائے۔ نہ محض سالک ہونہ زر امجد و ب۔

عوارف شریف میں فرمایا:

”یہ دونوں قابل پیری نہیں۔“

اقول: اس لئے کہ اول خود ہنوز راہ میں ہے اور دوسرا طریق تربیت سے غافل بلکہ مجد و ب سالک ہو یا سالک مجد و ب اور اول اولی ہے۔

اقول: اس لئے کہ وہ مراد ہے اور یہ مرید۔

پھر بیعت بھی دو قسم ہے:

(i) بیعت برکت: صرف تبرک کیلئے داخل سلسلہ ہو جانا۔ آج کل عام بیعتیں یہی ہیں وہ بھی نیک نیتوں کی درنہ بہتوں کی بیعت دنیاوی اغراض فاسدہ کیلئے ہوتی ہے، وہ خارج از بحث ہیں۔

اس بیعت کیلئے شیخ اتصال کہ شرائط اربع کا جامع ہو، بس ہے۔

اقول: بے کار یہ بھی نہیں۔ مفید اور بہت مفید اور دنیا و آخرت میں بکار آمد ہے۔ محبوبان خدا کے غلاموں کے دفتر میں نام لکھ جانا، ان سے سلسلہ متصل ہو جانانی نفسہ سعادت ہے۔

اوّلًا: ان خاص خاص غلاموں، سالکان راہ سے اس امر میں مشا بہت اور رسول اللہ

سے تعلیم فرماتے ہیں:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔

"جو جس قوم سے مشاہدہ پیدا کرے وہ انہیں میں سے ہے"۔

ثانیاً: ان نماں خاص کے ساتھ ایک سلک میں مسلک ہونا۔

بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس ست

رسول اللہ سلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان کا رب و عجلہ فرماتا ہے:

**هُمُّ الْقَوْمُ لَا يَشْقَى بِهِمْ جَلِيلُهُمْ۔**

"وہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی بدجنت نہیں رہتا"۔

ثالثاً: محبوبان خدا آئی رحمت ہیں۔ وہ اپنا نام لینے والے کو اپنا کر لیتے ہیں اور اس پر نظر رحمت رکھتے ہیں۔ بجز الاسرار شریف میں ہے:

"سیدنا غوث اعظم ﷺ سے عرض کی گئی: اگر کوئی شخص حضور کا نام لیوا ہو اور اس نے نہ حضور کے دست مبارک پر بیعت کی ہونہ حضور کا خرقہ پہنا ہو کیا وہ حضور کے مریدوں میں شمار ہوگا؟"

فرمایا: جو اپنے آپ کو میری طرف نسبت کرے اور اپنا نام میرے دفتر میں شامل کرے۔ اللہ اے قبول فرمائے گا اور اگر وہ کسی ناپسندیدہ راہ پر ہو تو اسے توبہ دے گا اور وہ میرے مریدوں کے زمرے میں ہے۔ الحنخ"۔

(ii) بیعت ارادت: اپنے ارادہ و اختیار سے مکسر باہر ہو کر اپنے کو شیخ مرشد، ہادی برحق، و اصل بحق کے ہاتھوں میں بالکل سپرد کر دے۔ اسے مطلقاً اپنا حاکم و مالک و متصرف جانے، اس کے چلانے پر راہ سلوک چلے، کوئی قدم بے اُس کی مرضی کے نہ رکھے۔ اس کیلئے اس کے بعض احکام یا اپنی ذات میں خود اُس کے کچھ کام، اگر اس کے نزدیک صحیح نہ معلوم ہوں، انہیں افعالِ خضر کے مثل سمجھے۔ اپنی عقل کا قصور جانے، اس کی کسی بات پر دل میں بھی اعتراض نہ لائے، اپنی ہر مشکل اُس پر پیش کرے۔ غرض اُس کے باتحد میں مرد و بدبست زندہ ہو کر رہے۔

یہ بیعت سالکین ہے اور یہی مقصودِ مشائخ مرشدین ہے۔ یہی اللہ و عجلہ تک پہنچاتی ہے۔ یہی حضور اقدس سلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام ﷺ سے ملی ہے جسے سیدنا عبادہ بن صامت

النصاریؓ فرماتے ہیں:

بَأَيْعُنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ  
وَالْيُسْرِ وَالْمُنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَإِنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ

”ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پر بیعت کی کہ ہر آسانی و دشواری، ہر خوشی و ناگواری میں حکم سینیں گے اور اطاعت کریں گے اور صاحب حکم کے کسی حکم میں چون و چرانہ کریں گے۔“

جب یہ اقسام معلوم ہوئے، اب حکم مسئلہ کی طرف چلیے کہ مطلق فلاج کیلئے مرشد عام کی قطعاً ضرورت ہے۔ فلاج تقویٰ ہو یا فلاج احسان، اس مرشد سے جدا ہو کر ہرگز نہیں مل سکتی اگرچہ مرشد خاص رکھتا بلکہ خود مرشد خاص بنتا ہو۔

اقول: پھر اس سے جدائی دو طرح ہے:

(i) صرف عمل میں جیسے کبیرہ کا مرتكب، یا صغیرہ پر مصراً اور اس سے بدتر ہے وہ جاہل کہ علماء کی طرف رجوع ہی نہ لائے اور اس سے بدتروہ کہ باوصف جہل ذی رائے بنے، احکام علماء میں اپنی رائے کو دل دے یا حکم کے خلاف اپنے یہاں کے باطل رواج پر اڑے اور اس سے حدیث و فقہ سے بتا دیا جائے کہ یہ رواج بے اصل ہے جب بھی اسی کو حق کہے۔

بہر حال یہ لوگ فلاج پر نہیں اور بعض، بعض سے زائد ہلاک میں ہیں مگر صرف عمل کے سبب نہ بے پیرا ہونہ اس کا پیر ہونہ اس کے پیر شیطان جبکہ اولیاء علماء دین کا صحیح دل سے معتقد ہوا اگرچہ شامل نہ فرمائی پر لائے کہ بیعت جس طرح باعتبار پیر خاص دوست تھی یو ہیں باعتبار مرشد عام بھی۔ اگر اس کے حکم پر چلتا ہے، بیعت ارادت رکھتا ہے ورنہ بیعت برکت سے خالی نہیں کہ ایمان و اعتقاد تو ہے۔ تو گنہگار سنی اگر کسی پیر جامع شرائط اربعہ کا مرید ہے فبہا، ورنہ بوجہ خسں اعتقاد مرشد عام کے مشتبوں میں ہے اگرچہ نافرمانی کے باعث فلاج پر نہیں۔

(ii) منکر ہو کر جدائی۔ مثلاً:

- 1- وہ ابلیسی مسخرے کے علمائے دین پر ہنتے اور ان کے احکام کو لغو سمجھتے ہیں، انہیں میں ہیں۔ وہ جھوٹے مدعیان فقر جو کہتے ہیں کہ عالموں فقیروں کی سدا سے ہوتی آئی ہے۔ یہاں تک کہ بعض خبیثوں، صاحبِ سجادہ بلکہ قطب وقت بننے والوں کو یہ لفظ کہتے نے گئے کہ عالم کون ہے؟ سب پنڈت ہیں۔ عالم تو وہ ہو جو انبیاءَ بنی اسرائیل کے معجزے دکھائے۔
- 2- وہ دہریے ملحد فقیر دولی بننے والے کہ کہتے ہیں: شریعت راستہ ہے، ہم تو پہنچ گئے ہیں، راستے سے کیا کام؟ ان خبیثوں کا روزہ ہمارے رسالہ مقالِ عُرفاءٰ یا عزازِ شرع و علماء (۱۶۶۷ء) میں ہے۔
- 3- وہ جاہل اجنبی یا ضالِ اضل کے بے پڑھے یا چند کتابیں پڑھ کر بزعم خود عالم بن کر آئئے سے بے نیاز ہو جائیں۔ جیسا قرآن و حدیث ابو حنیفہ و شافعی سمجھتے تھے، اپنے زعم میں یہ بھی سمجھتے ہیں بلکہ ان سے بھی بہتر کہ انہوں نے قرآن و حدیث کے خلاف حکم دیے۔ یہاں کی غلطیاں نکال رہے ہیں۔ یہ گمراہ بد دین غیر مقلدین ہوئے۔
- 4- اس سے بدتر و بابیت کی اصل علت کہ تقویتِ الایمان پر سرمذہ ابھی نہیں۔ اس کے مقابل قرآن و حدیث پس پشت پھینک دیے۔ اللہ و رسول جل و علا و سل عز و جل تک اس تاپک کتاب کے طور پر معاذ اللہ مشرک نہ سہریں اور یہ اللہ و رسول کو پیغام دے کر اسی کے مسائل پر ایمان لا دیں۔
- 5- ان سے بدتر ان میں کے دیوبندی کہ انہوں نے گنگوہی و ہاتھوئی و تھانوئی اپنے احبار و رہبان کے کفر اسلام بنانے کیلئے اللہ و رسول کو سخت سخت کا لیاں قبول ہیں۔
- 6- قادریانی
- 7- نیچہ می
- 8- چلڑ اوی
- 9- خوارج
- 10- نواسب

11- معتزلہ وغیرہم۔

بالجملہ جملہ مرتدین یا ضالین معاندین دین کہ سب مرشدِ عام کے مخالف و منکر ہیں یہ اشہد ہا لک ہیں اور ان سب کا پیر یقیناً شیطان۔ اگرچہ بظاہر کسی کی بیعت کا نام یعنی بلکہ خود پیر دو لی و قطب نہیں۔

### فلاح تقویٰ:

اقول: اس کیلئے مرشدِ خاص کی ضرورت بایس معنی نہیں کہ بے اُس کے یہ فلاح مل ہی نہ سکے جیسا کہ اوپر گزرا۔ فلاح ظاہر ہے، اس کے احکام واضح ہیں۔ آدمی اپنے علم سے یا علماء سے پوچھ پوچھ کر متقنی بن سکتا ہے۔ اعمالِ قلب میں اگرچہ بعض دقائق ہیں مگر محمد و داور کتب آئمہ مثل امام ابو طالبؑ کی و امام جعیة الاسلام غزالی وغیرہما ہمیں میں مشروح توبے بیعت خاص بھی اس کی راہ کشادہ، اس کا دروازہ مفتوج۔

یہ جب کہ اسی قدر پر اقتدار کرے تو ہم اوپر بیان کر آئے کہ غیر متقنی سُنی بھی بے پیرا نہیں۔ متقنی کیوں کر بے پیرا یا معاذ اللہ مرید شیطان ہو سکتا ہے اگرچہ کسی خاص کے باதھ پر بیعت نہ کی ہو کہ یہ جس راہ میں ہے اُس میں مرشدِ عام کے سوا مرشدِ خاص کی ضرورت ہی نہیں۔ تو جتنا پیر اسے درکار ہے، حاصل ہے۔

تو اولیاء کا قول دوم کہ ”جس کیلئے شیخ نہیں، اُس کا شیخ شیطان ہے“۔ اس سے متعلق نہیں ہو سکتا اور قول اول کہ ”بے پیر افلاح نہیں پاتا“۔ تو بد اہتمام اس پر صادق نہیں، فلاح تقویٰ بلاشبہ فلاح ہے۔ اگرچہ فلاح احسان اس سے اعظم واجل ہے۔

اللَّهُ أَعْلَمُ فَرِمَاتَ هُنَّ

إِنْ تَجْتَنِبُوا كَبِيرًا مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نَكْفِرُ عَنْكُمْ سَيِّنَاتِكُمْ وَنُذَّلِّكُمْ مُدْخَلاً  
مَكْرِيَّاً

”اگر تم کبیہ ہ گناہوں سے بچے تو ہم تمہاری برائیاں مٹا دیں گے اور تمہیں عزت والے مکان میں داخل فرمائیں گے“۔ (نساء: 31)

یہ بلاشبہ فوزِ غلطیم ہے۔

وں: بات یہ ہے کہ تقویٰ عموماً ہر مسلمان پر فرض عین ہے اور وہ اس فلاح یعنی عذاب سے شکاری کیلئے بفضلِ الہی حسب وحدۃ صادقة کافی دروازی۔ احسان یعنی سلوکِ راہِ ولایت الی درجے کا مطلوب و محظوظ ہے مگر اس کی طرح فرض نہیں ورنہ اولیاء کے سوا کہ ہر دورہ صرف ایک لاکھ چوبیس ہزار ہوتے ہیں۔ باقی کروڑ ہا کروڑ مسلمان، ہزار ہا علماء و صلحاء میں صرف ایک فرض و فساق ہوں۔ اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی۔ بـ معاذ اللہ تارک فرض و فساق ہوں۔ اولیاء نے بھی کبھی اس راہ کی عام دعوت نہ دی۔ کروڑوں میں سے معدودے چند کو اس پر چلا�ا اور اس کے طالبوں میں سے بھی جسے اس بار کے قابل نہ پایا، واپس فرمایا۔ فرض سے واپس کرنا کیوں کر ممکن تھا۔

عوارف شریف میں ہے:

”خرقه تبرک ہر ایک کو دیا جاسکتا ہے اور خرقہ ارادت اسی کو دیا جائے گا جو اس کا اہل ہو۔ نا اہل سے اس راہ کے شرائط کا مطالبہ نہ کریں گے۔ صرف اتنا کہیں گے کہ شریعت کا پابند رہ اور اولیاء کی صحبت اختیار رک کہ شاید اس کی برکت اسے خرقہ ارادت کا اہل کر دے۔“

تونظا ہر ہوا کہ اس کا ترک نافی فلاح نہیں نہ کہ معاذ اللہ مرید شیطان کرے۔ اکابر علماء و آئمہ میں ہزار ہا وہ گزرے جن سے یہ بیعت خاصہ ثابت نہیں یا کی تو آخر عمر میں بعد حصول مرتبہ امامت اور وہ بھی بیعت برکت جیسے امام ابن حجر عسقلانی عہدیۃ نے سیدی مدین عہدیۃ کے دست مبارک پر۔

اقول: ہاں اجو اس کا ترک بونجہ انکار کرے، اسے باطل ولغو جانے، وہ ضرور گمراہ و بے فلاح و مرید شیطان ہے جبکہ انکار مطلق ہو اور اگر اپنے عصر و مصر میں کسی کو بیعت کیلئے کافی نہ جانے تو اس کا حکم اختلافِ مذاہ سے مختلف ہو گا۔ اگر یہ اپنے تکبر کے باعث ہے تو الیس فی جَهَنَّمْ مُثُوِي الْمُتَكَبِّرِينَ۔ ”کیا جہنم میں متکبروں کاٹھ کانا نہیں؟“ اور اگر بالا وجہ شرمند بدگمانی کے باعث سب کو نا اہل جانے تو یہ بھی کبیرہ ہے اور مرتكب کبیرہ مغلای نہیں اور انہیں میں ہب تک میں کہ اشتباہ میں ذاتی ہیں اور یہ بہ نظر احتیاط بچتا ہے تو الزام نہیں۔ انَّ مِنَ الْحَزْمِ سو، الظُّنْ - دُعَ مَا يَرِبُّكُ إِلَى مَالًا يَرِبُّكُ

فلاح احسان کیلئے بے شک مرشدِ خاص کی حاجت ہے اور وہ بھی شیخِ ایصال کی۔ شیخِ اتصال اس کیلئے کافی نہیں اور اس کے ہاتھ پر بھی بیعتِ ارادت ہو، بیعتِ برکت یہاں بس نہیں۔

اس راہ میں وہ شدید باریکیاں، وہ سخت تاریکیاں ہیں کہ جب تک کامل مکمل اس راہ کے جملہ نشیب و فراز سے آگاہ و ماہر حل نہ کرے، حل نہ ہوں گی نہ کتب سلوک کا مطالعہ کام دے گا بلکہ یہ دقاائقِ تقویٰ کی طرح محدود و معدود نہیں جن کا ضبط کتاب کر سکے اور وہ پرانا دشمنِ مکار پر فنِ ابلیس لعین ہر وقت ساتھ ہے۔ اگر بتانے والا، آنکھیں کھولنے والا، ہاتھ پکڑنے والا، مدد فرمانے والا ساتھ نہ ہو تو خدا جانے کس کھوہ میں گرائے، کس گھائی میں ہلاک کرے۔ ممکن کہ سلوک درکنار معاذ اللہ ایمان تک ہاتھ سے جائے۔

مرشدِ عام میں سب کچھ ہے۔

مَا فَرَّطَنَا فِي الْكِتَبِ مِنْ شَيْءٍ  
”ہم نے کتاب میں کوئی چیز اٹھانے رکھی“۔

مگر احکامِ ظاہر عام لوگ نہیں سمجھ سکتے جس کے سبب عوام کو علماء، علماء کو آئندہ، آئندہ کو رسول کی طرف رجوع فرض ہوئی کہ فَسَلُّوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ ”ذکرِ والوں سے پوچھوا اگر تم نہیں جانتے“۔

یہی حکم یہاں بھی ہے اور یہاں أَهْلُ الذِّكْرِ کو مرشدِ خاص بے اوصافِ مذکورہ ہے۔ تو جو اس راہ میں قدم رکھے اور کسی کو پیر نہ بنائے یا کسی مبتدع، کسی جاہل کا مرید ہو جو پیرِ اتصال بھی نہیں۔ ایسے کا مرید ہو جو صرف پیرِ اتصال ہے، قابلِ ایصال نہیں اور اس کے بھروسے پر یہ راہ طے کرنا چاہے یا شیخِ ایصال ہی کا مرید ہو مگر خود رائی برتری، اس کے ادکام پر نہ چلتے۔ تو یہ شخص اس فلاج کونہ پہنچے گا اور اس راہ میں ضرور اس کا پیر شیطان ہو گا جس سے دور نہیں کر سے اصل فلاج بلکہ نفسِ ایمان سے دور کر دے۔ وَالْعَمَادُ بِاللَّهِ رَبِّ الْعَلَمِينَ

اقول: بلکہ اس کا نہ ہونا ہی تعجب ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ غلطی پڑے گی تو اسی قدر کہ اس راہ میں

بکے گا، یہ فرض نہ تھی کہ اس کے نہ پانے سے اصل فلاج نہ رہے۔ نہیں نہیں! عذ و لعین تو دشمن ایمان ہے، وقت و موقع کا منتظر ہے۔ وہ کر شئے دکھاتا ہے جن سے عقائد ایمانی پر حرف آتا ہے۔ آدمی ایک بات سنے ہوئے ہے اور اب آنکھوں سے اس کے خلاف دیکھتے تو کس قدر مشکل ہے کہ اپنے مشاہدے کو غلط جانے اور اسی اعتقاد پر جمار ہے حالانکہ **لیسَ الْخَبْرُ كَالْمُعَايَنَةِ** "شنیدہ کے بُودنَتِ دیدہ" پیر کامل چاہیے کہ ان شبہات کا کشف کرے۔

**شم اقوال:** غالب یہی ہے کہ بے پیر اس راہ کا چلنے والا ان آفتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے اور گرگ شیطان اسے بے رائی کی بھیز پا کر نوالہ کر لیتا ہے اگرچہ ممکن کہ لاکھوں میں ایک ایسا ہو جسے جذبِ ربیٰ کفایت و کفالت کرے اور بے توسط پیر اسے مکاہدِ نفس و شیطان سے بچا کر نکال لے جائے، اس کیلئے مرشدِ عام مرشد خاص کا کام دے گا۔ خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مرشد خاص ہوں گے کہ بے توسط نبی کوئی دصول ممکن نہیں مگر یہ ہے تو نہایت نادر ہے اور نادر کیلئے حکم نہیں ہوتا۔

**شم اقوال:** بے مرشد خاص اس راہ میں قدم رکھنے والوں میں بڑا خوش نصیب وہ ہے کہ ریاضتیں، چلے، مجاہدے کرے اور اس پر اصلاح فتح یاب نہ ہو، راہ ہی نہ کھلے جس کی دشواریاں پیش آئیں۔ یہ اپنی فلاجِ تقویٰ پر قائم رہے گا وہ شرط سے۔ ایک یہ کہ اس کا مجاہدہ اسے عجب نہ دلائے، اپنے آپ کو اوروں سے اچھانہ سمجھنے لگے، ورنہ فلاجِ تقویٰ سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ دوسرے یہ کہ عظیم محتوں کے بعد محرومی کی تنگ دلی اسے کسی عظیم امر میں نہ ڈال دے کہ کوئی کلمہ سخت کہہ بیٹھے یادل سے منکر ہو جائے کہ اس وقت فلاج در کنار اس کا پیر شیطان ہو جائے گا۔ اور اگر اپنی تقصیر سمجھا اور تذلیل و انکسار پر قائم رہا تو اس حکم سے مستثنی رہے گا یوں کہ جب راہ نہ کھلی تو راہ چلا ہی نہیں اور اس کے مثل ہوا جو فلاجِ تقویٰ پر مقتصر رہا۔

**اقوal:** قرآن کریم کے اطائف نامتناہی ہیں۔ اس بیان سے آئی کریمہ:

**يَأَيُّهَا الَّذِينَ أَمْنَوْا أَنَّقُوا اللَّهَ وَ ابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَ جَاهَدُوا فِي سَبِيلِهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ**

کے مبارک جملوں کا حسن ترتیب واضح ہوا۔ یہ فلاج احسان کی طرف دعوت ہے۔ اس کیلئے

تفوی شرط ہے تو اولاً اس کا حکم فرمایا کہ اتَّقُوا اللَّهَ اب کہ تقوی پر قائم ہو کر راہِ احسان میں قدم رکھنا چاہتا ہے اور یہ عادۃ بے وسیلہ شیخ نامکن ہے لہذا دوسرے مرتبہ میں قبل سلوک تلاش پیر کو مقدم فرمایا کہ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَاتِ اس لئے کہ الرَّفِيقُ ثُمَّ الْطَّرِيقُ اب کہ سامان ٹھہریا ہولیا، اصل مقصد کا حکم دیا کہ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ "اس کی راہ میں مجاہدہ کرو" - لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونْ "تاکہ فلاج احسان پاؤ" -

**ثُمَّ اقُول:** یہاں سے ظاہر ہوا کہ اس راہ میں فلاج وسیلہ پر موقوف کے اے اس پر مرتب فرمایا تو ثابت ہوا کہ "یہاں بے پیر افلاج نہ پائے گا" اور جب فلاج نہ پائے گا، خاسر ہوگا۔  
تو حِزْبُ اللَّهِ سے نہ ہوا، حِزْبُ الشَّيْطَانِ سے ہوگا کہ ربِ عَجَلَ فرماتا ہے:

الَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَسِرُونَ (مجادلہ: 19)

"ستا ہے! شیطان، ہی کا گروہ خاسر ہے" -

الَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (مجادلہ: 22)

"ستا ہے! اللہ ہی کا گروہ فلاج والا ہے" -

تو دوسرا جملہ بھی ثابت ہوا کہ "بے پیر کا پیر شیطان ہے" جس کا بیان ابھی گزرا۔

نَسَأَلُ اللَّهَ الْعَفْوَ وَالْعَافِيَةَ (السَّدِيقَةُ الْأَنْيَمَةُ فِي قَوْدَى افْرِيقَةِ سَوْالٍ غَيْرِ 84، 83)

یہ چند نمونے ہیں اس عالمِ رباني کی تعلیماتِ تصوّف کے۔ مزید رشحاتِ قلم جمع کئے جائیں تو مقالہ بہت طویل ہو جائے گا لیکن جو کچھ پیش ہوا، دیدہ انصاف کیلئے کافی ہے۔ معارف کا ایک سمندر ہے جو امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے قلم سے رواں ہوتا چلا جا رہے۔ یہ حضرات "اقول" اس وقت لکھتے ہیں جب اپنی تحقیق اور اپنی بات بیان کرنی ہوتی ہے جو اگلے حضرات کے قلم سے تحریر نہ ہوئی۔ علم تصوّف میں بھی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی اپنی تحقیقات آپ نے گزشتہ اور اپنی ملحوظہ فرمائیں۔ یہ ان کا وہ وصف خاص ہے جو اکا صوفیہ کی صفوں میں بھی انہیں نمایاں مقام عطا کرتا ہے۔ اسی طرح علم جفر میں ان کے چند رسائل جو مرکزی مجلس رضا لاہور نے اصل مخطوطات کا عکس لے کر شائع کئے ہیں، ان میں بھی امام احمد رضا رضی اللہ عنہ کی ذاتی تحقیقات کافی مقدار میں ہیں۔ علم جفر خاص علوم اولیٰ

میں سے ہے اور خاص فصلِ ربانی جس کی دلگیری کرے وہی اس سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ ورنہ مختین کرتا رہے، کچھ حل نہیں ہوتا۔ اب جس نے نہ صرف یہ کہ اُسے حل کیا ہو بلکہ کیا ہے خود ساختہ مصنفینِ جفر کی غلطیاں ثابت کی ہوں اور بیشمار اپنی تحقیقات رقم کی ہوں اُس کا پایہ کتنا بلند ہو گا؟ اور وہ اس فن کا کیا جلیل القدر امام ہو گا؟ اہل علم اچھی طرح اس کا اندازہ کر سکتے ہیں بشرطیکہ یہ نہ قبولِ حق کیلئے آمادہ اور عناد و تعصّب سے خالی ہو۔

### اکابر کی شہادت:

کسی بھی شخصیت کو اس کے معاصر زیادہ پہچان سکتے ہیں اور ان لوگوں کا بیان زیادہ معتبر ہو گا جو علم و فن میں خود بلند رتبہ ہوں اور جنہیں اُس شخصیت سے ملاقات اور اُسے جانچنے، پر کھنے کا موقع ملا ہو۔

امام احمد رضا علیہ السلام نے سفرِ حجج میں اکابر علمائے حرمین سے ملاقاتیں کیں، ان کے ساتھ علمی مجلسیں بھی رہتیں، انہوں نے امام مددوح کی باتیں بھی سنیں، زبانی بحثیں بھی دیکھیں، رشحات قلم بھی ملاحظہ فرمائے۔ کردار و عمل، افکار و خیالات کا بھی جائزہ لیا۔ ان سب کے بعد امام احمد رضا بریلوی علیہ السلام کی مدح میں انہوں نے جوار شادات تحریر کئے۔ انصاف کی آنکھیں روشن کرنے کیلئے کافی ہیں۔

وہ حضرات ایسے غبی اور کم علم نہ تھے جو ایک ہندی کے علم و فضل سے با مجبہ متاثر ہو جائیں اور معرفت و حقیقت میں اس کے پایہ بلند کا تحریری اعتراف کرنے لگیں، ان کا قدم ایسا بے احتیاط اور بے الگام نہ تھا کہ تحقیق و تفییش کے بغیر ایک شخص کیلئے مدائج کا دفتر تیار کر دے۔ حرم کی سرز میں پرتو دنیا بھر کے علماء و مشائخ پہنچتے رہتے تھے لیکن وہ اکابر سے متاثر ہونے اور کس کے علم و فضل کا خطبہ پڑھتے؟ اس سلسلے میں ایک بیان پر اتفاق اکرتا ہوا۔

مدینہ منورہ میں علمائے کرام نے امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ السلام کا جواب ازاں، اکرام آیا اس کا ذکر کرتے ہوئے شیخ کریم اللہ مہاجر مدینی علیہ السلام فرماتے ہیں

انی مقیم بالمدینۃ الامینۃ منذ سنین و یا تیہا من الہند الوف من العالمین  
فیہم علماء و صلحاء و اتقیاء رأیتہم یدورون فی سکن البلد، لا یلتفت تیہم

بُشِّرَ بِـ اَنْ تَمْهَى نَـ دِيـحـاـجـسـ کـیـ صـورـتـ وـ  
بـوـدـ بـ مـاـنـ اـلـاـ قـبـلـهـ نـهـاـ تـمـ بـوـ  
بـوـدـ بـ مـاـنـ اـلـاـ قـبـلـهـ وـ اـنـاـ قـبـلـهـ وـ كـعـبـهـ  
وـ قـبـلـهـ اـلـاـ قـبـلـهـ بـوـدـ قـبـلـهـ نـهـاـ تـمـ بـوـ

اور پچ تو یہ ہے کہ ولی راولی می شناسد اور عالم را عالم می داند۔

آنکھ والا ترے جلووں کا تماشا دیکھئے

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھئے



## کتابیات

تصانیف اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی عسکری

- 1 فتاویٰ رضویہ (جلد دوم) مطبوعہ سمنانی کتب خانہ، میرٹھ
- 2 فتاویٰ رضویہ (جلد سوم، چہارم، ششم) مطبوعہ سنی دارالاشراعت، مبارکپور
- 3 فتاویٰ رضویہ (جلد یازدهم) مطبوعہ بریلی
- 4 الامن والعلیٰ لداعی المصطفیٰ بداع الباء مطبوعہ بریلی ولاہور
- 5 الاجازات المحتینہ لعلماء بلکہ و مدینۃ
- 6 ازھار الانوار من صبا صلوٰۃ الاسرار
- 7 اعجوب الامداد فی مکفرات حقوق العباد
- 8 اقامة القيامة علی طاعن القيام لنبی تہامۃ مطبوعہ بریلی
- 9 انہار الانوار من یحییٰ صلوٰۃ الاسرار
- 10 بدڑ الانوار فی آداب الآثار
- 11 تحجیٰ الیقین بان نبینا سید المرسلین
- 12 حاجزاً لمحررین الواقع عن جمع الصلوٰۃین
- 13 حدائق بخشش مطبوعہ راپور
- 14 خالص الاعتقاد مطبوعہ مکتبۃ مشرق، بریلی
- 15 خلاصہ فوائد فتاویٰ مطبوعہ بریلی
- 16 الدوّلة المکریۃ بالسازۃ الغیریۃ مطبوعہ بریلی
- 17 ازبدة الزکریۃ فی تحریم بحود التحیۃ مطبوعہ سمنانی کتب خانہ، میرٹھ
- 18 الزمزمه القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ مطبوعہ نوری کتب خانہ، لاہور

- 19- السنیۃ الانیقہ فی فتاویٰ افریقیہ
- 20- شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ
- 21- صلات الصفائی نور المصطفیٰ مطبوعہ کراچی
- 22- فقہ شہنشاہ دان القلوب بید اکھو ب بعطا اللہ
- 23- الفیوضات الملکیۃ لمحب الدوّلۃ الملکیۃ
- 24- کشف حقائق و اسرار و دقاویق مطبوعہ آباد
- 25- الکشف شافیا حکم فونوجرافیا مطبوعہ کانپور
- 26- المولو المکنون فی علم البشیر ما کان و ما یکون
- 27- مزارات پر عورتوں کی حاضری (جمل النور فی نبی النساء عن زیارت القبور) مجلس اشاعت طلبہ فیض العلوم محمد آباد گوہنہ، عظیم گڑھ
- 28- المعتمد المستند بناء نجاة الابد مطبوعہ استانبول
- 29- مقال عرقاء باعزا ز شرع و علماء مطبوعہ سمنانی کتب خانہ، میرٹھ
- 30- منیر العین فی حکم تقبیل الابهائیں
- 31- نقائی السلافۃ فی احکام البدایۃ والخلافۃ
- 32- النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ مطبوعہ مکتبۃ قادریہ، لاہور
- 33- الیاقوتۃ الواسطۃ فی قلب عقد الرابطۃ

## تصانیف و مکری علماء

- 34- احیاء علوم الدین از امام محمد بن محمد غزالی
- 35- ارکان شریعت از میاں ابوالحسن علی ندوی
- 36- اشیعۃ اللہعات از شیخ عبد الحق محدث دہلوی مطبوعہ نوکلشور، لکھنؤ
- 37- اکرام امام احمد رضا از مفتی برہان الحق جلپوری، مرتبہ: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد
- 38- امام احمد رضا نمبر، ماہنامہ پاسبان، آباد

- 39- امام احمد رضا نمبر، ماہنامہ تجدیات، ناگپور
- 40- بہجۃ الاسرار از امام ابوالحسن علی شطنو فی مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر
- 41- ترجمان اپلستانٹ پیلی بھیت (شماره پنجم تادہم) مولانا حشمت علی لکھنؤی
- 42- تعلیق انجلی شرح مدیۃ المصلى از مولانا وصی احمد محمد شورتی
- 43- تنور الحکم فی امکان رویۃ النبی والملک از امام جلال الدین سیوطی مطبوعہ استنبول، ترکی
- 44- جہان رضا مرتبہ مرید احمد چشتی مطبوعہ لاہور
- 45- حیاتِ اعلیٰ حضرت از ملک العلماء مولانا ظفر الدین قادری بہاری
- 46- حاشیہ قاضی مبارک از علامہ فضل حق خیر آبادی
- 47- الرضا بریلی مہنامہ 1338ھ مدیر: مولانا حسین رضا خان بریلوی
- 48- الروض الحجود فی تحقیق وحدۃ الوجود از علامہ فضل حق خیر آبادی
- 49- رسالہ قشیریہ از امام ابوالقاسم عبدالکریم بن هوازن قشیری مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر
- 50- سوانح اعلیٰ حضرت از مولانا بدر الدین احمد قادری
- 51- صفة الصفوۃ از عبدالرحمٰن ابن الجوزی مطبوعہ دائرۃ المعارف، حیدر آباد
- 52- طبقات الشافعیۃ الکبریٰ از امام عبدالوهاب شعرانی مطبوعہ مصطفیٰ البابی، مصر
- 53- عوارف المعارف از شیخ شہاب الدین سہروردی
- 54- فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مطبوعہ ضیاء القرآن پبلیکیشنز، لاہور
- 55- فتوحات مکیہ از شیخ اکبر مجی الدین ابن العربي مطبوعہ دارالحیاء التراث العربی، بیروت
- 56- فتوح الغیب از سیدنا شیخ عبدالقدار جیلانی
- 57- کراماتِ اعلیٰ حضرت از صوفی اقبال احمد نوری
- 58- کشکول فقیر قادری مرتبہ مولانا حسین رضا خان بریلوی
- 59- مدارج النبوۃ از شیخ عبدالحق محمد شدھلوی
- 60- المعتقد المتفق از علامہ فضل رسول بدایونی

6. الملفوظ مرتبہ مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی مطبوعہ سمنانی کتب خانہ، میرٹھ
62. میزان الشریعۃ الکبریٰ از امام عبد الوہاب شعرانی مطبوعہ مصطفیٰ البالی، مصر
63. وصایا شریف مرتبہ مولانا حسین رضا خان بریلوی مطبوعہ انجمن اسلامی، مبارکپور
64. الیوقیت والجوہر فی بیان عقائد الاقا براز امام عبد الوہاب شعرانی



## امام احمد رضا علیہ السلام اور تعلیماتِ تصوّف ۔

پروفیسر سید اعجاز احمد مدنی  
برہانی کالج، بمبئی

حضرت امام احمد رضا علیہ السلام کی جتنی بھی سوانح عمریاں اب تک لکھی گئی ہیں، ان تمام میں حضرت کا عالمانہ وقار پورے آب و تاب کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے عہدِ جدید کا علامہ سیوطی شریعت مطہرہ کے تمام رموز و نکات کو نہ صرف اپنی فہم و بصیرت سے بیان کر رہا ہے بلکہ مجتہدانہ طور پر مشکل مسائل کو حل بھی کر رہا ہے اور پھر بھی بات خلاف قرآن و سنت ثابت نہیں ہوتی۔

اعلیٰ حضرت علیہ السلام ۱۰ اشویں بروز ہفتہ ۲۷ محرم ۱۸۵۶ء کو پیدا ہوئے۔ ان کے والد مولوی نقی علی خاں علیہ السلام بھی بڑے عالم اور بزرگ شخص تھے۔ نوجوانی کی عمر میں ۱۲۹۳ھ / ۱۸۷۷ء کو یا ۲۱ سال کی عمر میں دونوں باپ بیٹے بیک وقت ”شاہ آل رسول مارہروی علیہ السلام“ سے بیعت ہوئے اور تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت اور سندِ حدیث حاصل کی۔ مولوی رحمان علی مؤلف ”تذکرہ علمائے ہند“، رقمطر از ہیں:

”اعلیٰ حضرت علیہ السلام اپنے والدِ ماجد کے ساتھ (۱۲۹۵ھ / ۱۸۷۸ء) حر میں شریفین کی زیارت کو تشریف لے گئے تھے۔ وہاں کے اکابر علماء، یعنی سید احمد دحلان مفتی شافعیہ اور عبدالرحمان سراج مفتی حنفیہ سے حدیث، فقہ، اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم

۱۔ حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی بھیروی مُدَّلِّلُهُمُ الْعَالِيُّ کے اس مقالے کا محرک خاص پروفیسر سید اعجاز احمد مدنی صاحب دامت برکاتہمُ الْعَالِيُّ (برہانی کالج، بمبئی) کا یہ مضمون تھا: اہنہ افادہ عام کیلئے اسے بھی شامل کتاب کر لیا گیا ہے۔ مضمون ہذا کتاب انوار رضا (مطبوعہ ضیاء القرآن، پبلیکیشنز، لاہور) سے لیا گیا ہے۔

میں ادا کی۔ نماز کے بعد امام شافعیہ حسین بن صالح جمل اللیل بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے۔ ورنک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا:

انی لاجد نور اللہ من هذ الجمیں۔  
”بیشک میں اس پیشانی سے اللہ کا نور پاتا ہوں“۔

اس کے بعد صحابہؓ کی سند اور سلسلہ قادری کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تمہارا نام ضیاء الدین احمد ہے۔ سند مذکور میں امام بخاری رض تک گیارہ واسطے ہیں۔

مکہ معظمہ میں جب کہ آپ مسجد خیف میں تہاؤ مکتارات کے وقت نہر گئے تھے اور رات کا بڑا حصہ عبادت و ریاضت میں صرف کیا تھا۔ اسی رات آپ و مغفرت کی بشارت ہوئی۔

الله ان کے درجات بلند کرے اور ان کے ویلے سے ہم گنہگاروں کی بھی اللہ اپنے پیارے جیب کے صدقہ میں مغفرت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

ان دو واقعات کو جو حرمین شریفین میں پیش آئے، بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ ثابت و ااثلی حضرت رض بچپن ہی سے مادرزادوں کی تھے۔ اس لیے تعلیم و تعلم میں، علم فقہ و فتویٰ لیکی میں، علم تصوف اور سلوک و مجاہدہ میں، مناظرہ و مکاشفہ میں، دلائل و گفتگو میں، تقریر و حیر میں اپنا ننانی نہیں رکھتے تھے۔

امام احمد رضا رض ان گئے چنے علماء و فضلاء میں تھے جن پر پروردگارِ عالم جعلہ نے پنے رسول مختار مدحہ ملک کے صدقے میں آپ پر اپنی عنایات و مہربانی، عزت و منفعت نام کی تھی۔ جیتے جی آپ کی بڑی عزت ہوئی اور بعد پرده فرمانے کے بھی آپ کا روضہ انوار مرجع خلائق و خشیش حدائق بنانا ہے۔ مزار اقدس پر بھی وہ رعب ملمی و جمال سروں ہے کہ کیجیہ کا پنے لگتا ہے مگر افسوس ہے سوانح نگاروں پر جنہوں نے اٹلی حضرت رض کی صوفیانہ زندگی، عشق رسول و سوز جگر، حزن و مال اور کیفیت قلبی، روحی، باطنی۔

احتیاطِ ظاہری کا کہیں پر ذکر تک نہ کیا جہاں علماء کا اجتماع، فتویٰ کی بھرمار، علمی موسویات کا فیضان۔ خواہ مخواہ کی لئے ترانیاں، عشوه طرازیاں اور وہ بات ہی نہیں جس کو دیکھنے کو آنکھیں ترسی ہیں۔

مولانا نے محترم کی زندگی کا سب سے زیادہ آبدار پہلو عاشق رسول ہونا ہے اور ایک ظہردار نظر میں عالم ہونا اور اپنے ہم عصروں سے معاصرانہ چشمک کر کے داد حاصل کرنا تھا۔

میرے خیال میں مولانا کے جتنے بھی عقیدت مند آج تک پیدا ہوئے، سب کے سب مدارس کے فارغ علمائے دین تھے۔ ان میں کوئی عقیدت مند مجدوب، کوئی عاشق سرگردان و پریشان نہیں تھا۔

ایسا صاحبِ جلال و جمال آقا مولا نظام الدین نہیں تھا جو اپنے پیر و مرشد کی اندر وہ نی کیفیات، انہما ک عبادت، خلوص، تقویٰ و طہارت اور بے چینی و دردِ فرقہ کی کیفیات کو پیش کر سکتا۔ جیسا کہ ایک مرتبہ ابلیس مجلس سے مخاطب ہو کر کہا تھا (مفہوم یہ ہے) کہ حضرت خواجہ فرید الدین حبۃ اللہ عہدیہ کی زندگی کا اصل جوہر اور معاصرین میں ان کا امتیاز وجہ ذوق و شوق، درد و عشق اور جذب الہی و خدا مستی میں مستور رہا ہے۔ فرماتے ہیں:

”ایک بار حضرت شیخ کبیر حبۃ اللہ عہدیہ حجرہ میں والہانہ گشت لگاتے تھے اور چہرے کا رنگ متغیر تھا۔ بابا فرید حبۃ اللہ عہدیہ بیتاب ہو کر کہنے لگے: میری آرزو ہے کہ ہمیشہ آپ کا ہو کر جیوں، خاک ہو جاؤں اور آپ کے قدموں کے نیچے زندگی گذرے۔ مجھے مسکین و بیچارے کا دونوں جہاں میں مقصود آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کیلئے جیتا ہوں، آپ ہی کیلئے مرتا ہوں۔“

خواہم کہ ہمیشہ در وفاۓ تو زیم

خاک شوم و بزری پائے تو زیم

مقصود من خستہ زکونیں توی

از بہر تو میرم از برائے تو زیم“

یہ شعر پڑھ کر سجدے میں سر رکھ دیتے تھے پھر یہی شعر پڑھتے اور حجرے کا چکر لگاتے۔ دیر تک یہی کیفیت رہی۔

اسی طرح سیرت فخر العارفین شریف جسے حضرت قبلہ و کعبہ مولانا و مولوی حکیم سید  
لکندر شاہ صاحب جسے اللہ چشمہ دیں جن کا مزار اقدس کانپور میں ہے، نے اپنے پیر و مرشد حضرت قبلہ و  
کعبہ مولانا و مولوی عبدالحی شاہ صاحب رضی اللہ عنہ جن کا مزار اقدس چانگام شریف میں ہے، ان  
کی حیات مبارکہ اور ملفوظاتِ عالیہ کی روشنی میں ایک ایسی سوانح عمری مرتب کی ہے جو خود  
پی مشال آپ ہے۔

چنانچہ ان دو واقعات کی روشنی میں اعلیٰ حضرت جسے اللہ چشمہ دیں کے سوانح نگاروں کو چاہیے کہ  
پیش کردہ حسب بالاطریقہ پر امام صاحب رضی اللہ عنہ کی حیات پاک قلمبند کریں۔  
اس کتاب کے تین حصے ہیں۔ پوری کتاب علم و حکمت، عرفان و بصیرت اور تصوف  
کے بیش بہا خزانے سے مالا مال ہے۔

حضرت قبلہ عبدالحی شاہ صاحب فرماتے ہیں:

”تصوف کا راستہ تواضع، عاجزی اور فروتنی کا ہے، تعظیم طلب اور مجلس پسند  
لوگوں کا نہیں“۔

گستاخی معاف ہوا! میں نے کسی کی دل شکنی نہیں کی۔ کچھ نہیں اچھا لاء۔ عرض صرف یہ  
کیا ہے کہ اعلیٰ حضرت جسے اللہ چشمہ دیں کی شایان شان صوفیانہ زندگی کی عکاسی ابھی تک نہیں کی گئی۔  
جو کچھ سیرت کی کتابوں میں ملتا ہے، وہ سب علمی اکھاڑے کی باتیں ہیں۔ ان کتابوں میں  
کہیں بھی سلوک کی پگڈنڈی نظر نہیں آتی جو افتخار پسند ذہنوں کو تقویت پہنچا سکے۔ چاہے وہ  
ملک العلماء ظفر الدین بہاری جسے اللہ چشمہ دیں کی حیات اعلیٰ حضرت ہو یا مولانا بدر الدین احمد صاحب  
جسے اللہ چشمہ دیں کی سوانح اعلیٰ حضرت۔

اولیاء اللہ کے مناقب و فضائل اس لیے تحریر کرنا ضروری ہیں کہ ہر دور میں ان کی  
حیات مبارکہ سالکوں کو تقویت پہنچاتی ہیں۔ ان کے موثر ترین حالات بلکہ افضل ترین  
عبادات اہل کمال کی مصاجبت اور مقربان درگاہ ذوالجلال کی ہم نشینی ہے کیونکہ ان کی  
استقامت احوال کا مشاہدہ سالک کو ہمت بخشا ہے جس سے سخت عبادتیں اور دشوار ریاضتیں  
جو اس طریق سلوک میں لازم ہیں، آسان ہو جاتی ہیں بلکہ ان بزرگوں کے معائنہ جمال

سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے شک و شبه کی ظلمت جو عملت بعد و حجاب بھی زائل ہو جاتی ہے لیکن کاملوں کی دولت، صحبت اور عارفوں کے مشاہدہ جمال سے محروم ہونے کے بعد ان کے حالات کا مطالبہ اور ان کے آثار کی پیروی، ہمت فرمائی اور ظلمت کو دور کرنے میں وہی تاثیر رکھتی ہے جیسی کہ ان کی صحبت و ہم نشینی۔ نصیحت و عبرت کے علاوہ اگر کے بہت سے فوائد و منافع ہیں۔ اول یہ کہ اولیاء اللہ کا وجود ایک ایسی رحمت ہے جس میں سب شامل ہیں اور ایک ایسی نعمت ہے جس سے ہر شخص و اصل ہے۔ پس وَآمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدَّثُ (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کر) کے بمحض ان کے مناقب و فضائل کا ذکر جو درحقیقت اس نعمت عظیمی و عطییہ کبریٰ کا شکر یہ ہے، ضروری ہو جاتا ہے اور ان صفاتیوں سے اعتقاد و محبت واجب و لازم ہے۔

ہر کس کہ کمال اولیاء را نہ شناخت  
ایں نعمت خاص بے بہارا نہ شناخت  
پس شکر نگفت و دپ ایشان نگزید  
می دال بہ یقین کہ او خدا را نہ شناخت

بہت غور و فکر کے بعد ہم نے اسی لیے یہ پیشکش کی ہے عارفین و عاشقین عارف باللہ سے کہ وہ امام احمد رضا عین اللہ اور سیرت مقدسہ خالص اس انداز میں مرتب کریں جیسی کہ ”تذکرة الاولیاء“ ہے، ”سیرۃ فخر العارفین“، ”شریف“ ہے یا جیسا کہ صوفیہ کی پاک زندگیوں پر اکثر تذکرے تحریر میں لائے گئے ہیں۔ صوفیہ کی زندگی پر کسی کامل صوفی دوں کو ہی لکھنا چاہیے۔ یہ عالم کا کام نہیں۔ سلوک کا راستہ ہی دوسرا ہے۔ عشق رسول و جذب الہی میں جن کیفیات سے خود صاحب سلسلہ کو گذرنا پڑتا ہے، وہی بہتر جان سکتا ہے کہ مذکور کا مقام اتقاء کتنا ارفع و افضل ہے۔ صوفی کی نظر سے حجابتِ الہی اٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اس لیے وہی خود بہتر اندازہ لگا سکتا ہے اور بہتر طور پر اپنے سے افضل صاحب مقام حضرات کی پاک زندگیاں پیش کر سکتا ہے۔ تصوف کا علم قیاس پر منی نہیں بلکہ یقین کی بنیادوں پر قائم ہے۔ اس لیے سلسلہ قادر یہ رضویہ برکاتیہ کے بزرگوں کو چاہیے کہ وہ اپنے سلسلہ کے بزرگوں کا

تذکرہ صرف خالص علمی انداز میں مرتب نہ کریں بلکہ صوفیانہ زندگی کو بھی پیش کریں اور تمام محسن و مناقب کا کماقہ جائزہ لیں تب ہی بات قارئین کی سمجھ میں آئے گی کہ ایسے دو راتبا، میں بھی کیسے کیسے قطب وقت چھپے بیٹھے تھے۔ دنیا انہیں مفتدر علمائے دین سے جانتی تھی لیکن باطن میں کیسے فنا فی اللہ، باقی باللہ تھے۔

حضرت امام احمد رضا عہدۃ اللہ خالص قادریہ سلسلہ کے بزرگ ہیں۔ آپ کی عالمانہ شخصیت تو اظہر من الشتمس ہے لیکن آپ کی صوفیانہ زندگی ادب و احترام رسول و اولیاء اللہ بھی جو جانتے ہیں، ان پر خوب ظاہر ہے۔ آپ عہدۃ اللہ نے حضرت غوث العظیم پیر ان چیر حسنه حسینی غوث الصمد انی قطب ربانی محبوب سبحانی مقبول ہر دو جہانی شیخ سیدنا عبدالقدار جیلانی رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر بصدقِ دل عمل کیا ہے اور غایت درجہ احترام بھی کیا ہے۔ آپ تادم زیست بغداد کی سمت یا مدینہ کی طرف یا کعبہ کی جانب پیر پھیلا کر نہیں بیٹھے۔ آپ نے مجلس قطب ربانی سے بہت کچھ روحانی فیض حاصل کیا جیسا کہ پیر رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

”اے عالم! ہزار مہینوں کا راستہ طے کر کے آتا کہ تو مجھ سے ایک قول نہ اور جب تو یہاں آئے تو اپنے عمل، زندہ، پارسائی اور احوال پر نظر نہ رکھے تا کہ تو مجھ سے اپنا نصیب لے سکے۔ میری مجلس میں ملائک اولیاء اور غیب کے لوگ آتے ہیں تا کہ وہ مجھ سے بارگاہِ کبریاء میں تواضع کے آداب سیکھیں۔ حق تعالیٰ نے کوئی ولی پیدا نہیں کیا جو بصورت زندگی جسمانی اور بصورت موت رُوح امیری مجلس میں شریک نہ ہوا ہو۔“

آپ عہدۃ اللہ کے آداب، آپ عہدۃ اللہ کا نصیب، آپ عہدۃ اللہ کا مقام و لایت اور جو کچھ بھی آپ عہدۃ اللہ کو مقام جلیلہ ملا ہے، وہ صاحب سلسلہ کی ذعاؤں اور برکتوں کا نتیجہ ہے۔ اعلیٰ حضرت عہدۃ اللہ پر حضرت غوث العظیم رضی اللہ عنہ کی بڑی نظر تھی۔ اس لیے نہیں کہ وہ بہت بڑے عالم تھے بلکہ اس لیے کہ وہ بزرگوں کا حد درجہ ادب کرتے تھے اور سر نیازِ جمہ کا دیا کرتے تھے۔ تمام علمائے دین اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں اور گرہ میں باندھ لیں کہ جسے بھی ملا ہے اور جو کچھ بھی ملا ہے، وہ سب ادب کا نتیجہ ہے۔ تواضع و انکساری کا پھاٹ ہے۔

اپنے آپ کو اتنا ذلیل و حقیر سمجھئے کہ لوگ آپ کا مذاق اڑانے لگیں۔ ایسے گناہ رہیے کہ پڑوی بھی نہ جانے پائیں کہ آپ مقبول بارگاہ ہیں۔ ایک دوسرے سے حسد و رقابت چھوڑیے اور جیسا صاف اور سیدھا راستہ خود ہمارے امام جویندیہ نے طے کیا ہے، بالکل دیسی۔ ہی زندگی گذاری یہ تب جا کر آپ کو بشارتیں نصیب ہوں گی اور تب آپ مجلسِ رسول میں، شمولیت کی سعادت حاصل کر سکیں گے۔ علم عمل کیلئے ضروری ہے، پاک زندگی گذارنے، کیلئے شاہراہ کا کام دیتا ہے لیکن اسے غرورِ نفس کیلئے استعمال کرنا اور ایک خلقت کو ذلیل و خوار کرتے پھرنا اہل اللہ کا مسلک نہیں ہے۔ اسی لیے غالباً کہا گیا کہ دین میں اخلاص اتنا ہی، ضروری ہے جیسا کہ بیعت میں عقیدت علمائے شہرت پسند کیلئے۔

حضرت خواجہ خواجگان جویندیہ کا قول ہے:

”بہتے پانی کی آواز سنتے ہو؟ کیسے شور برپا کرتی ہے مگر جونہی دریا میں پہنچتی ہے، خاموش ہو جاتی ہے۔“

خاموشی بھی بڑی نعمت ہے۔ کاش نام و نمود کے متواالے ریا کا راشنا ص اس قولِ جمیل سے سبق حاصل کریں۔ سالک کو تو اپنے پیر سے نسبت رکھنا چاہیے لیکن دوسرے بزرگوں سے بھی اسی طرح احترام و عقیدت سے پیش آنا چاہیے جس طرح اپنے سلسلے کے بزرگوں سے عقیدت رکھتا ہے۔ اعلیٰ حضرت جویندیہ اپنے پیر و مرشد کی حد درجہ تعظیم کیا کرتے تھے اور آپ کے روضہ اقدس پر بہت پُرا اثر عالمانہ و صوفیانہ تقریر کیا کرتے تھے۔ جب سجادہ نشین صاحب نے ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت جویندیہ سے رکھوائی کیلئے دو کتوں کی فرمائش کی تو اعلیٰ حضرت جویندیہ اعلیٰ نسل کے دو کتے خانقاہِ عالیہ کی دیکھ بھال کیلئے بذاتِ خود دے آئے اور فرمایا کہ حضرت ان کتوں کو آپ کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ یہ سارا کام کا ج کریں گے اور رات کے وقت رکھوائی بھی۔ جانتے ہیں یہ دو کتے کون تھے؟ آپ کے دونوں صاحبوزادگان جن میں سے ایک حضرت قبلہ مفتی اعظم بہند جویندیہ تھے اور دوسرے تو زمانہ ہوا غریقِ رحمت ہو گئے ہیں۔ جویندیہ۔

جس سلسلہ میں بھی ہوں پیر و مرشد کے انتخاب سے قبل یا بیعت کرنے کے بعد

پورے خلوص و دیانت داری کے ساتھ خدمت پیر بجالانا چاہیے۔ شریعت مطہرہ کی پابندی کرنا چاہیے۔ صوم و صلوٰۃ و تزکیۃ نفس و مجاہدہ کی حتیٰ المقدور سعی پیغم کرتے رہنا چاہیے جب تک کہ آدمی کی جان میں جان ہے اور یہی بیعت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ بیعت کے کہتے ہیں۔ بیعت کہتے ہیں مرشد کے ہاتھ پر بک جانے کو۔ مرید بیعت کے بعد خریدا ہوا غلام ہوتا ہے۔ اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں ہوتی۔ حضرت شیخ یحییٰ منیری علیہ السلام فردوسی سلسلہ کے بہت ہی جلیل القدر بزرگ گذرے ہیں۔ آپ علیہ السلام کے مکتوبات تصوف کی تعلیمات کی شاندار عکاسی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ آپ علیہ السلام کے مرید حج سے واپس جہاز میں آرہے تھے۔ جہاز راستہ ہی میں آندھی کی نذر ہو گیا اور طوفانی موجودوں سے گرداب ہلاکت میں پھنس کر پاش پاش ہو گیا۔ مرید سمندر میں غرق ہونے لگے۔ اچانک حضرت خضر علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ ہمارے ہاتھ میں ہاتھ دیجیے۔ آپ کو سمندر کی غرق کر دینے والی لہروں سے بچاتے ہیں لیکن آپ نے فرمایا: میں یہ ہاتھ ہرگز نہ دوں گا اس لیے کہ میں اپنے شیخ کے ہاتھوں میں دے چکا ہوں۔ کہنے لگے: حضرت! ذوب جاؤ گے۔ تب مرید صادق نے کہا: پروانہیں ہے۔ ہم اصحاب حسین کی طرح ہمت و استقلال کا ثبوت دیں گے۔ حضرت خضر علیہ السلام غائب ہو گئے اور پھر حضرت شیخ یحییٰ منیری علیہ السلام حاضر ہوئے اور اپنے مرید کو پانی سے نکالا اور ساحل پر پہنچایا۔

یہ محض من گھڑت باتیں نہیں ہیں۔ آپ کا معاملہ اگر اپنے شیخ سے استوار ہو، عقیدہ مضبوط ہو تو یقیناً امدادِ غیری ملتی ہے۔ مدد کرنے والا چاہے شیخ نہ رہے مگر اللہ تعالیٰ جو تمام جہانوں کا پالنے والا اور مصیبت کے وقت ان کی مدد کرنے والا ہے یقیناً آڑے و قتوں میں محض اپنے دوستوں کی لاج رکھنے کیلئے سفر و حضر میں، درکھ و درد میں، ابتلاء و آزمائش میں، زندگی کے ہر سانحہ، ہر موز پر مدد فرماتا ہے مگر اولیاء اللہ کی پہچان کہاں ہے لوگوں کو۔ اللہ عجل

نے اپنے خاص بندوں کو بہت چھپا رکھا ہے۔ اولیائے متاخرین و سابقین اپنی ولایتوں کو وقت ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے لیکن آج تمام ولیوں کو بے پرداگی کا حکم نہیں ہے۔ وقت نے پر بھی کرامتیں ظاہر نہیں ہوتیں، ہوتی بھی ہیں مگر پہچانی نہیں جاتیں۔ دیگر دلیلیں و

علمائیں ایسی نمایاں ہوتی ہیں کہ دستِ غیر ثابت نہیں ہوتا۔ اعلیٰ حضرت جوہر اللہ اور محبوب اللہ اور محب شمس العلماء کی زندگی میں پیشتر کرامتیں ظاہر ہوئیں مگر کسی کے بات سمجھنے میں نہ آئی اور کوئی محض شمس العلماء کہہ کر رہ گیا۔ اصل میں بقول امام شعرانی رضی اللہ عنہ کہ فرماتے ہیں:

”جو چیزیں کہ اولیاء اللہ کی معرفت سے روکتی ہیں ان میں سے اشد حجاب شہود  
مما ثلت و مشاکلت ہوتا ہے۔“

یہ بہت بڑا حجاب ہے۔ اس پر دے سے اللہ تعالیٰ نے اکثر اولین و آخرین کو چھپایا ہے۔ حکمت الہیہ اس کی مقتضی ہے کہ اولیاء میں سے کسی کے اعتقاد پر ساری خلق کا اتفاق نہ ہو اور اس میں ایک سرخ فی ہے کہ اگر ساری خلق اس ولی کی مصدق ہوتی تو تکنذیب مکنذیب مکنذیب میں پر صبر کرنے کا اجر اسے کیونکر لتا۔ جو شخص کسی شخصِ معین کی تکفیر کرتا ہے گویا وہ اس بات کی خبر دیتا ہے کہ انجام اس کا آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کوآگ میں رہنا ہے۔ شہود مما ثلت و مشاکلت نے اکثر علمائے دین کو مجتہد زمانہ امام عالی و قاری رحمۃ اللہ علیہ کے مزاج عارفانہ کو سمجھنے نہ دیا اور ان کے معاصرین نے ان کا جب بھی موقع ملا، مذاق بھی خوب اڑایا۔ گالیاں بھی خوب دیں اور لعنت و ملامت بھی جی بھر کر کی۔ ایک مرتبہ آپ کے مرید و حبیب نے آپ سے پوچھا کہ آپ غیر مقلدین کو برا بھلا کیوں لکھتے ہیں اور انہیں برانگیختہ کر دیتے ہیں کہ وہ آپ ہی کو گالیاں دینے لگ جاتے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

”میاں! میں چاہتا بھی یہی ہوں کہ دشام طراز، کینہ جو، بد خصلت اور بد نہ ہب لوگ میرے آقا و مولا فخر موجودات سید السادات احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر سے ذہن ہٹالیں اور احمد رضا کو جی بھر کر کوئیں۔ میرے لیے یہی بہت بڑی سعادت ہے کہ طائف کے طرفداروں کو میں نے اپنے پیچھے لگالیا۔

وہ جتنا چاہیں مجھے اہولہ بان کریں، میں کچھ نہ بولوں گا۔“

گویا سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح اپنے نفس کیلئے کسی سے بدلہ نہ لینے کی قسم کھالی تھی۔ یہ واقعہ آپ کے اخلاقِ حمیدہ کی تابندہ مثال ہے کہ آپ نے اپنے نفس کیلئے کبھی کسی سے بدلہ نہیں لیا۔ کسی کو اپنے مفاد کیلئے تباہ و بر باد نہیں کیا۔ بڑے تھے مگر علم کے۔ غرور میں

ید ہے ساد ہے پر خلوص مسلمانوں سے کبھی نخوت و تکبر کا برداشت نہیں کیا۔ جس سے بھی ملے، نہ پیشائی سے ملے، بزرگوں کی عزت کی۔ دوست احباب کے اصرار پر نعمتیں کہیں۔ خوب ب مجلسیں پند و نصیحت کی گرم رکھیں اور چھوٹوں پر شفقت کی۔ اپنے مریدوں کے ساتھ بھی آپ کا سلوک نہایت والہانہ و عاشقانہ تھا۔ آپ عہدیہ ان میں ان کی ذات و صفات کے مابق، عمل و فضل کے موجب، غربت و امارت کے بطور کبھی بھی حد امتیاز نہ بر تھے تھے۔ لوگ سب سے یکساں تھا مگر ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ مجھی کو سب سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں۔ لیے آپ خوب سمجھتے تھے کہ گناہ کرنے سے اتنا نقصان نہیں پہنچتا جتنا کہ کسی مسلمان کی کو ذلیل و خوار کرنے سے پہنچتا ہے۔ اہل معرفت کی عبادت نفس کی نگہداشت ہے۔ یہ مظاہر خواجہ عثمان ہارونی ہیں جن پر سختی سے ہر مومن کو کاربند و پابند ہو جانا چاہیے۔

امام احمد رضا عہدیہ نے ایک بہت بڑے عالم، فاضل، فقیہ، محدث ہونے کے باوجود تصوف کو اتنی اہمیت دی، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ طریقت کو شریعت کے مخالف نہیں سمجھتے بلکہ طریقت ہی کو شریعت کا جامع ترین اسوہ متصدقہ خیال کرتے تھے۔ ہمارے مذہب میں جتنے بھی مقندر اولیاء کرام، صوفیہ اور مشائخ گزرے ہیں، کسی نے بھی قرآن و سنت احکام شریعت کی خلاف درزی نہیں کی اور نہ کبھی اپنے ملفوظات میں ایمان شکن نظریات کیے ہیں۔ موجودہ دور کے ترقی پسند، پڑھے، لکھے، تربیت یافتہ، آزاد خیال حضرات ف اس لیے تصوف پر تنقید فرماتے ہیں کہ انہوں نے آج کے نام نہاد روحاںی اچکوں کو فی سمجھ لیا اور ان کے مسلک کو مسلک اولیاء، اصحاب الصفة کا دھرم سمجھ لیا ہے حالانکہ یہ اب الصفة ہی تھے جن کیلئے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ تم پر مرے ماں قربان! تمہاری خبر گیری کیلئے مجھے اللہ کا خاص پیغام آیا ہے اور مجھے سخت تاکید کی گئی ہے۔

اب یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بذاتِ خود تصوف کیا ہے۔ میں غیر ضروری تفصیل میں نہ لگا کہ صوفی کے کہتے ہیں اور اس کے اصطلاحی و عملی معنی کیا ہیں۔ بتا نا صرف یہ ہے کہ میں کے مذہب کو جتنا نفرت انگیز اور حقارت خیز آج دیکھا جاتا ہے، پچ تو یہ ہے کہ یہی وہ نجات کا راستہ ہے جس پر زندگی بھر خود بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اقام و دام رہے اور آن سے ف انہی

مخلصین لہ الدین کے ساتھ حضور مصلی اللہ علیہ وسلم کی روح ساتھ ساتھ گامز ن رہتی ہے اور سالکوں کو راستہ دکھاتی ہے۔ میرے خیال میں فرقہ ناجیہ صرف صوفیہ کا طبقہ ہے جو منشر ہونے کے باوجود الگ سے پہچانا جاسکتا ہے۔

تصوف پر امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ کے معرکۃ الآراء خیالات سنئے: طبقات میں فرماتے ہیں:

”علم تصوف عبارت ہے ایک علم سے کہ جب اولیاء اللہ کے دل کتاب و سنت پر عمل کرنے سے روشن ہو جاتے ہیں تو وہ علم ان کے دلوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ سو جو شخص کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے، اس کیلئے اس عمل کی برکت سے ایسے علوم و آداب و اسرار و حقائق ظاہر ہوتے ہیں جن کے بیان سے زبان میں عاجز ہیں۔ پس تصوف خلاصہ ہے بندے کے عمل کا احکام شریعت کے ساتھ جب کہ اس کے عمل سے تعیش اور حظوظ نفس دور ہو جائیں جیسے علم معانی و بیان خلاصہ ہے علم نحو کا۔ سو جو شخص علم تصوف کو مستقل علم خپڑہاتا ہے، وہ صحیح کہتا ہے اور جو کوئی اس کو عین احکام شریعت قرار دیتا ہے، وہ بھی سچا ہے۔“

برے برے معتقد فقہاء صلحاء کے پاس صوفیہ کا کیا مقام تھا۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رض کے افکار سے ملاحظہ فرمائیے۔

پہلے امام شعرانی کا قول نقل کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

”قوم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ طریق اللہ کی تعلیم کیلئے وہی شخص لیاقت رکھتا ہے جس کو علم شریعت میں تحریر حاصل ہوا ہو۔ شریعت کے منطق و مفہوم اور خاص و عام، ناخ و منسون خ جانتا ہو۔ علم لغت میں تحریر رکھتا ہو۔ یہاں تک کہ عربی زبان کی مجازات، استعارات وغیرہ سے واقف ہو۔ پس ہر صوفی فقیہے ہے اور ہر فقیہ صوفی نہیں ہے۔“

امام احمد بن حنبل رض اپنے بیٹے کو رغبت دلاتے تھے کہ اس زمانے کے صوفیہ کے ساتھ صحبت رکھے اور فرماتے تھے کہ بیٹھ کی لوگ اخلاص میں اس مقام کو پہنچے جیں کہ جسم اسکے

اوپنیں پہنچے۔

اعلیٰ حضرت یعنی اللہ صوفی فقیہ ہیں اور ایسی زبردست نورانی شخصیت کے مالک ہوئے ہیں کہ دور دراز سے لوگ سفر کر کے ان سے ملاقات کو آئے اور فیض حاصل کیا۔ اگر وہ کتنے بڑے فقیہ ہوتے تو آج اللہ تبارک و تعالیٰ ان کے نام کو اتنا بلند نہ کرتا تھا کہ آج ہو چکا ہے۔ کچھ دنوں تک بہت پر چار ہوتا بعد میں کوئی آپ کا یا بریلی شریف کا ممکن تک نہ جانتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ احوالِ اہل اللہ کو پردہ خفایہ میں ہیں مگر جن کے ظاہر ہیں، دوب ظاہر ہیں۔ ہر کس وناکس سر جھکانے پر مجبور ہے۔ یہ محض صوفیہ کا والہانہ اندازِ محبت ہے درخالص فناست فی اللہ و رسول ہے جس نے چہار سمت ان کی شہرت کا آوازہ بلند کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت جوہری اور تصوّف کے مفہومات اور تصوّف پر بیشتر تصنیف اس امر کی شاہد ہیں کہ آپ کا دل تضع سے پاک اور محض نام و نمود کا دلدادہ نہ تھا۔ جن لوگوں نے آپ کی تصنیفات اہلاں بفیض الاولیاء بعده صالح، انہار الانوار میں صلوٰۃ الاسرار، از بار الانوار میں صبا صلوٰۃ الاسرار، طوالع النور فی حکم سراج علی القبور، مجیر معظم شرح قصیدہ اکسیر اعظم، تحلیل الیقین بانینا سید المرسلین، اقامة القيامہ علی طاعن القيام لنبی تہامہ، سلطنة المصطفیٰ فی ملکوت کل دنیا، عدی الحیر ان فی نفی الافی عن شمس الاکوان، اسماع الاربعین فی شفاعة سید المحبوبین، صمصم الحیدری، شرح العقادہ، حاشیہ مفتاح السعادة، حاشیہ صواعق محرقة، حاشیہ احیاء علوم، حاشیہ بہجۃ الاسرار، حاشیہ کشف الظنون، الفوز بالآمال فی الادفاق والاعمال وغیرہم ہی ہیں، وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ امام احمد رضا جوہری کے سینے میں کس حد تک شیخ یحییٰ تیری جوہری کی تڑپ تھی، بابا فرید جوہری کا سوز دل تھا اور حضرت نظام الدین اولیاء جوہری میں شانِ حمدہ بیت تھی۔

امام احمد رضا جوہری نے مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء میں شریعت و طریقت پر بحث کی ہے۔ جو کچھ ہم نے کہا ہے اگر اس میں ذرہ برابر بھی کم و بیش آپ ان کی تحریر میں پائیں تو جو ایسیں، سزا دیں و گرنہ مان لیں کہ قبلہ و کعبہ مجدد اعظم صوفی فقیہ تھے اور مقرب بارگاہ تھے۔ ملتے ہیں:

”شريعت اصل ہے اور طریقت اس کی فرع۔ شريعت منبع ہے اور طریقت اس سے نکلا ہوا دریا۔ طریقت کی جدائی شريعت سے محال و دشوار ہے۔ شريعت ہی پر طریقت کا دار و مدار ہے۔ شريعت ہی اصل کا را اور مکمل و معیار ہے۔ شريعت ہی وہ راہ ہے جس سے وصول الی اللہ ہے۔ اس کے سوا آدمی جوراہ چلے گا، اللہ تعالیٰ کی راہ سے دور جا پڑے گا۔ طریقت میں جو کچھ مکشف ہوتا ہے، شريعت مطہرہ ہی کے اتباع کا صدقہ ہے۔ جس حقیقت کو شريعت رد فرمادے وہ حقیقت نہیں بے دینی اور زندقة ہے۔“

تصویف میں عشقِ رسول بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ فرقہ وہابیہ اور دیوبندی تحریک کے بڑے، بڑے زبان درازوں کا گستاخ و بے ادب قتنہ پردازوں کا امام احمد رضا عسکری نے اپنی تحریروں میں بہت دندان شکن جواب دیا ہے مثلاً کرامت اللہ خاں صاحب کے استفتاء کے جواب میں اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے رسالہ مبارکہ ”الامن والعلی لناعتی المصطفی بدافع البلاء“ تحریر کیا تھا، اور مقامِ رسول اور بخششِ اللہ کی بڑی پر خلوص و صاحت کی تھی۔ فرمایا:

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تمند کر دیا،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بے والیوں کے والی ہیں،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم الوں کے مالک ہیں،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کے مالک ہیں،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف توبہ،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دہائی،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم دینے والے ہیں،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دینے کی توقع،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نعمت دی،

اللہ جل جلالہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عزت بخشی،

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پنی امت کے حافظ و نگہبان ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے گڑگڑا رہے ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری زمین کے مالک ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب آدمیوں کے مالک ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام امتوں کے مالک ہیں،  
 دنیا کی ساری مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں ہے،  
 مدد کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں،  
 نفع کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں،  
 جنت کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں،  
 دوزخ کی کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ہیں،  
 آخرت میں عزت دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ہے،  
 قیامت میں کل اختیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ہے،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم مصیبتوں کو دور فرمانے والے،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتیوں کو ٹالنے والے،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم رزق آسان کرتے ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بلا میں ہٹاتے ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں،  
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تمام کار و بار عالم کی مدیر کرتے ہیں،  
 اولیائے کرام نبی ﷺ کے سبب بلا دور ہوتی ہے،  
 اولیائے کرام نبی ﷺ کے سبب روزی ملتی ہے،  
 اولیائے کرام نبی ﷺ کے سبب مدد ملتی ہے،  
 اولیائے کرام نبی ﷺ کے سبب بارش ہوتی ہے،

اولیاء کرام عہدیہ کے سبب زمین قائم ہے۔

خاصانِ خدا کا یہ مقام ہے۔ اگر سوال کا جواب صاحبِ شریعت سے مل جائے تو پھر کسی کو چون وچرا کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔

فڑِ موجودات سیدالسادات احمد مجتبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

”بیشک اللہ علیک دوست رکھتا ہے اپنے خلق سے اتقیاء، اصفیاء، ابرار کو جن کے بال پر یشان، منہ غبار آلود، پیٹ دبلے ہیں۔ جب وہ امراء کے یہاں آنے کی اجازت چاہیں تو ان کیلئے آنے کی اجازت نہ دی جائے، اگر مالدار عورتوں سے نکاح کا پیغام کریں تو ان سے نکاح نہ کریں، غائب ہوں تو ان کی تلاش نہ کریں، آجائیں تو ان کے آنے سے خوش نہ ہوں، بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کریں، مر جائیں تو ان کے جنازے میں حاضر نہ ہوں، زمین والوں میں مجهول (مگر) آسمان والوں میں معروف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ پر قسم کھابیٹیں تو ضرور ان کی قسم کو پھی کر دے۔ اللہ کے محظوظ بندے زمین و آسمان کی ہر مخفی چیزوں کو اللہ کے نور سے دیکھتے ہیں۔ اس لیے ان کو اپنے آپ پر قیاس کر کے ذلیل نہ کیا کرو۔“

سوچنے اور امتحان لینے والا خالص مٹی کا پتلا ہے وہ بقول جنید بغدادی عہدیہ کے بھی تک جنید تک نہیں پہنچا تو اللہ تک کیونکر رسائی ہو سکتی ہے۔ لہذا ثابت کرو کہ علم و عرفان، بصیرت و بصارت کی پہلی منزل خود مقام صوفیہ ہے۔ مرید اگر اپنے پیر کے تصور میں انہما ک و استقامت حاصل کرے تو پھر اسی نور سے اللہ علیکم اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیکھ سکتا ہے۔ شخصیت کا افتراق کہی مگر ار واح کا اتصال ضرور ہے۔ اسی نسبت کو حاصل کرنے کیلئے اکابر صوفیہ، اجل اولیاء نے سلاسل میں نسبت حاصل کرنے پر زور دیا ہے۔ ایک مثل بہت مشہور ہے مگر بات بہت صحیح ہے کہ جس کا کوئی مرشد نہیں ہوتا، اس کا شیطان پیر ہوتا ہے۔

اعلیٰ حضرت عہدیہ کے افکار و احوال صوفیہ و مشائخ کا مذہب ہونے کے باوجود اپنے

اندر کافی محبرائی و انفرادیت رکھتے ہیں مثلاً دستِ غیب ہے متعلق فرمایا:

”اور جو اللہ سے ذرے اس کیلئے اللہ نجات کی راہ نکال دے گا اور اسے وبا سے روزی دے گا جہاں سے اس کا گمان نہ ہو۔“

حضرت کو اسی بات کا بڑا غم و افسوس رہا کہ مومن کا خشیت و پیشہ الہی پر عمل نہیں رہتا و گرنہ کشائش رزق کا ہرگز قلق نہ ہوتا۔ اس قدر کشادگی سے دامن بھر جاتا کہ سینا مشکل ہو جاتا۔

دوسری جگہ منصب و لایت کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

”اطباقِ ائمہ کا، علماء کا، جمہور کا، سوادِ اعظم کا جس کو ولی مان رہا ہے، وہ بیشک ولی ہے۔“

لیکن آگے چل کر فرمایا کہ خلافِ شریعت ہر وقت کے بکتے رہنے والے کو حالتِ سکر کا عذر سمجھ کر معاف نہیں کیا جاسکتا اور نہ ولی سمجھا جاسکتا ہے۔ مرتبہ غوشیت کی توجیہات علمِ لذتی پر منی ہیں اس لیے کہ اس قسم کی باتیں صرف سینہ بہ سینہ ہی منتقل ہو سکتی ہیں۔ کہیں کسی کتاب میں اس طرح کی بحث پڑھنے کو نہیں ملتی۔

فرماتے ہیں:

”بغیر غوث کے زمین و آسمان قائم نہیں رہ سکتے۔ غوث ہر زمانے میں ہوتا ہے۔ غوث کو مرائب سے حالاتِ منکشف نہیں ہوتے بلکہ انہیں ہر حال میں یونہی مثلِ آئینہ پیش نظر ہے۔ وہ دنیا کو ہتھی میں رائی کے دانے کی مانند دیکھتے ہیں۔ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں۔ غوث کا لقب عبد اللہ اور وزیرِ دستِ راست عبد الرَّبِّ وزیرِ دستِ چپ عبد الملک۔ اس سلطنت میں وزیرِ دستِ چپ وزیرِ راست سے اعلیٰ ہوتا ہے بخلاف سلطنتِ دنیا۔ اس لیے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل جانبِ چپ، غوثِ اکبر و غوثِ ہر غوث حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ صدقیق اکبر بن الفوز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیرِ دستِ چپ تھے اور فاروق اعظم بن القاسم وزیرِ راست۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوشیت پر امیر

المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ممتاز ہوئے اور ان کے دو وزیر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مقرر ہوئے۔ اسی طرح یہ سلسلہ حضرت امام حسن عسکری رحمۃ اللہ علیہ تک آیا اور بعد میں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ غوث ہوئے۔ اب ان کے بعد جتنے غوث ہوئے، سب ان کے نائب ہوئے۔ اب حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ تنہا غوثیہ کبریٰ کے درجہ پر فائز ہوئے۔ حضور غوث اعظم بھی ہیں اور سید الافراد بھی۔ حضور کے بعد جتنے اب ہوں گے، حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے۔ پھر امام مہدی رضی اللہ عنہ تک غوثیت کبریٰ عطا ہوگی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مباحث کے بعد فرمایا کہ بعض علوم کے ذریعہ سے مجھے ایسا خیال گزرتا ہے کہ شاید ۱۸۳۷ء میں کوئی سلطنتِ اسلامی باقی نہ رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اور جگہ فرمایا:

”ثواب و عذاب جسم و روح دونوں کو ہوتا ہے اور ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ جنہیں پسند کرتا ہے، ان کی دعا جلد قبول نہیں کرتا۔ گوکہ وہ روتے اور گردگڑاتے ہیں لیکن پروردگارِ عالم جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ اے جبریل! اس مومن بندے کا رونا اور مری طرف اس کا منہ اٹھا کے دعا مانگنا اچھا لگتا ہے لیکن فاسق و فاجر کی دعا جلد قبول ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ عرش و کرسی کی طرف اس کا منہ اٹھانا اور اللہ تبارک و تعالیٰ کا اسے دیکھنا پسند نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ مومنین کی اگر دعائیں قبول نہ ہوتی ہوں تو دل برداشتہ نہ ہوا کریں اور نہ ہی ناصوری کے عالم میں ناشکری کے کلمات زبانِ پاک سے نکالیں۔ اس لیے کہ مشیت الہی بقول حضور خود اسی بات کی مقاضی ہے لہذا صبر کریں اور تقدیرِ الہی پر راضی رہا کریں۔“

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات تصوف کا بیش بہا خزینہ ہیں۔ اس چھوٹے سے

مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ تمام تر اہم باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اگر اللہ توفیق دے تو اعلیٰ حضرت قبلہ ﷺ کے افکار و احوال بنظر غائر مطالعہ کرنا چاہیے اور تمام پند و نصائح کو گرد میں باندھ لینا چاہیے کہ یہی فلاح دین و دنیا اور آخرت میں کام آنے والے سہارے ہیں۔

صوفی کے راستے میں تادمِ زیست سب سے زیادہ کا نئے شیطان بچھاتا ہے۔ اس کے بہکاوے ایسے پُرفیب ہوتے ہیں کہ اچھے اچھے الہام و عرفان سمجھ کر جھوٹ کوچ سمجھنے لگتے اور سیدھی راہ سے دور جا پڑتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے اس ضمن میں حضور خوث الاعظم ﷺ کے مریدین کی دلکایت بیان کر کے فرمایا:

”بغیر علم کے صوفی کو شیطان کچے دھاگے کی لگام ڈالتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جتنا علم وسیع ہوتا جاتا ہے، سالک سمندر کی طرح پھیل کر گہرا اور وشال ہو جاتا ہے۔ جب تک انسان میں تمیز حرام و حلال پوری طرح واضح نہ ہو جائے تو اس بات کا امکان رہتا ہے کہ بعض حرام ناجائز قسم کے افعال و اعمال بھی مسلمان علمی کی وجہ سے مباح اور حلال سمجھ کر کرتا رہے گا اور گنہگار ہوتا رہے گا۔ اس لیے راہِ سلوک کے متوالوں کو چاہیے کہ تمام تر ضروری علم حاصل کریں۔ یاد رہے کہ غیر ضروری دنیاوی علم کو حاصل کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بسا اوقات تصریح اوقات ثابت ہوتا ہے۔“

حضرت نظام الدین اولیاء علیہ السلام عطاۓ خلافت کے معاملہ میں بہت سخت تھے۔ حضرت اخی سراج علیہ السلام کو اتنا محبوب رکھنے کے باوجود آپ علیہ السلام نے خلافت عطا نہ کی تا وقتنکہ آپ علیہ السلام نے شریعت مطہرہ کا تجزی حاصل کر لیا۔

شیخ کے پرده فرمانے کے بعد مرید کو کس طرح حاضری دینی چاہیے۔ اس کے بارے میں بھی بہت عمده ہدایت فرمائی ہے۔ فرمایا:

”مرید کو چار ہاتھ کے فاصلہ سے کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھنا چاہیے۔ حیات میں مرید جیسا ادب کرتا ہے، سامنے سے حاضر ہو کر بادب کھڑا ہونا چاہیے۔ اور

جگہ کھڑا ہونے میں پیر کو مدد کر دیکھنے میں تکلیف ہوتی ہے۔ اس لیے قبر میں جس سمت چہرہ کھلا ہوتا ہے اس سمت مرید کو بھی کھڑا ہونا چاہیے۔

ایک جگہ حضرت شیخ سعدی کے قولِ نصیحت کو اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے بڑی اہمیت دی اور فرمایا کہ کیا وجہ ہے مرید عالم فاضل اور صاحبِ شریعت و طریقت ہونے کے باوجود دامنِ مرا دنیمیں بھر پاتا غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ مدارس سے فارغ اکثر علمائے دین اپنے آپ کو پیر سے افضل سمجھتے ہیں یا علم کا غرور اور کچھ ہونے کی سمجھ کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ وگرنہ سعدی علیہ السلام کا مشورہ نہیں۔ فرماتے ہیں: بھر لینے والے کو یہ چاہیے کہ جب کسی چیز کے حاصل کرنے کا ارادہ کرے تو اگرچہ کمالات سے بھرا ہوا ہے مگر اپنے کمالات کو دروازے پر ہی چھوڑے اور یہ جانے کہ میں کچھ جانتا ہی نہیں۔ خالی ہو کر آئے گا تو کچھ پائے گا اور جو اپنے آپ کو بھرا سمجھے گا تو

اناء کہ پُرشدِ گرچوں پُردا

”بھرے برتن میں اور کوئی چیز نہیں ڈالی جاسکتی۔“

بزرگانِ دین کے اعراس مقدسہ کے لعین کی بابت فرمایا:

”اولیائے کرام کی ارواح طیبہ کو ان گئے وصالِ شریف کے دن قبورِ کریمہ کی طرف توجہ زیادتی ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ وقت جو وصال کا ہے، اخذِ برکات کیلئے زیادہ مناسب ہوتا ہے۔“

آپ علیہ السلام قادری ہونے کے باوجود چشتیہ سلسلے کے تمام بزرگانِ دین کی بے پناہ عزت و احترام کرتے تھے۔ ایک جگہ فرمایا:

”حضرت خواجہ خواجگان رضی اللہ عنہ کے مزار پر بہت کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔“

آپ علیہ السلام پی اور قلبی ارادت کو فیض کی کنجی سمجھتے تھے اور مرشد کی توجہ سے بیڑا پار جانتے تھے۔ تصوّف میں ان دونوں باتوں کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے۔ مرید ہوا مگر پیر سے ارادت نہ ہوئی، ہرگز فیض نہ ہوگا۔ زندگی بھر خدمت کی لیکن نفس ساتھ ساتھ چلتا رہا،

ہرگز پیر کی نظر نہ ہوگی۔ بے لوث خدمت کی بات کچھ اور ہوتی ہے۔

حضور غوث العظیم رضی اللہ عنہ کا ارشاد پاک ہے:

”جب تک مرید یہ اعتقاد نہ رکھے کہ میرا شیخ تمام اولیائے زمانہ سے میرے لیے بہتر ہے، نفع نہ پائے گا۔“

علی بن ہبیٰ علیہ السلام کے مرید علی جو عقیل علیہ السلام سے مخاطب ہو کر غوث العظیم رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا:

”اپنے تمام حوالج میں اپنے شیخ ہی کی طرف رجوع کرے یعنی اگر شیخ کا شیخ بھی سامنے موجود ہے تو بھی اپنے شیخ کی نظر کرم کا محتاج رہے۔ در بدر کا ہر جانی کہیں سے بھی کچھ نہیں پاتا۔“

آداب مریدین میں حضرت مجدد اعظم نے بہت فیوض و برکات کے کلمات کہے ہیں مثلاً ایک جگہ فرمایا:

”شیخ کے حضور خاموش رہنا افضل ہے۔ ضروری مسائل پوچھنے میں حرج نہیں۔“

آپ علیہ السلام نے تاکید آ کیا:

شیخ کے حضور بینہ کر ذکر بھی نہ کرے کہ ذکر میں دوسری جگہ مشغول ہوگا اور یہ حقیقتاً ممانعت ذکر نہیں بلکہ تکمیل ذکر ہے کہ وہ جو کرے گا، بلا توسل ہوگا اور شیخ کی توجہ سے جو ذکر ہوگا، وہ بتوسط ہوگا۔ یہ اس سے بدرجہا افضل ہے۔ اصل کار حسن عقیدت ہے۔ یہ نہیں تو کچھ نفع نہیں اور صرف حسن عقیدت ہے تو خیر اتصال تو ہے۔ پر نالہ کے مثل تم کو فیض پہنچے گا، حسن عقیدت ہونا چاہیے۔“

مجاذیب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”وہ خود سلسلہ میں ہوتے ہیں۔ ان کا کوئی سلسلہ نہیں۔ ان سے آگے پھر نہیں چلتا۔“

یعنی مجدوب اپنے سلسلہ میں منتہی ہوتا ہے۔ اپنا سا کوئی دوسرا مجدوب پیدا نہیں کر سکتا۔

وجہ غالباً یہ ہے کہ مجدوب مقام حیرت، ہی میں فنا ہو جاتا ہے اور بقاء حاصل کر لیتا ہے۔ اس لیے غیر کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔

کرامت کسی بھی ولی کی کبھی نہیں ہوتی۔ سب کی کرامتیں وہی ہوتی ہیں۔ باقی جو کچھ ہوتا ہے، بھان متی اور شعبدہ بازی ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيمَا لَنْهُمْ يَنْهَا وَسُبْلَنَكَ

”وہ جو ہماری راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں، ضرور ہم انہیں راہ دکھائیں گے جی  
جدوجہد ہونا چاہیے۔“

چج تو یہ ہے کہ طلب صادق کبھی خالی نہیں جاتی۔ اولیاء اللہ کی چج دل سے پیرودی کرنا اور مشاہدہ کرنا کسی دن ولی اللہ کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ جو کسی کا تاثر کرتا ہے اللہ اس کو بھی اسی گروہ میں شامل کر دیتا ہے۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ۔ چونکہ شخص مشاہدہ میں سالک رہا ہے، اس لیے ولی اللہ نہ بن سکے گا۔ یہی وجہ ہے کہ نام نہاد صوفی کا لی کملی والے سے بہت دور غار ہلاکت میں جا پڑے ہیں۔ اللہ علیہ السلام ایسے کذب اور تصنیع سے محفوظ رکھے۔

نبوت اور ولایت کا فرق بھی سمجھ لیجئے۔ فرماتے ہیں:

”ولایت کی توجہ الی اللہ ہوتی ہے اور نبوت کی توجہ الی اخلاق۔ نبوت اسی طرح سے غیب پر مطلع ہونے کا نام ہے۔“

تصوف میں قلب اور نفس کی اصلاح کا ایک خاص معنی ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں:

”قلب حقیقتاً اس مضغہ گوشت کا نام نہیں بلکہ وہ ایک لطیفہ غیبیہ ہے جس کا مرکز مضغہ گوشت ہے۔ یہ سینے کے باعیں جانب ہے اور نفس کا مرکز زیر ناف ہے۔“

اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی تعلیمات اور تصوف پر ان کے فکر انگیز مفہومات بہت گہرے مطالعہ و مشاہدہ کی دین ہے۔ اس احتیاط و توازن کے ساتھ آپ نے کلماتِ حکمت فرمائے

میں کہ ذرہ برابر تنقید کی گنجائش نہیں۔ اگر سالک صدقِ دل سے آپ کی راہ پر سفر اختیار کرے وہ بزرگوں سے بھی نسبت پیدا کرے تو اس کی منزل اس دورِ ابتلاء و آزمائش میں بھی کامیابی سے ہمکنار ہو سکتی ہے۔

اعلیٰ حضرت عہدیہ کی تمام تر تصنیفات انتہائی ادق اور مشکل عربی و فارسی زبان میں تحریر ہوئی ہیں نیز اردو بھی کافی مشکل ہے۔ ضرورت ہے اس بات کی ایک اہلسنت و جماعت کی ضمنی کمیٹی مقرر ہوا اور وہ کمیٹی ان تمام کتابوں کو تشریحات و توضیحات اور فرہنگ کے ساتھ شائع کرے۔

اعلیٰ حضرت عہدیہ نے اپنی تحریروں میں اسلامی دنیا کے سینکڑوں مفکروں، دانشوروں، نقہاء و صلحاء و محدثین نیز علم الکلام و فلسفہ کے علماء اور اولیاء کے اسماءَ گرامی استعمال کیے ہیں، اگر سے ان بزرگوں کی مختصر سوانح عمریاں بھی توضیحات کے ساتھ ساتھ شائع کی جانی چاہئیں۔

تصوف جیسے اسرارِ الہیہ و علوم غیبیہ پر اعلیٰ حضرت عہدیہ کی نہ صرف نثری تخلیقات شاہد ہیں بلکہ شعری تخلیقات میں بھی بہت زیادہ جواہر پارے ہیں۔ ہم نے شاعری کا بھی بہ نظرِ غائرِ مطالعہ کیا ہے لیکن چونکہ موضوع سے ہٹ کر تھا۔ اس لیے اس مضمون میں اشعار سے اقتباسات پیش نہیں کیے گئے۔ بہر حال امام احمد رضا عہدیہ صرف مجدد عالم ہی نہیں کامل ولی اللہ ہوئے ہیں اور ہمارے درمیان آج بھی اسی طرح موجود ہیں، جس طرح آپ اپنی جسمانی حیات میں فیوض و برکات کا سرچشمہ سمجھے جاتے تھے۔ صرف پرده ہے جو نظر کا ہے وَ گرنہ آج بھی وہ ہماری مدد کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ بصدق خلوص استغاثۃ پیش کیا جائے و در مزارِ برآنوار سے کسب فیض کیا جائے۔ اللہ مدد کرنے والا ہے۔ کوششیں صحیح ہونی چاہئیں۔

اپنی نظر ہی پرده ہے دیدار کیلئے  
درنہ کوئی حجاب نہیں یار کیلئے



# حضرت مولانا محمد احمد عظیمی مصباحی حفظہ اللہ کی تصانیف

- 1- امام احمد رضا عزیز اللہ اور تصویف
- 2- امام احمد رضا عزیز اللہ کی فقیہی بصیر
- 3- امام احمد رضا عزیز اللہ اور علم الكلام
- 4- الممتاز کے آئینے میں (عربی و اردو)
- 5- امام احمد رضا عزیز اللہ اور فتنہ قادریاں
- 6- تذکرہ رضا
- 7- تذکرۃ النعمان
- 8- تذکرہ مندوم
- 9- حافظِ ملت
- 10- کواکب رضا
- 11- مذویین قرآن
- 12- رانچی میں یومِ رضا
- 13- داستانِ قبول اسلام
- 14- مقالاتِ سید
- 15- تحقیدِ معجزات کا علمی محاشرہ
- 16- اسلام اور رشتہ ازدواج
- 17- معین العروض والقوافی
- 18- مدارسِ اسلامیہ کا انحطاط

## اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی عزیز اللہ کی کتب پڑھائی اور تراجم

- 1- مسئلہ تدبیر (التعبیر بباب التدبیر)
- 2- مسئلہ تقدیر (تلہجہ الصدر لایمان القدر)
- 3- مزارات پر عورتوں کی حاضری (جمل النور فی نهی النساء عن زیارة القبور)
- 4- فلسفہ اور اسلام (مقامع الحدید علی خدّ المنطق الجدید)
- 5- معانقة عید اور مصافیہ بعد نماز (وشاح الجید فی تحلیل معانقة العید)
- 6- براءت علی از شرکِ جاہلی (صیانت المکانة الحیدریہ عن وصمۃ عهد الجاہلیۃ)
- 7- رسوم شادی (هادی الناس فی رسوم الاعراس)
- 8- فتاویٰ رضویہ (جلد اول باب التیمم تا آخر جلد)
- 9- عباب الانوار ان لانکاہ بمجرد الاقرار
- 10- هبة النساء فی تحقق المصاہرة بالزناء
- 11- وصف الرجیح فی بسملة التراویح
- 12- جد الممتاز علی ارد الممتاز (ترتیب و مذویین)

1- کتاب ہذا۔ 2- محمد رضا

البَّلْبَلُ نَحْرُ دُنْزِلَهَا مَلِ مَدْيَنِي كَكَ لَعِ

# خوشخبری

الحمد لله رب العالمين يكتب شانپے على حضرت امام اہلسنت مجددین  
ملت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل برلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمات دینیہ  
کو خوص و عموم تک پہنچانے کا منصوبہ شکریل دیا یہ ہے جس کے تحت  
آپ رض کے کتب کثیرہ معتبرہ پر لگائے گئے تعلیقات حواشی کو  
جدید انداز میں منظرِ عام پر لایا جائے گا۔ اس غلطیم علمی کام کے لیے  
بھیں جبید علامہ کرام کی خدماتِ حصال میں لفظ اللہ تعالیٰ چند  
قديم مطبوعہ حواشی پر کام ہو جکا ہے جو عنقریب زیور طباعت  
آئستہ ہو کر معزز قارئین کی خدمت میں بنائے گئے ہیں

## تعلیقاتِ رضا

پیش کئے جائیں گے اہل علم سے پُر زور اپیل ہے کہ ہمارے اس  
جذبے کی قدر کرتے ہوئے اپنی علمی استعداد کے مطابق  
معاونت فرمائیں اور اپنے مفید شوروں سے بھیں نوازتے  
رہیں تاکہ اس غلطیم الشان علمی منصوبے کو پروان چڑھایا جائے شکریہ

کرمانوالہ بک شانپ

دوکان نمبر ۲، دربار مارکیٹ لاہور

Voice 042-7249515